سلسلۂ مطبوعاتِ علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تنبیہ و اشراف

تصنیف

ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی

مترجمہ

مولانا عبد اللہ العمادی صاحب
رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۵ ہجری م سنہ ۱۳۳۶ ف م سنہ ۱۹۲۶ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

(خانہ نمبر ۶ میں ہندسے صفحات کتاب کے نشان ہیں)

اسمائے خلفاء کے ساتھ خانہ اول میں سنہ بیعت ہے اور خانہ دوم میں خلع خلافت ناظرین کی سہولت کے لئے ہجری سنین کی عیسوی سنین سے مطابقت کردی گئی ہے

					واقعات بنی امیہ
معاویہ بن ابی سفیان رضؓ	ربیع الاول ۴۱ھ	رجب ۶۰ھ	۶۶۱ء	۶۷۹ء	
یزید بن معاویہ	رجب ۶۰ھ	صفر ۶۴ھ	۶۷۹ء	۶۸۳ء	
معاویہ بن یزید	صفر ۶۴ھ	ربیع الاول ۶۴ھ	۶۸۳ء	۶۸۳ء	
مروان بن حکم	رجب ۶۴ھ	رمضان ۶۵ھ	۶۸۳ء	۶۸۴ء	
عبدالملک بن مروان	رجب ۶۵ھ	شوال ۸۶ھ	۶۸۴ء	۷۰۵ء	

ماجرائے احوال بنی امیہ بعد قتل مروان بن محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمۃ المصنف

تاریخ کے ابو الآباء ثانی

کہتے ہیں ہیرودوتس تاریخ کا ابو الآباء ہے، یونان قدیم کے متعلق، جس کے سر پر ظلمت اندر ظلمت روایات کا ابر مظلم چھایا ہوا ہے - یہ قول صحیح ہوگا - اس لیے کہ اس عہد عتیق میں بُت پرستانہ افسانوں کے دھندلکے سے نکل کر تفحص اور درایت کی روشنی میں آنا ایک بڑا کام تھا، اور اس کام میں ہیرودوتس کا بھی نام لیا جاتا ہے ؛

لیکن یونان قدیم اور دسویں صدی عیسوی کی دُنیا میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ اس قرن عاشر میں اسلام کا آفتاب عالمتاب کائنات کے چپہ چپہ کو عقل و حکمت کی روشنی سے منور کر چکا تھا - بچہ بچہ حقائق کے دریا بہانے کے قابل ہو گیا تھا - قریہ قریہ کو ایتھنس ہونے کا دعوے تھا - ایک ایک چوپال ارسطو کا دار الحکمت اور افلاطون کی اکاڈیمی کہے جانے کا حقدار تھا ؛

اگر اس زمانے کے کسی مورخ کی جلالت قدر کے سامنے آج کل کے یورپ کا سرادب بھی خم ہو - اور اُس کی مبصرانہ تحقیق و وسعت نظر کی دھاک ہر مغربی مستشرق پر بیٹھی رہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُس کی شان کس قدر رفیع اور اُس کا مرتبہ کتنا بلند ہوگا ؛

علّامہ مسعودی دوسرے ہیرودوتس تھے

علّامہ ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی جن کی معرکۃ الآرا کتاب "التنبیہ والاشراف" کا اردو ترجمہ ہم اہلِ نظر کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کے فاضل مقالہ نگار کی رائے میں ہیرودوتس کا جواب ہیں۔ اور پروفیسر نکلسن بھی اس خیال میں مقالہ نگارِ موصوف کے ہم صفیر ہیں۔

لیکن حق یہ ہے کہ ہیرودوتس اور مسعودی کے درمیان وہی فرق ہے جو چوتھی صدی ہجری کے نورافشان آفتابِ تمدّن اور قدیم ترین عہدِ جاہلیت کے ظلماتِ بعضہا فوق بعض میں تفاوت ہے۔

اساطیرِ اوّلین کی تحقیق میں اگرچہ مسعودی کا بیان بھی محلِّ نظر ہے، اور علّامہ ابن خلدون نے تو مقدّمۂ تاریخ میں اس پر وسیع بحث کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ "اساطیر" "اسطورہ" کی جمع ہے جسے اہلِ فرنگ "اسٹوری" (کہانی) کہتے ہیں اور ان کہانیوں کی تحقیق کو بسا اوقات جان بوجھ کے بھی مورّخین چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ مسعودی نے مشرق و مغرب سب ہی کے قومی اساطیر بیان کیے ہیں، نہ اس لیے کہ یہ کہانیاں تاریخی ہیں بلکہ محض اس لیے کہ ایسی کہانیوں سے بھی قوموں کی خو بو کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ابھی چند ہی سال ہوئے حکومتِ ہند نے راجپوتانہ کے لبید از قیاس قومی گیتوں کو مرتب و مدوّن کرنے کی تجویز کی تھی، اور لائحۂ عمل میں بتایا تھا کہ "ان گیتوں میں اگرچہ انتہائی مبالغہ کا عنصر موجود ہے مغلوں کی واقعی کامیابی کو بھی ناکامی کے رنگ میں دکھایا ہے اور ہر ایک لے میں اپنے فرضی فتوحات کا ترانہ گایا ہے، تاہم اس سے راجپوتوں کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے اور ان کی قومیت کے متعلق اصلی خیالات و جذبات ہمارے سامنے آجاتے ہیں"۔

تحقیق تاریخ کے ذیل میں یہ عنوان جو آج تجویز ہوا ہے مسعودی کے اساطیر الاوّلین کو آج سے ایک ہزار برس پیشتر اسی عنوان کا دیباچہ سمجھنا چاہیے۔

شرفِ انتساب علامۂ ممدوح تیسری صدی ہجری (نویں صدی میلادی) کے اواخر میں پیدا ہوئے اور آپ کا مولد دارالسلام بغداد ہے۔

یہ زمانہ جیساکہ ہم اشارۃً بتا چکے ہیں۔ دولتِ عبّاسیہ کا عہدِ فضیلت مہد تھا۔ جسے پروفیسر براؤن کا اِستشراق اسلام کا عہدِ زرّین قرار دیتا ہے۔

خداوندِ قدّوس کی مشیئت میں جس کے لیے بزرگی مقدر ہوتی ہے اُسے وہ بسا اوقات اپنے خزائنِ غیبی سے اکتسابی شرافت کے ساتھ اِنتسابی فضیلت بھی مرحمت فرماتا ہے مسعودی ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں تھے۔ جیساکہ اُن کا نام ظاہر کر رہا ہے۔

اُن کا سلسلۂ نسب حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ اور اس لیے اگر مسعودی جامع کمالاتِ وہبی وکسبی ہیں تو یہ اُن کی آبائی میراث ہے۔

روئے زمین کی سیاحت آج تو مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ گھر سے نکل کر اگر محلّہ کی مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا کر لیتے ہیں تو سمجھنے لگتے ہیں کہ بس اب ہم "قل سیروا فی الارض" کے مفسّر ہو گئے۔ لیکن ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ جب ایک مسلمان مغربِ اقصیٰ کی گھاٹیوں سے نکلتا تھا تو سمندروں کو پار کرتا ہوا اور کوہ وصحرا کو گرد کی طرح پیچھے چھوڑتا ہوا دیوارِ چین کے سایہ میں جاکر دم لیتا تھا۔ اور اپنے ایک بھائی سے اگر دہلی میں ملاقات کرتا تھا تو دوسرے سے پیکن میں۔

علامہ مسعودی نے بھی انھیں جہاں کُشا روایات کی گود میں پرورش پائی تھی۔

تعلیم سے فارغ ہو کر اور منتہیانہ معارف کی دستار کو اپنے ارجمند ذُوالعزم سر کے سے زینت دے کر انھوں نے دُنیا کے سفر کے لیے گھر سے باہر قدم نکالا، کہ اپنی آنکھوں سے ہر ملک۔ ہر قوم اور ہر ملّت کے

حالات کی چھان بین کر کے اندازہ لگائیں کہ اقوامِ عالم کے عروج و زوال اور صعود و ہبوط کے کیا اسباب ہیں۔ مصدقین کس درجہ پر پہونچے ہیں۔ اور مکذبین کی عاقبت کیا ہوتی ہے؛

اظہارِ حقیقت اس حقیقت کبریٰ کا اظہار خود علامۂ ممدوح کے خامۂ بداعت طراز نے اس طرح کیا ہے:۔

"جو شخص اپنے گھر سے کبھی باہر نہ نکلا ہو بلکہ اسی قدر تبلیغ علم پر قانع رہے کہ خود اپنے ملک کی تاریخ کے بارہ میں اُسے حاصل ہو سکتا ہو۔ وہ ہرگز اُس شخص کی برابری نہیں کر سکتا جس نے اپنی عمر بجائے حضر کے سفر میں بسر کی ہو۔ جس نے اپنے دن بے قرارانہ بادیہ نوردیوں اور کشورگردیوں میں گزارے ہوں۔ اور جس نے ہر طرح کی حیرت اندوز اور گراں مایہ اطلاعات اسی کنز مخفی سے بہم پہونچائی ہوں"

علامہ مسعودی کا شمار اسی دوسرے طبقہ کے نفوسِ قدسیہ میں تھا کہ اُن میں بھی اُنھیں درجۂ صدارت حاصل ہے۔ اس ہمہ گیر سفر میں اُس بے مثل کتاب کی حقائق نوازیوں کا اُنھوں نے سرمایہ بہم پہونچایا۔ جس کا ترجمہ آپ حضرات کے دماغ میں نور اور دل میں سرور پیدا کریگا:

ہندوستان کا سفر علامہ مسعودی کی سیاحت کی پہلی منزل یہی خاکِ پاکِ ہند ہے۔ اور ہندوستان ناز کر سکتا ہے۔ کہ آسمان حقیقت کے ایک ایسے بڑے شمس بازغ کی تجلیوں سے اس کا ذرہ ذرہ غیرتِ خاوراں ہوا۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں بھی جبکہ اندرونی ہند پر مسلمانوں نے کوئی لشکرکشی نہ کی تھی محض تبلیغ کے زیرِ اثر وہاں جابجا مسلمانوں کی طاقتور نوآبادیاں قائم تھیں۔ ہندو راجاؤں کی جانب سے اُن کی عزت و بزرگداشت ہوتی تھی اور وہ آزادانہ اپنے اسلامی فرائض انجام دیتے تھے، بلکہ بعض ہندو درباروں کا تو یہ بھی گمان تھا

کہ وہ اُن کی شان عظمت و بقائے حکومت مسلمانوں ہی کے تقدس یُمن و برکت سے وابستہ ہے"۔

دکن کا سفر سنہ ۹۱۲ھ میں مسعودی پہلے منصورہ آئے پھر ملتان پہونچے اور وہاں سے عازم دکن ہوئے۔ یہی دکن جس کی خاک پاک مدتوں مسعودی کی جلوہ گاہ رہی اور جواب بھی مسعودی کی کتاب کا اردو ترجمہ دنیا میں پیش کر کے بصیرت افروزی کا سامان فراہم کر رہی ہے:۔

فلتحی الدکن، ذات المن والنعمۃ والسحن، ولیحی سلطانھا الھمام الصارم الصیدن، الذی علم الناس و ازکن، بعلم و عرفان اغناھم بہ واسبغ علیھم نعمہ واحدن:۔

پنجاب کا سفر ملتان کی عظمت کا زمانہ اگرخواب و خیال ہوگیا ہو۔ تو کم از کم یہی پیش افتادہ شعر آج بھی اس کی معرفی کی خدمت انجام دے سکتا ہے کہ:۔

چار چیزست تحفۂ ملتان :: گرد و گرما گدا و گورستان

اگرچہ عوام اس پر چیں بہ جبیں ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔ کہ ایسی ارض تابناک کے آثار باقیہ میں سے ہم کو اگر کچھ نظر آیا۔ تو چند ٹوٹی پھوٹی قبریں۔ خاک کے چند بگولے۔ چند تمازت ریز امواج سموم۔ چند گدایان مبرم کے کشکول۔ لیکن حقیقت حاضرہ کو کیا کیا جائے کہ اس کو اسی پر اصرار ہے:۔

مسعودی جس وقت ملتان پہونچے ہیں اس زمانہ میں وہاں عربوں کی ایک محکم و قوی حکومت قائم تھی جس کے فرماں روا "ابو اللھاب المنبہ ابن اسد القرشی الاسامی" تھے، جو جو علمی ترقیاں اس ملک نے کی ہیں ان کا نمونہ دیکھنا ہو تو علامہ سمعانی کی کتاب الانساب کو دیکھنا چاہئے کہ اس خاک نے کیسے کیسے مشاہیر عالم پیدا کئے جنھوں نے علم و تہذیب کی کیا کیا خدمتیں کیں، علمی دنیا کے ہر مرحلہ پر اُن کے قدموں کا نشان ملتا ہے مگر

عوام اُن کے نام تک سے واقف نہیں ؛

سندھ کا سفر خاص سندھ سے مسعودی کی مُراد اقلیم منصورہ ہے، شوقِ سیاحت جب اُن کو یہاں لایا ہے تو اُن دنوں اس اقلیم کی عربی حکومت اچھی حالت میں تھی اور "ابوالمنذر عمر بن عبداللہ" اس کے بادشاہ تھے، وزیر المالک "ریاح" تھے جن کے دونوں نامور فرزند محمّد و علی کا تذکرہ بھی مسعودی نے کیا ہے، سادات علویّین (اولادِ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کی یہاں بڑی آبادی تھی جنھوں نے یہاں کی سکونت کو عرب و عراق پر ترجیح دی تھی اور اپنے انوارِ معارف سے ایک روشن تمدّن کی جلوہ ریزی فرمائی تھی ؛

اس اقلیم کا دار الملک "منصورہ" جسے خاص عربوں نے آباد کیا تھا، اس کی آبادی کا زمانہ عہدِ سلطنتِ امویّہ ہے جس کے فرماں فرمائے سندھ (گورنر جنرل) منصور بن جمہور نے اُسے آباد کیا تھا اور اُسی کے نام پر آج تک مشہور ہے، اس اقلیم کے حیرت انگیز عربی تمدّن۔ اُس کی بدیع النظیر رونق۔ اُس کے بے مثال علمی کارناموں سے اسلامی تاریخ کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ مگر آج انقلابِ روزگار نے اس پر کچھ ایسا پردہ ڈال رکھا ہے کہ علماے آثار ہی اگر کاوش کریں تو البتہ یہ خزائنِ عرب و دفائنِ علم و ادب ایک مرتبہ پھر بر روے عام آسکتے ہیں ؛

ایران کا سفر مسعودی ایران ہوتے ہوے ہندوستان آئے تھے۔ اور ان دونوں ملکوں کے دل فریب مشاہدات میں اُن کے تین سال بسر ہوے ؛

فارس اور سوس (سوسیانہ) کے حالات اُنھوں نے بہ تفحّص فراہم کیے۔ اور عجمیوں کے کتب و صحائف کی نسبت دقیق معلومات کا ذخیرہ جمع کر لیا۔ جس کا ثبوت اُن کی تصانیف سے ملتا ہے۔ اور جو تدوینِ تاریخ مجوس کے لیے اس وقت بھی بہترین ماخذِ اصلی کا کام دیتے ہیں ؛

ابو زید جغرافی سے ملاقات

اس سہ سالہ سیاحت کے بعد انھوں نے بصرہ کو مراجعت کی جہاں اُن کی ملاقات ابو زید سے ہوئی۔ کہ اُن کا شمار اُس عہد کے مشہور جغرافیہ نویسوں میں ہے۔ ابو زید نے ممالکِ مشرقیہ کی جو تفصیل سپُردِ قلم کی ہے اُسے مسعودی کی تحریرات کے ساتھ ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں ؂

سفر مشرق، تا بہ چین، و تا بہ مدغاسکر

بصرہ سے ۳۰۳ھ ۹۱۵ء میں مسعودی پھر عازمِ مشرق ہو گئے۔ اور پہلے کھنبایت آئے جو قدیم دکن و گجرات کا مشہور ترین مقام ہے اور جسے اہل عرب "کنبہ" یا "کنبایتہ" کہتے ہیں۔ پھر سیمور گئے۔ اور ایک زمانہ وہاں بسر کر کے روانۂ سیلان (سیلون) ہوئے جس کا دوسرا نام سراندیپ ہے۔ اور جہاں حسبِ معمول اُن کی کنج کاویاں سرگرمِ عمل رہیں ؂

یہاں سے جہاز پر سوار ہو کر انھوں نے چین کا سفر کیا۔ اور چین سے جو مراجعت کی تو موجوں کی سینہ شگافی کرتے ہوئے سیدھے مدغاسکر پہونچے۔ اور وہاں کچھ دن قیام کر کے اپنے وطن کو لوٹے ؂

بحیرۂ خزر، و ارضِ شام

تمام وہ علاقہ جو بحیرۂ خزر کے نواح میں واقع ہے، تمام ارضِ شام، تمام فلسطین کا مسعودی نے چپّہ چپّہ چھان مارا اور کوئی علمی یا تاریخی یا معاشری واقعۂ عبرت ایسا نہ تھا۔ جو اُن کے مشاہدہ سے گزرا ہو۔ اور اُن کی یادداشت میں نہ ٹانک لیا گیا ہو ؂

ایک گرجا کے حالات

۳۱۴ھ ۹۲۶ء میں جب وہ فلسطین پہونچے تو کلیسائے مسیحی میں بھی گئے جس کے آثار و تبرکات کو نہایت تفصیل کے ساتھ قلمبند کر کے اُس عہد کی نمایاں اسلامی بے تعصبی کی خصوصیت ظاہر کی ہے۔ ۳۳۲ھ ۹۴۳ء میں انھوں نے انطاکیہ کے کھنڈروں کی چھان بین کی جس کی پوری تفصیل انھیں کی زبانی ہم تک

پہونچی ہے ؛

اپنی شاندار زندگی کے آخری دس سال علّامہ مسعودی نے شام ومصر میں گزارے - اور اُن کی وفات ۳۴۵ھ ۹۵۶ء میں ہوئی ؛

انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کی رائے

مقالہ نگار مذکور اس محقق یگانہ کے گوناگوں عقلی و اخلاقی کمالات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے :-

"اُس زمانہ میں مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں دُنیائے معلوم کے ایک بہت بڑے حصّہ پر پھیلی ہوئی تھیں اور عراق و عرب کی تجارت - اور مُبلّغانہ مساعی - ایشیا اور افریقیہ کے بعید ترین گوشوں تک جا پہونچی تھیں - مسعودی کی ہمہ گیر سیاحتوں کی تگ و دو بھی انھیں حدود سے متجاوز تھی - لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مسعودی کے سفر کی غرض و غایت جلب منفعت تھی - اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر ملک کی خصوصیات کا بہ نگاہِ امعان مطالعہ کرے - اور وہاں کے آثارِ قدیمہ - حالاتِ تاریخی - اور اخبار و آداب کے بارہ میں جو کچھ معلومات فراہم ہو سکتی ہو کرے - وہ تعصّب سے بالکل پاک تھا - اور کیوں نہ ہوتا جب کہ اُس کے عقائد معتزلی تھے - اور وہ مسئلۂ اختیار کا قائل تھا - یہ اُسی رجحان طبع کا باعث تھا کہ اُس نے ایرانی مجوسیوں اور مسیحی اسقفوں کی تصانیف سے بھی بہ رضا و رغبت تمام اقتباسات لے لینے مناسب سمجھے ہیں"

اس رائے کے بعض حصّوں سے ہمیں اختلاف ہے علّامہ مسعودی تفضیلی ضرور تھے - مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُن کا شمار اکابرِ معتزلہ میں تھا - انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کی ایک انوکھی جدّت طرازی ہے ؛

رہی یہ بات کہ مسعودی کا دامن تعصّب سے پاک تھا تو یہ کوئی ایسا وصف نہیں ہے جس میں ہمارے سلف صالحین میں کسی بلند پایہ عالم

یا محقق کو اپنے ہم چشموں کے مقابلہ میں کوئی امتیاز ہو۔ اس لیے کہ اگر مجوسیوں اور گبروں کی حکمت سے مستفید ہونا اس حد تک کہ خذ ما صفا ودع ما کدر کا حکیمانہ اصول پیش نظر ہے، بے تعصبی کی علامت ہو تو یہ تو اسلام کی سب سے پہلی تعلیم ہے کہ الحکمۃ ضالۃ المومن من وجدھا فھو احق بھا۔ حکمت جہاں کہیں بھی ہو جس شکل میں بھی ہو جس شخص کے پاس بھی ہو۔ وہ تو مسلمانوں کی آبائی میراث ہے اور مسلمان ہی اُس کے مستحق ہیں۔ مسعودی نے اگر ترسائیوں اور کلیسائیوں سے مل کر اُن کے خیالات کا ترکہ ہمارے لیے چھوڑا ہے اور اُن کے واقعات کا دفینہ حوالۂ تاریخ کیا ہے۔ تو یہ اسلام کا ایک معمولی کرشمہ ہے ؛

تصنیفات

مسعودی نے مختلف علوم وفنون میں بکثرت کتابیں تالیف وتصنیف کیں اور مورخین کا اتفاق ہے کہ ان میں سے ہر ایک کتاب میں اُن کی نامور شان تحقیق کا روشن ترین جلوہ نظر آتا ہے، افسوس ہے کہ بیشتر مصنفات دستبرد روزگار کی نذر ہو چکی ہیں حتیٰ کہ سب کے نام بھی معلوم نہیں، البتہ مروج الذہب ومعادن الجوہر اور تنبیہ الاشراف میں اپنی دوسری کتابوں کے حوالے انھوں نے دیے ہیں اُن سے حسب ذیل فہرست مولفات ومصنفات مرتب ہو سکتی ہے :۔

(ا) تاریخ

(۱) اخبار الزمان، ومن اباده الحدثان، من الامم الماضیۃ، والاجیال الخالیۃ، والممالک الداثرۃ ؛

(۲) الکتاب الاوسط ؛

(۳) مروج الذہب ومعادن الجوہر، فی تحف الاشراف من الملوک واہل الدرایات ؛

(۴) الاستذکار، لماجری فی سالف الاعصار ؛

(۵) التنبیہ والاشراف ؛
(٦) الاخبار المسعودیات ؛
(۷) البیان فی اسماء الائمۃ ؛
(۸) مقاتل فرسان العجم ؛

(۲) علم و حکمت

(۹) فنون المعارف، وما جری فی الدہور السوالف ؛
(۱۰) ذخائر العلوم و ماکان فی سالف الدہور ؛
(۱۱) سر الحیاۃ ؛
(۱۲) وصل المجالس ؛

(۳) سیاست

(۱۳) تقلب الدول، وتغیر الآراء والملل ؛
(۱۴) المسائل والعلل ؛
(۱۵) نظم الجواہر، فی تدبیر الممالک والعساکر ؛

(۴) اصول قانون

(۱۶) نظم الاعلام، فی اصول الاحکام ؛
(۱۷) الصفوہ ؛
(۱۸) الاستبصار ؛

(۵) اصول مذہب

(۱۹) نظم الادلہ، فی اصول الملۃ ؛
(۲۰) خزائن الدین، وسر العالمین ؛
(۲۱) المقالات فی اصول الدیانات ؛
(۲۲) الابانہ، فی اصول الدیانہ ؛ (۲۳) کتاب الزلفی

ان میں سے ہمارے پاس فقط ایک تو مروج الذہب موجود تھی، اور دوسری یہ (تنبیہ واشراف) ہے، رہی یہ بات کہ یہ کتاب کس پایہ کی ہے؟ اس کا فیصلہ خود ناظرین کرلیں گے ؛

مسعودی کی اوّلیت

مسعودی سے پیشتر جن مورّخین نے کتابیں تالیف کی تھیں اُن میں حسنِ ترتیب ولطفِ تہذیب کی ایسی کچھ زیادہ شان نہ تھی، اس اوّلیت کا طرۂ امتیاز مسعودی ہی کے سر ہے، وہ خود اسی کتاب میں ایک مقام پر (بضمنِ تعدادِ غزواتِ حضرتِ سرورِ کائنات علیہ الصّلوات والتحیات) لکھتے ہیں:-

"فنِ تاریخ کے کسی مصنّف کو ہم نے ایسا نہیں پایا جس نے ہماری طرح اس فن کو حاصل کیا ہو اور ہماری جیسی ترتیب اُس میں دی ہو، جسے دیکھنا ہو مصنّفینِ سلف وخلف کی کتابیں دیکھ لے جو اس شعبہ میں مُسلّم مانے جاچکے ہیں، ان کتابوں کا جو مطالعہ کرے گا اور اُن کی حقیقت سے آگاہ ہوجائے گا پھر اُس پر ہمارے کام کی فضیلت روشن ہوگی، مطالعۂ کتاب واحاطۂ ابواب کے بعد تو اس کا سمجھنا آسان ہے مگر بغیر اس کے دشوار ہے"

کوئی شک نہیں کہ مسعودی بجائے خود اس دعویٰ تفاخر میں برسرِ حق تھے لیکن پھر بھی یہ تاریخ نویسی کا ابتدائی زمانہ تھا، تحقیق جس چیز کا نام ہے اُس کی بنیاد تو پڑ چکی تھی مگر اُس کی عمارت اُس وقت مکمّل ہوئی جب آٹھویں صدی کے اواخر اور نویں صدی ہجری کے اوائل میں دُنیا کو "العبر، وديوان المبتدأ والخبر، في احوال العرب والعجم والبربر، ومن عاصرهم من ذوي السلطان الاكبر" جیسی کتاب دستیاب ہوئی جس پر صدیوں کے بعد فرنگستان میں سب سے پہلے "ہیگل" نے اپنے اصولِ تحقیق کی بنا رکھی اور جو بغیر کسی استثناء کے تمام علمی دنیا میں فلسفۂ تاریخ کا نقشِ اوّل تسلیم کی گئی۔

اس کتاب کی خصوصیت

مسعودی نے جو تاریخیں پیشتر لکھی تھیں یہ کتاب (تنبیہ واشراف) اُن کا خلاصہ ہے، اس کی بنیاد بیشتر اپنی دو کتابوں پر انھوں نے رکھی ہے جن میں

اس کے مجملات کی تفصیل درج ہے (یعنی (۱) فنون المعارف وما جریٰ فی الدہور السوالف (۲) کتاب الاستذکار لما جریٰ فی سوالف الاعصار)

اصل میں یہ ایک طرح کے تاریخی نوٹ ہیں، متقدمین کی خاص شان تنوّعِ مضامین تھی جو مسعودی کی سب سے ممتاز خصوصیت ہے اور یہ خصوصیت، اس کتاب میں بھی بہت ہی نمایاں نظر آتی ہے، اس میں بعض ایسے تاریخی مہمات بھی مل جاتے ہیں جو باوجودِ اختصار، مطوّلات میں بھی نہیں ملتے، اور ضروری یادداشتیں تو سب کی سب اس میں موجود ہیں جو انتہائی اجمال رکھتے ہوئے بھی محاسنِ تنوعات، کی جامع ہیں۔

اس کتاب کا ایک بڑا حصّہ تاریخ اقوام و اُمم، وجغرافیۂ عالم، ولطائفِ حکمتِ طبیعی کے متعلق ہے جس کا ترجمہ بحکمِ ضرورت بالفعل موٴخّر کر دیا گیا ہے، لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک، وھو المستعان، وبیدہ التوّفیق۔

ہم نے کوشش کی ہے، کہ اہل نظر اس کے لفظی ترجمہ سے بہرہ اندوز ہوں اور بیانِ مفہوم کے ہر موقع پر رابطۂ عبارت باقی رہے، سخن آرائی سے عموماً اجتناب کیا گیا ہے، محض اصل مضمون کے ترجمہ پر کفایت کی ہے، البتہ جابجا وضوح کے لیے عنوانات قائم کر دیے ہیں،

وعلی اللہ التوکل وبہ الاعتصام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاک نعبد وایاک نستعین

سبحان الذی علم بالقلم وعلم الانسان مالم یعلم وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

رب انعمت فزد

تاریخ عہدِ نبوت و مابعد

ہم اپنی گزشتہ کتابوں میں بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و نبوت سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لیے متواتر کیسے کیسے سہمناک حوادث پیش آیا کیے، عالم میں کیا کیا نشانیاں ظاہر ہوئیں، بعثت کے وقت اللہ تعالیٰ نے کن کن معجزات و دلائل و علامات سے آپ کی تائید فرمائی مثلاً

واقعات کے پیش آنے کی خبر وقوع سے پیشتر۔

تھوڑے کھانے سے بہتوں کو کھلا دینا۔

بادل کا برسنا۔

دستِ (گوسفند) کا باتیں کرنا۔

کھاری پانی کو میٹھا بنانا۔

تھوڑے پانی سے بہتوں کو سیراب کرنا، وغیرہ، (یہ تمام باتیں تصنیفاتِ سابقہ میں بہ تفصیل مذکور ہیں)

(پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ) آپ ایک ایسا قرآن لیے ہوئے تشریف لائے جو (خود) معجزہ ہے اور جس کی مثال پیش کرنے سے تمام مخلوق عاجز رہی:

سب کو آپ تحدّی (چیلنج) کرتے رہے مگر مقابلے میں سب عاجز نکلے:

(غرض کہ پہلے یہ سب واقعات آچکے ہیں) اب اس کتاب میں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس کتاب کی لازمی شرط اختصار ہے

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر اس تاریخ کا انحصار رکھا ہے اور اب ہم یہیں سے شروع کرتے ہیں:۔

سلسلۂ نسبِ جنابِ نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کا اسم مبارک) محمّد (ہے) بن عبداللہ ابنِ عبدالمطلب، بن ہاشم، بنِ عبد مناف، بنِ قصی، بنِ کلاب، بنِ مُرّہ ابنِ کعب، بنِ لُوی، بنِ غالب، بنِ فہر، بنِ مالک، بن النضر، بنِ کنانہ، ابنِ خُزیمہ بنِ مُدرِکہ، بنِ الیاس، بنِ مُضر، بنِ نزار، بنِ مُعد:

آنحضرت علیہ السّلام کے سلسلۂ نسب میں ہم مُعد سے محض اس لیے آگے نہیں بڑھے کہ آپ نے اس کی ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے کہ نسب کی روایت کرنے والے اس سے آگے سلسلہ ملانے میں جھوٹ بولتے ہیں:

مُعدّ اور (حضرت) اسماعیل بنِ ابراہیم (علیہما السّلام) کے درمیان (کتنی پشتیں گزریں) اس میں بہت سے اختلاف ہیں، تعداد میں بھی

اختلاف ہے اور ناموں میں بھی، موزوں اور قطعی امر جو محل نزاع نہیں، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب مُعدّ بن عدنان تک مسلسل پہنچتا ہے، ہم اس کی انتہائی تشریح اور اس باب میں جتنے وجوہ بیان کیے گئے ہیں سب کا مفصل تذکرہ "کتاب الاستذکار لما جری فی سالف الاعصار" میں کر چکے ہیں ؛

جیسا کہ مشہور و معروف ہے معد کا سلسلۂ نسب (حضرت) اسماعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) تک جس طریق پر پہونچتا ہے اور (حضرت) ابراہیم و (حضرت) آدم (علیہما السلام) کے درمیان جتنی پشتیں ہیں، بحسب تذکرۂ اہل کتاب و علمائے انساب، اسی کتاب میں پہلے ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں ؛

آنحضرت کی ولادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم تھی، آپ کی والدہ آمنہ تھیں، بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، عام الفیل میں ماہ ربیع الاول کی آٹھ راتیں گزر چکی تھیں کہ آپ پیدا ہوئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس راتیں گزر چکی تھیں ؛

[عام الفیل : وہ سال جس میں ابرہہ نے ہاتھی لے کر کعبۂ شریفہ پر چڑھائی کی تھی اور قدرت کاملہ نے "طیرا ابابیل" کے ذریعہ اُس کو ہلاک کیا تھا، سنۂ ہجرت سے پیشتر تقریباً نصف صدی تک عرب میں یہی واقعہ تاریخی سنہ شمار ہوتا تھا، عام : سنہ و سال]

یہ دے ماہ سنۂ ۱۳۱۷ - ابتدائے مملکت بخت نصر کی آٹھویں تاریخ، نیسان سنۂ ۸۸۲ - اسکندر بن فیلپس بادشاہ کی بیسویں تاریخ تھی اور نوشیروان خسرو بن قباذ بن فیروز بادشاہ (ایران) کا اُنتالیسواں سال (جلوس) تھا ؛

یہ واقعہ مکہ میں اصحاب فیل کی آمد کے پینسٹھ (۶۵) دن بعد کا ہے، اور اس سے کم مدت بھی بیان کی گئی ہے ؛

محرم کی پانچ شبیں گزر چکی تھیں کہ یکشنبہ کو مکہ میں اصحاب فیل کی آمد کا واقعہ پیش آیا تھا ؛

آنحضرت علیہ السلام ہنوز بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب انتقال کر گئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ :-

(۱) ان کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد ہوا ؛

(۲) آپ کی ولادت کے ایک ماہ بعد وفات پائی ؛

(۳) ولادت کے دوسرے سال وفات پائی ؛

(۴) ولادت کے اٹھائیس مہینے بعد وفات پائی ؛

وہ تجارت کی غرض سے ملک شام کو چلے تھے کہ مدینہ میں انتقال کر گئے، اس وقت وہ پچیس سال کے تھے ؛

رضاعت

دودھ پلانے کے لیے آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام حلیمہ بنت ابی ذؤیب کے سپرد ہوئے، ابوذؤیب کا نام عبداللہ تھا، ابن الحارث ابن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن قصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن ؛

حلیمہ نے آنحضرت کو اپنی اولاد، عبداللہ، شیماء، اور انیسہ کا دودھ پلایا، جن کے والد (یعنی حلیمہ کے شوہر) حارث تھے ابن عبدالعزیٰ ابن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن قصیہ بن نصر بن سعد بن بکر ؛

یہ شیماء وہی ہیں جو بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھائے ہوئے (کھلا رہی) تھیں کہ آنحضرت نے ان کے مونڈھے پر دانت سے کاٹا تھا ؛

غزوۂ حنین میں قبیلۂ ہوازن کو جب شکست ہوئی اور ان کے

مال واسباب واولاد و ذرّیات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حاوی ہو گئے تو شیماء آنحضرت کے پاس آئیں، عاطفت ومہربانی کی خواستگار ہوئیں، وہ باتیں یاد دلائیں، اور دانت سے کاٹنے کا نشان دکھایا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پہچان لیا، اور یہ بھی ایک سبب تھا کہ آنحضرت نے اور تمام بنی ہاشم وبنی المطّلب بن عبد مناف نے اُس مالِ غنیمت واسیرانِ جنگ میں سے جو کچھ اُن کے حصّے میں آیا واپس کر دیا، صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ سلوک دیکھا تو اُنھوں نے بھی اپنے اپنے حصّے واپس کر دیے:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بحالتِ شیر خوارگی چار برس تک انھیں لوگوں میں رہے، پانچویں سال حلیمہ آپ کو لے کے آمنہ کو دے آئیں:

آنحضرت مدینہ میں (بحالتِ طفولیت)

ساتویں سال ملاقات کے لیے آنحضرت کی والدہ آپ کو آپ کے دادا عبد المطّلب بن ہاشم کی ننھیال والوں کے ہاں، جو خاندانِ عدی بنِ نجّار کے لوگ تھے، لے کر گئیں:

عبد المطّلب کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت زید بنِ عمرو بن لبید بنِ حرام ابنِ خداش بنِ جندب بنِ عدی بن النّجار:

مقامِ ابواء میں آنحضرت علیہ السّلام کی والدہ نے انتقال کیا اور اُمِّ ایمن کہ اسامہ بنِ زید بنِ حارث کی ماں تھیں آنحضرت کو مکّہ لے آئیں:

ناصیۂ نبوّت

ولادتِ نبوی کے آٹھویں سال آنحضرت کے دادا عبد المطّلب

انتقال کر گئے، ابو طالب نے اپنے ساتھ آپ کو شامل کر لیا، اُنھیں کے آغوش میں آپ (تربیت پاتے) رہے تا آں کہ تیرہ برس کے ہوئے، ابوطالب آپ کو لیے ہوئے تجارت کرنے کے لیے مُلک شام کو چلے (راستے میں) بحیرا راہب نے آپ کو دیکھا، نبوت کی بشارت دی اور آنحضرت علیہ الصّلاۃ والسّلام کی علامتیں بتائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ فجار و حلف الفضول میں بھی شریک ہوئے (جیسا کہ ہم اسی کتاب کے حصّۂ اولیٰ میں بیان کر چکے ہیں)، اُس وقت آپ کی عمر بیس برس کی تھی۔

آنحضرت علیہ السّلام جب پچیس برس کے ہوئے تو خدیجہؓ کیلیے بغرض تجارت مُلکِ شام کو روانہ ہوئے (خدیجہ بنتِ خُوَیلِدْ بن اسد ابن عبد العزّیٰ بن قُصَی بن کلاب، ساتھ میں خدیجہ کے غلام میسرہ بھی تھے (اثنائے راہ میں) نسطُور راہب نے دیکھا کہ ابر (رحمت) آپ پر سایہ کیے ہوئے ہے اور (نبوت) کی نشانیاں آپ سے ظاہر ہو رہی ہیں، نسطُور نے یہ دیکھ کر آپ کے پیغمبر ہونے کی بشارت دی)۔

غلام واپس آیا تو اُس نے خدیجہؓ کو ان باتوں کی خبر دی، اُنھوں نے آنحضرت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا اور آنحضرت علیہ السّلام نے نکاح کر لیا۔

جب پورے پینتیس برس کے ہوئے تو بنائے خانۂ کعبہ میں شرکت فرمائی، قبائل قریش میں حجرِ اسود کو اُٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرنے میں بڑا تنازع پیدا ہو گیا تھا، آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سب نے اپنی اپنی رضامندی ظاہر کی اور آنحضرت علیہ السّلام نے اُسے اُٹھا کے جہاں کا تہاں رکھ دیا۔

بعثت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کے ہوئے تو

خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو تمام انسانوں کی جانب اپنا پیغامبر بنا کے بھیجا، یہ واقعہ دوشنبہ کا ہے جب کہ ربیع الاول کی دس شبیں گزر چکی تھیں، مطابق ۲۳-آبان ماہ سنۂ ۱۳۵۷، سلطنت بخت نصر، و ۸- ماہ شباط سنۂ ۹۲۱- اسکندری، اُس وقت آنحضرت علیہ السلام کی عمر چالیس برس کی تھی،؛

اس بات پر تو سب متفق ہیں کہ عورتوں میں پہلے پہل آنحضرت سلام اللہ علیہ پر (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) ایمان لائیں مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ مردوں میں پہلے پہل کون حضرت آپ پر ایمان لائے تھے،؛

اوّل المؤمنین

ایک فرقہ کہتا ہے کہ مردوں میں پہلا شخص جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا وہ (حضرت) علی بن ابی طالب تھے (رضی اللہ عنہٗ) یہ اہلِ بیت و شیعۂ اہلِ بیت کا قول ہے اور عبداللہ ابن عبّاس بن عبد المطلب وجابر بن عبد اللہ انصاری و زیدؓ بن ارقم وغیرہم نے بھی اس کی روایت کی ہے؛

اس باب میں اختلاف ہے کہ جب آپ اسلام لائے ہیں، تو اُس وقت آپ کی عمر کیا تھی؛

ایک فرقہ کہتا ہے کہ اُس وقت آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی، دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ تیرہ برس کی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ (اُس وقت آپ)

(۱) گیارہ برس کے تھے۔
(۲) نو برس کے تھے۔
(۳) آٹھ برس کے تھے۔

(۴) سات برس کے تھے۔
(۵) چھ برس کے تھے۔
(۶) پانچ برس کے تھے۔

یہ آخری قول اُن لوگوں کا ہے جو آپ کے فضائل کو مٹانا اور مناقب کو میٹنا چاہتے ہیں، غرض یہ ہے کہ آپ کے اسلام کو ایک چھوٹے لڑکے اور نادان بچّے کا اسلام بنا دیں جو نہ تو زیادتی وکمی کے درمیان فرق کر سکے، نہ شک ویقین کے مابین امتیاز رکھتا ہو، نہ حق کو پہچانتا ہو کہ اُسے طلب کر سکے اور نہ باطل کو جانتا ہو کہ اُس سے بچ سکے،؛

اس باب میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ہم اُن میں سے چند جملے وہاں درج کریں گے جہاں آپ کی خلافت اور وفات کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، اگرچہ ہم اپنی پچھلی کتابوں میں یہ سب کچھ وضوح وشرح وبسط سے بیان کر چکے ہیں ان میں سے ہر ایک فرقے کے اقوال بھی نقل کر دیے ہیں، اپنے مذہب کی جس نے جو دلیل دی ہے اور اپنے قول کی تصحیح میں جو ثبوت پیش کیے ہیں، سب کا بیان آچکا ہے،؛

اختلافاتِ شیعہ وغیرہم

معتزلۂ بغداد جو مفضول کی امامت کے قائل ہیں ان میں عثمانی وزیدی فرقوں کے متکلمین اور اُن کے علاوہ دوسرے شیعہ فرقوں میں مثلاً فرقۂ تبریہ، فرقۂ زیدیہ اور فرقۂ قطعیہ میں جو اختلافات ہیں، مصنفاتِ سابقہ میں اُن کی تفصیل آچکی ہے؛

روایت شیعۂ قطعیہ

فرقۂ قطعیہ ائمۂ اثنا عشر ہی کی امامت کا قطعی طور پر قائل ہے،

اُنھوں نے امامت کو دوازدہ امام کی (مشہور) تعداد تک منحصر کر رکھا ہے، اس انحصار کی بُنیاد اُس روایت پر ہے جو سُلیم بن قیس الہلالی نے اپنی کتاب میں درج کی ہے اور اَبان بن عیّاش نے یہ کتاب اُن سے روایت کی ہے۔

روایتِ مذکورہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا کہ "تم اور تمھاری اولاد کے بارہ شخص امامِ برحق ہیں"۔

لیکن یہ خبر بجز سُلیم بن قیس کے اور کسی نے روایت نہیں کی ہے۔

مھدئ آخر الزّمان

اس وقت کہ ہماری کتاب اس تاریخ میں لکھی جا رہی ہے فرقۂ قطعیہ کے امام جن کے ظہور کے وہ منتظر ہیں، محمد بن الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اصحاب النّسق

فرقۂ شیعہ میں جو لوگ اصحابِ نسق ہیں وہ اس امر کے قائل ہیں کہ خدا ئے بزرگ و برتر کسی زمانے کو امام سے خالی نہیں رکھتا جو اللہ تعالیٰ کے لیے کسی نہ کسی حق ظاہر یا حقِ باطن پر قائم رہتا ہے ایمہ کی ان لوگوں نے نہ کوئی قطعی تعداد محدود کی ہے اور نہ امامت کے لیے کسی معین و مفہوم وقت پہ انحصار رکھا ہے، وہ اس کو خدا و رسول کا نص کہتے ہیں کہ ہر امام و ہر عین امام کی امامت (ہر زمانے میں) خدا و رسول نے منصوص کردی ہے، تا آں کہ اللہ تعالیٰ زمین اور اُس کے باشندوں کو

فنا کردے ؛

(یعنی امام: حُجّت یا داعی جو خود امام نہ ہوں مگر بمنزلۂ امام سمجھے جائیں)

یہ لوگ قطعیہ کے نام سے اس لیے نامزد ہوئے کہ موسیٰ بن جعفر (رضی اللہ عنہما و عن آبائہما الطاہرین) کی وفات کا یہ قطعی عقیدہ رکھتے ہیں اور امامت کو انھیں تک متوقف رہنے کا اعتقاد انھوں نے چھوڑ رکھا ہے ؛

ان کے علاوہ جو دوسرے شیعی فرقے ہیں اور وہ تمام لوگ جو انتخاب امام کے قائل ہیں کہ تمام اُمّت کو یا اُمّت کے کچھ لوگوں کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق حاصل ہے، فرقۂ معتزلہ، فرقۂ مُرجیہ، خوارج کے فرقے، ازارقہ، اباضیہ، صفریہ، اہلِ نجدات، اور خوارج کے باقی فرقے کہ ان کا مرجع بھی یہی فرقے ہیں اور وہ بھی انھیں سے نکلے ہیں فرقۂ نابتہ و فرقۂ حشویہ وغیرہ فقہائے ممالک کے فرقے حضرت علی کی امامت و اوّلیت میں جو اختلاف رکھتے ہیں، ہماری گزشتہ کتابیں اُن سب پر حاوی ہیں ؛

تتمۂ اقوالِ اوّلیتِ ایمانی

دوسری روایت یہ ہے کہ مردوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پیشتر جو ایمان لائے وہ ابوبکر صدیق علیہ السلام تھے، یہ روایت (۱) عمروؓ بن عَبَسَہ (۲) جُبَیرؓ بن نُفَیر (۳) ابراہیم نخعی، اور اور راویوں سے مروی ہے ؛

دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام پر اوّل اوّل آپ کے آزاد غلام زید بن حارثہؓ کلبی ایمان لائے" یہ روایت زہرؒی و عُروہؓ ابنِ زُبیر و سلیمان بن یَسار وغیرہم سے مروی ہے ؛

ایک قول یہ ہے کہ اوّل المسلمین خبّابؓ بن اَرَت ہیں جو سعد بن زید مناۃ بن تمیم کی اولاد میں تھے؛

اور ایک قول یہ ہے کہ بلالؓ بن حمامہ ہیں؛

ایامِ قیامِ بیت الحرام

بعثت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تیرہ برس مکہ میں مقیم رہے، آپ کے چچا ابوطالب نے جن کی عمر اسّی (۸۰) برس سے چند سال اوپر تھی اور آپ کی بیوی خدیجہؓ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے جو پینسٹھ برس کی تھیں، بعثت کے دسویں سال وفات پائی، ان دونوں حوادث میں تین دن یا بقولِ بعض اس سے زیادہ کا فصل تھا، اور یہ واقعات اُس وقت کے ہیں جب صحیفہ ناکارہ ہو چکا ہے، بنی ہاشم و بنی المطلب شعب کے محاصرہ سے باہر نکل چکے ہیں تو اُسکے ڈیڑھ برس بعد ان حوادث کا ظہور ہوا، شعب کے محاصرہ میں، بہ اختلافِ اقوال، یہ سب لوگ تین برس تک، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دو برس تک، محصور رہے تھے، اسی سال کہ ولادتِ نبوی کا پچاسواں سال تھا، طائف میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ تشریف لے گئے سنہ ۵۱ ولادتِ نبوی میں اِسراء واقع ہوا جس کی کیفیت میں اسلامی فرقوں کو اختلاف ہے؛

ہجرت

ان واقعات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ میں ہجرت فرمائی ماہِ ربیع الاوّل کی بارہ شبیں گزر چکی تھیں، دوشنبہ کا دن تھا، کہ آپ وہاں داخل ہوئے، اُس وقت آپ ترپن (۵۳) برس کے تھے، یہ واقعہ کسریٰ پرویز کے چونتیسویں سالِ جلوس کا ہے؛

آنحضرت علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ میرے بعد وہیں ٹھہر کر مکہ میں لوگوں کی کچھ امانتیں جو آنحضرت کے پاس تھیں آپ کی طرف سے واپس کر دیں، حضرت علی آپ کے تشریف لے جانے کے تین دن بعد تک ٹھہرے رہے، تا آں کہ جو امانتیں آپ کے پاس تھیں سب واپس کر کے آنحضرت سلام اللہ علیہ کے ساتھ شامل ہو گئے ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تو دہجرت فرمانے سے پیشتر ہی اپنے اصحابؓ کو مدینہ میں ہجرت کرنے کا حکم دے رکھا تھا، صحابہؓ ایک ایک دو دو کر کے ہجرت کرتے رہے جن میں (۱) ابُو سلمہ عبداللہ ابن اسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم (۲) عامرؓ بن ربیعہ (۳) عبدؓ اللہ بن جحش الاسدی (۴) عمرؓ بن الخطاب (۵) عیاش ابن ابی ربیعہ، سب سے پہلے مدینہ پہنچے تھے ؛

اسلام کی پہلی مُہم

مدینہ تشریف لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پہلا جھنڈا جو مرتب کیا وہ حمزہؓ بن عبد المطلب کے لیے تھا ؛ یہ واقعہ ماہِ رمضان کا ہے جب کہ آنحضرت کو مدینہ میں تشریف لائے ہوئے سات مہینہ گزر چکے تھے ؛

تیس مہاجرین جو سب کے سب سوار تھے، حمزہؓ کے ساتھ کیے کہ علاقۂ جُہینہ کے مقامِ عیص میں پہونچ کے قُریش کے ایک قافلہ سے متعرض ہوں جو شام سے آ رہا تھا اور مکہ واپس جا رہا تھا،

ابو جہل عمر بن ہشام بن مُغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ ابن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب کہ سر غنۂ قافلۂ قریش تھا، حمزہؓ اُس کے مقابل آئے، مکہ کے تین سو آدمی اُس کے ساتھ تھے، مگر

بغیر جنگ کیسے مٹ گئے، اسی واقعہ کے متعلق حضرت حمزہ رضؓ کہتے ہیں:۔

بِاَمْرِ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَوَّلُ خَافِقِ
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سب سے پہلا جنبش کرنیوالا شخص)
عَلَیْہِ لِوَاءٌ لَمْ یَکُنْ لَاحَ مِنْ قَبْلِیْ
(جس کے سر پر جھنڈا لہرا رہا ہو، مجھ سے پیشتر کوئی ظاہر نہیں ہوا تھا)

سریّۂ عبیدہ

یہ سب ہو چکا تو مقام رابغ کی طرف سریّۂ عبیدہ بن حارث رضؓ بھیجنے کی نوبت آئی (یعنی یہ مہم جو بھیجی گئی اُس کے سرگروہ عبیدہ رضؓ تھے) مدینہ سے جو قدید جانا چاہے تو (اس کے راستہ میں) جحفہ سے دس میل کے فاصلہ پر رابغ ملتا ہے، یہ واقعہ ماہ شوّال کا ہے جب کہ مدینہ میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ کو تشریف لائے ہوئے آٹھ مہینے گزر چکے تھے۔

احیاء کے نام سے جو آب گیر مشہور ہے وہیں ابو سفیان، صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے عبیدہ رضؓ کی مڈبھیڑ ہوئی۔ ابوسفیان کے ساتھ دو سو اور عبیدہ رضؓ کے ساتھ ساٹھ سوار تھے جو سب کے سب صحابۂ مہاجرین تھے، باہم تیر اندازی تو ہوئی مگر تلواریں کھینچنے کی نوبت نہ آئی، اسلام میں پہلے پہل جس نے جنگ میں تیر چلایا وہ سعد رضؓ تھے، ابن ابی وقاص بن مالک بن وہیب بن عبد مناف ابن زہرۃ بن کلاب، یہ تیر اسی مہم میں چلایا گیا تھا اسی باب میں سعد کہتے ہیں:

اَلَا ھَلْ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ
(آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خبر پہونچی ہے کہ میں نے)
حَمَیْتُ صَحَابَتِیْ بِصُدُوْرِ نَبْلِیْ
(اپنے تیر کی سری سے اپنے ساتھیوں کی حمایت وحفاظت کی ہے)

فَمَا يَعْتَدُّ رَامٍ فِي مَعَدٍّ

(قبیلۂ معد یعنی قریش میں کوئی ایسا تیرانداز نہیں)

بِسَهْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَبْلِيْ

{جس نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پیشتر ایک تیر بھی ایسا چلایا ہو جو کسی شمار وقطار میں آسکے}

اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ بنت ابی بکرؓ کے ساتھ (اسی سال کے) ماہ شوّال میں زفاف فرمایا عائشہ رضؓ اُس وقت نو برس کی تھیں، اور (بروایت ضعیف) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے بھی کمسن تھیں؛

آنحضرت علیہ الصّلاۃ والسّلام نے مکّہ میں اُن کے ساتھ نکاح کیا تھا جب کہ اُن کی عمر سات برس تھی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (بوقت نکاح) اس سے بھی کم عمر یعنی چھ برس کی تھیں؛

سریۂ سعدؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے نو مہینہ بعد سریۂ سعدؓ ابن ابی وقاص کا واقعہ پیش آیا، یہ ماہ ذی القعدہ کی بات ہے،

اس مہم میں بیس آدمی تھے اور مقام خرّار کو روانہ ہوئے تھے جو علاقۂ جُحفہ میں مقام خم کے قریب واقع ہے،

مہم کی غرض یہ تھی کہ قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ تعرض کیا جائے، سعدؓ اس مقام پر پہونچے مگر وہ قافلہ اُن سے پیشتر روانہ ہو چکا تھا؛

اوّلین مولود دارالہجرۃ

اسی سال عبداللہؓ بن الزبیرؓ بن العوام پیدا ہوئے، دارالہجرۃ

(مدینۂ مبارکہ) میں صحابۂ مہاجرین کے جو لڑکے پیدا ہوئے اُن سب میں یہی اوّلیں مولود تھے، نعمانؓ بن بشیر انصاری بھی اسی طرح پہلے لڑکے تھے جن کا تولد انصارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں ہجرتِ نبوی کے بعد ظہور پذیر ہوا؛

ابو اُمامہ اسعد بن زرارہ خزرجی نے کہ بنی غنم بن مالک بن النجار کے خاندان میں سے تھے، اسی سال وفات پائی، اور عبداللہ بن سلام اسی سال اسلام لائے؛

[نعمانؓ بن بشیر انصاریؓ کی ولادت دوسرے سال ہجرت کی ہے، یہاں محض استطراد کے طریق پر اوّلیت کی مناسبت سے تذکرہ ہوا ہے]

سنۃ الامر

ہجرت کا دوسرا سال

[یہ سال سنۃ الامر (حکم والے برس) کے نام سے اس لیے مشہور ہے کہ اسی میں قتال مشرکین و کفار کے ساتھ جنگ و جہاد کا حکم ہوا]

ماہ صفر ۲ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کو تشریف لے چلے، تا آنکہ مقام ودّان و مقام ابواء تک پہونچ گئے، ان دونوں مقامات کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ ہے؛

آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ اس غزوہ میں خالصۃً صحابۂ مہاجرین ہی تھے، قریش کے ایک (تجارتی) قافلہ سے تعرّض مقصود تھا، مگر اس کی نوبت نہ آئی، آخر آنحضرت نے مراجعت فرمائی؛

پندرہ شبیں آپ مدینہ سے (باہر رہے تھے، اور ایام غیبت میں) سعد بن عبادۃ ابن دُلیم الانصاری ثم الخزرجی کو آپ نے مدینہ میں

اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔

اسی مہینہ میں امیر المومنین علی رضؓ بن ابی طالب نے فاطمہ رضؓ (بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے نکاح کیا۔

غزوۂ بواط

ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بواط کیلیے روانہ ہوئے، دو سو (صحابہؓ) آپ کے ساتھ تھے،(۱) اور قریش کے ایک قافلہ سے تعرض کرنا مقصود تھا۔(۲)

اس قافلہ میں ڈھائی ہزار اونٹ تجارتی سامان سے لدے ہوئے تھے، قریش کے سو آدمی قافلہ میں موجود تھے جن میں امیہ ابن خلف جمحی کا شمار بھی ہے، لیکن یہ قافلہ نہ مل سکا، آنحضرت سلام اللہ علیہ واپس آگئے اور مڈبھیڑ کی نوبت نہیں آئی۔(۳)

علاقۂ جہینہ کی پہاڑیوں میں سے بواط بھی ایک پہاڑی ہے جو ملک شام کے راستہ میں علاقۂ ذی خشب کے نواح میں واقع ہے، بواط اور مدینہ کے درمیان آٹھ چوکیوں کی مسافت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے کم فاصلہ ہے۔(۴)

مدینہ میں آنحضرت نے سعد بن معاذ رضؓ کو (ان دنوں) اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

غزوہ بطلب کرز بن جابر

اسی مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرز بن جابر الفہری کی تلاش میں غزوہ فرمایا جس نے مقام عقیق کے نواح میں مدینہ سے موضع سرح پر تاخت کی تھی۔ [تحقیق یہ ہے کہ در اصل اس مقام کا نام سرح -

بسین مہملہ و حاے حطی نہیں ہے۔ بلکہ "شرج" بشین وجیم منقوطہ ہے)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام سفوان تک (تجسس کرتے)
چلے گئے جو علاقۂ بدر میں شامل ہے، کرز جو سرح ہی میں تھا آنحضرت
سے بچ گیا، آخر آپ نے مراجعت فرمائی:
مدینہ میں آپ نے اپنے آزاد غلام زیدؓ بن حارثہ بن شراحیل الکلبی
ثم الکنانی کو (ایامِ غیبت میں) اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا، زیدؓ کو "الکنانی"
اس لیے کہتے ہیں کہ خاندان کنانہ سے اُن کو نسبت ہے، کنانہ بن عوف
ابن عُذرہ بن زید اللات بن رُفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن تغلب
ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ،:
بعض لوگوں نے اس غزوہ کا نام "غزوۂ بدر اولی" (یعنی
آبگیر بدر کا پہلا غزوہ) رکھ چھوڑا ہے:

غزوۂ ذی العُشیرہ

اسی سال کے ماہ جمادی الاولی میں۔ بقول ضعیف جمادی الاُخرہ میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذی العشیرہ فرمایا، قریش کے ایک
قافلہ سے تعرض مقصود تھا جو ملک شام کی طرف جا رہا تھا، مگر آنحضرت
سے بچ کے نکل گیا، یہ وہی قافلہ تھا جس کے واپس آتے وقت بدر
میں اُسی کے باعث جنگ ہوئی،:
ذی العشیرہ نواح ینبع میں واقع ہے، مدینہ اور ینبع کے درمیان
نو چوکیوں کی مسافت ہے،:
مدینہ میں آپ نے ابو مسلمہ بن عبد الاسد المخزومی کو اپنا قائم مقام
مقرر فرمایا تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کے کرز (بن جابر)
کی تلاش میں نکلنے کا واقعہ غزوۂ ذی العشیرہ کے بعد کا ہے، مگر مشہور ترین
روایت وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں،:

نعمان بن بشیر انصاری اسی سال خاندان حارث بن خزرج میں پیدا ہوئے کہ قبیلۂ انصار کے پہلے لڑکے تھے جن کی پیدائش ہجرت کے بعد ہوئی ؁

سریۂ عبداللہؓ بن جحش

رجب میں سریۂ عبداللہؓ بن جحش کی نوبت آئی، عبداللہ بن جحش بنی دُودان بن اسد بن خزیمہ کے خاندان میں تھے، جن کے ساتھ گیارہ آدمی، اور بقول بعض آٹھ آدمی مقامِ نخلہ کو بھیجے گئے، یہ وہی مقام تھا جو اس وقت (بعہدِ مصنف) بستانِ ابن عامر کے نام سے مشہور اور عراق کے راستہ پر واقع ہے، ان لوگوں کی مڈبھیڑ قریش کے قافلہ سے ہوئی جس کے (سرگروہ) ابن الحضرمی کو قتل کر کے متعدد اشخاص قید کر لیے اور قافلہ کے سازوسامان سے لدے ہوئے اونٹ ہنکا لائے ؁

مشروعیتِ خمس

عبداللہ بن جحش نے، غنیمت میں جو مال ہاتھ لگا تھا، اُس کا پانچواں حصہ (خمس) تو نکال کے الگ کر دیا کہ اغراضِ اسلامی میں صرف کرنے کے لیے آنحضرت علیہ الصّلوات والتحیّات کی جناب میں پیش کیا جائے) اور باقی چار حصے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیے یہ اُس وقت کی بات ہے جب خُمس کے متعلق قرآن کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، لہذا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معزول کر دیا، تاآنکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اجازت آئی (یعنی آیۂ قرآنی نازل ہوا) تب آنحضرت نے اس تقسیم کو جائز و نافذ قرار دیا ؁

اسلام میں یہ پہلی فے تھی جو تقسیم ہوئی۔ [فے: غنیمت]
اسی جنگ میں، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، عبداللہؓ بن جحش کو امیر المومنین کہہ کر پکارا گیا اور وہ پہلے شخص ہیں جو اس نام سے نامزد ہوئے ؛

شہورِ حرام میں استحلال قتال

قریش نے اس موقع پر (طعنہ) دیا کہ محمدؐ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) شہرِ حرام میں لڑائی حلال قرار دی، شہر حرام سے ماہ رجب مقصود تھا (کیوں کہ اسی مہینہ میں یہ جنگ ہوئی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو صحابہؓ سے عتاب فرمایا کہ میں نے تو شہورِ حرام میں تمھیں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا، صحابہؓ اس پر شرمندہ ہوئے تاآں کہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں یہ حکم نازل فرمایا کہ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ، الآیہ (تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شہرِ حرام میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ الخ) ؛

صومِ رمضان و تحویلِ قبلہ

اسی سال کے شعبان میں ماہ رمضان کے روزے رکھنا فرض ہوئے، شعبان کا نصف مہینہ تھا (یعنی پندرھویں شعبان کو) منگل کے دن ظہر کی نماز میں قبلہ کی تحویل سمت بیت المقدس سے کعبہ کی جانب ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ (وحی نازل ہوئی) آپ نے رخ بدل دیا اور آپ کے پھرنے کے ساتھ ہی پیچھے کی صفیں بھی پھر گئیں، اسی بنا پر اس مسجد کا (جہاں یہ واقعہ پیش آیا یعنی مسجدِ قبا کا) نام مسجدِ قبلتین

(یا مسجدِ ذی القبلتین، یعنی دو قبلوں والی مسجد) پڑا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزۂ ماہِ رمضان فرض ہونے کے تیرہ دن بعد کا یہ واقعہ ہے۔

بانگِ اذان

اسی سال عبداللہؓ بن زید بن عبدِ ربہ انصاری کو جو زید مناۃ ابن حارث بن خزرج کی اولاد میں تھے، اذان کی نسبت خواب دکھایا گیا، جب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی آئی تو اس پر عمل ہوا۔

غزوۂ بدرُ العظمیٰ

بعدہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ بدرِ عظمیٰ ہے کہ اسی کو بدرِ قتال بھی کہتے ہیں، مقامِ بدر (جہاں یہ غزوۂ عظمیٰ ہوا تھا) اُس کے اور مدینہ کے درمیان آٹھ چوکی اور دو میل کی مسافت ہے۔

ماہِ رمضان کی تین شبیں گزر چکی تھیں تین سو گیارہ (۳۱۱) مہاجرین و انصار کے ساتھ آپ روانہ ہوئے جن میں چوہتر (۷۴) مہاجرین اور باقی انصار تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

(الف) تین سو تیرہ تھے۔

(ب) تین سو چودہ تھے۔

لیکن خبرِ مستفیض یہ ہے کہ تین سو دس اور کئی آدمی تھے، تین سو دس سے جو تعداد اوپر تھی (اور جسے عربی میں "بضع" فارسی میں "اند" اور اردو میں "دکئی" کہتے ہیں اور ایک سے نو عدد تک کے لیے اُسے استعمال کرتے ہیں) اسی اکائی کی تعداد میں اختلاف ہوا۔

قریش کی جانب نو سو پچاس (۹۵۰) جنگجو تھے جن میں چھ سو (۶۰۰) زرہ پوش تھے کہ اُن کے ساتھ ایک سو (۱۰۰) گھوڑے تھے

(یعنی سَو سوار اسلحہ بند، تین سو کے پاس نامکمّل اسلحہ اور پانسَو پورے ہتیاروں سے آراستہ تھے)

ماہِ رمضان کے اُنیس (۱۹) دن ہوے تھے کہ جمعہ کی صبح کو لڑائی ہوئی، یہ روایت عبد اللہ ابن اسود نے اپنے باپ سے اُنھوں نے عبد اللہ ابنِ مسعود سے اور خارجہ بنِ زید الانصاری نے اپنے باپ زید سے کی ہے ؛

علقمہؒ ابنِ زید نے ابنِ مسعودؓ سے دوسری روایت کی ہے جو یہ ہے کہ سترھویں رمضان کی صبح کو لڑائی ہوئی، خارجہ بنِ زید نے بھی اپنے والد سے یہی روایت کی ہے، اور جیسا کہ عبد الرحمٰن سلمی کا بیان ہے، حسنؓ بن علیؓ بنِ ابی طالب رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اور محمدؒ بنِ عمر واقدی صاحبِ مغازی وسِیَر بھی اسی جانب گئے ہیں ؛

مشرکین کی جانب سے ستّر (۷۰) قتل اور ستّر قید ہوے جیسا کہ عبد اللہؓ بنِ عبّاس نے عمرؓ بن خطّاب سے روایت کی ہے کہ "جب بدر کے دن ہم نے مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی، اُن میں سے ستّر قتل اور ستّر قید ہوے" ؛

یہ بھی کہا گیا ہے کہ :

(الف) بدر کے قریش اور اُس کے حلیفوں کی جانب سے جو قتل ہوے اُن کی تعداد (۴۷) اور جو قید ہوے اُن کی تعداد (۴۹) تھی ؛

(ب) اُس روز مقتولینِ قریش کی تعداد (۴۵) تھی اور اتنے ہی قید بھی ہوے مسلمانوں میں چودہ (۱۴) آدمی شہید ہوے ؛

تقسیمِ غنیمت

مسعودی کہتے ہیں :

مالِ غنیمت جو (اس جنگ میں) اللہ تعالیٰ نے عنایت

فرمایا تھا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سب تقسیم کردیا، ہر شخص کا ایک حصّہ لگایا اور گھوڑے کے دو حصّہ لگائے، آٹھ آدمی معرکہ میں موجود نہ تھے، اُن کے بھی حصّہ لگائے:

(۱) عثمانؓ بن عفان، رقیہ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انتقال کی وجہ سے (جو اُن کی بیوی تھیں) معرکہ میں یہ شریک نہ ہوسکے، آنحضرت نے اُن کا بھی حصّہ لگایا، اس موقع پر انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ مجھے ثواب بھی ملیگا؟ فرمایا: تجھے ثواب بھی ملیگا:

(۲) طلحہؓ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد ابن تیم بن مرہ بن کعب بن لوّی بن غالب، اُن کا سلسلہ عمرو بن کعب ابن سعد میں ابوبکرؓ صدیق علیہ السّلام کے ساتھ ملتا ہے:

(۳) سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل بن عبد العزیٰ بن ریاح ابن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب، ان کا سلسلہ نُفَیل بن عبد العزیٰ میں عمرؓ بن خطاب کے ساتھ ملتا ہے:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب مدینہ سے نکلے تھے تو اِن دونوں صاحبوں (یعنی طلحہؓ اور سعیدؓ) کو قافلۂ (قریش) کی خبر دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا، لڑائی کے بعد یہ لوگ واپس آئے:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنی تجارت کی غرض سے اُس وقت ملکِ شام میں تھے، اور بدر سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مراجعت فرمانے کے بعد مدینہ پہونچے، آنحضرت نے دونوں کے حصّہ لگائے، دونوں صاحبوں نے عرض کی: یا رسول اللہ، اور ہمارا ثواب؟ ارشاد فرمایا: "تمھارا ثواب خدا کے ذمّہ ہے":

لیکن پہلی ہی روایت زیادہ مشہور ہے اور اسی پر عمل بھی ہے:

(۴) حارث بن صمّہ جو مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن خزرج کی اولاد میں تھے:

(۵) خواتؓ بن جُبَیر بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک ابن اَوس ؛

(۶) حارثؓ بن حاطب انصاری ؛

(۷) عاؓصم بن عدیؓ انصاری ؛

(۸) ابو لُبابہؓ بَشیر بن عبد المنذر الانصاری ثم الاوسی، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا؛

مقدارِ قسمت

ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مالِ غنیمت میں) گھوڑے کے دو حصہ اور سوار کا ایک حصہ لگایا؛ تمام فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے، لیکن (امام) ابو حنیفہؒ نعمانؒ بن ثابت اس کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ مالِ غنیمت میں گھوڑے کا ایک حصہ اور سوار کا بھی ایک ہی حصہ لگایا جائیگا، اُن کے دونوں رفیق ابو یوسفؒ و محمدؒ بن حسن نے اس باب میں اُن سے اختلاف کیا ہے؛

لیکن ابو حنیفہؒ کے قول کی تائید میں اصحابِ ابی حنیفہؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں سے (خاص کر) امیر المومنین علی بن ابی طالب اور ابو موسیٰ اشعری وغیرہ سے متعدد حدیثیں روایت کی ہیں؛

یہ اختلاف ہم نے اس لیے بیان کر دیا کہ اصل واقعہ کے متعلق جو خبر تھی خود وہی اُن سب میں مختلف فیہ ہے؛

بدر میں کتنے دن لگے

غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لیجانے سے

مدینہ میں واپس آنے کے دن تک اُنّیس روز (۱۹) آپ باہر رہے۔

ماہ رمضان میں آٹھ شبیں باقی رہی تھیں کہ مدینہ میں آپ واپس تشریف لائے۔

مدینہ میں آپ نے ابنِ اُمِّ مکتوم کو جو نابینا تھے، اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا، ان کا نام عمرؓ بن قیس تھا اور اُن کا تعلّق بنی عامر بن لوی ابنِ غالب کے خاندان سے تھا۔

جس روز مکّہ میں جنگِ بدر کی خبر پہونچی اُسی دن ابولہب عبدالعزّٰی ابن عبدالمطّلب نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا چچا تھا وفات پائی۔

سریّۂ عُمیرؓ بن عدیؓ

بعدہٗ سریّۂ عُمیرؓ بن عدیؓ بن خرشتہؓ الاوسی ثم الخطمی بجانب عصماء بنتِ مروان، کہ اُمیّہ بن بدر کی اولاد میں تھی، اس عورت کی عادت تھی کہ مسلمانوں کو ایذا پہونچاتی اور اُن کے خلاف دشمنانِ اسلام کو برانگیختہ کرتی، آخر عُمیرؓ نے اُسے قتل کر ڈالا۔

زکاۃِ فطر (فطرۂ صوم) نکالنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسی سال میں دیا ہے۔

سریّۂ سالم بن عُمیرؓ

بعدہٗ سریّۂ سالم بن عُمیرؓ انصاری بجانب ابوعفک کہ عمرو بن عوف کے خاندان کا ایک بوڑھا آدمی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف (تبلیغ اسلام میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی غرض سے) لوگوں کو برانگیختہ کیا کرتا تھا، آخر اُسی سال کے ماہِ شوّال میں سالم ابنِ عُمیرؓ نے اُس کو قتل کر ڈالا۔

غزوۂ بنی قینقاع

ماہِ شوّال کے نصف دن گزرے تھے کہ بنی قینقاع کے یہودیوں سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غزوہ آرا ہوئے، اُن یہودیوں کی تعداد چار سو تھی، آنحضرت علیہ السّلام نے اُن کا محاصرہ کرلیا جو ہلال ماہِ ذی القعدہ تک محصور رہے، آخر آپ کے حکم پر اُتر آئے (یعنی بغیر کسی شرط کے ہتھیار ڈال دیے اور امان طلب کی) عبداللہ بن اُبیّ بن سَلُول نے آپ سے اُن کی جاں بخشی کی درخواست کی کیوں کہ قبیلۂ خزرج کے یہ حلیف تھے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مُلکِ شام کے علاقۂ اذرعات میں اُن کو جلائے وطن فرمایا؛

اُن کا مال واسباب غنیمت میں داخل ہوا جس کا آپ نے خُمس نکالا اور اسلام میں یہ پہلا خُمس تھا جو خود آپ نے نکالا ہے، مالِ غنیمت کے باقی چار حصہ اصحاب پر تقسیم کردیے؛

بقول بعض آپ کا یہ فعل (یعنی خُمس کا سب سے پہلے نکالنا) بدر کا واقعہ ہے؛

مدینہ میں آپ نے اپنا قائم مقام ابو لبابہ بن عبد المنذر الخزرجی کو مقرّر فرمایا تھا؛

غزوۂ سَوِیق

بعدہٗ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وہ غزوہ ہوا جو غزوۂ سَوِیق کے نام سے مشہور ہے کہ ذی الحجّہ میں آپ ابوسفیان صخر بن حرب کی جستجو میں نکلے تھے؛

ابوسفیان نے مَنّت مانی تھی کہ اہلِ بدر کا جب تک انتقام نہ لیگا اُس وقت تک نہ عورتوں کے قریب جائیگا نہ خوشبو استعمال کریگا، اس مَنّت کو پورا کرنے کے لیے مکّہ کے دو سو سوار لے کر نکلا تھا،

مقامِ عُرَیض میں پہونچا تو ایک انصاری کو قتل کر ڈالا اور وہاں کے چند مکانات جلا دیئے۔

جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضؓ اُس کی طلب میں نکلے ہیں تو اُس نے اور اُس کے ہمراہیوں نے (بھاگتے ہوئے) بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے سَویق (ستّو) کی بوریاں (راستہ میں جابجا) پھینکنا شروع کیں، اسی بنا پر اس غزوہ کا نام غزوۂ سَویق پڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی ابولبابہ بن عبدالمنذر ہی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

اسی مہینہ میں (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہٗ) نے (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے زفاف فرمایا۔

مسعودی کہتے ہیں:

(حضرت) فاطمہ رضؓ کی اُس وقت کیا عمر تھی؟ جو اختلاف اس باب میں ہے ہم اُس کا تذکرہ خلافتِ ابوبکر (رضی اللہ عنہٗ) کے بیان میں کر چکے ہیں جہاں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی وفات کا ذکر ہے۔

قربانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل (اسی ماہِ ذی الحجہ کی دسویں کو) قربانی کی جو مسلمانوں نے بھی دیکھی اور اس کا حکم بھی ہوا، آنحضرت علیہ السلام مُصلّٰی (عید گاہ) میں تشریف لے گئے اور (بعد نماز) وہیں دو بکریاں اپنے ہاتھ سے ذبح کیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ہی بکری ذبح کی۔

واقعۂ ذی قار

اسی سال قبیلۂ بکر بن وائل اور اُس فوج کے درمیان،

مقامِ ذی قار میں، جنگ ہوئی، جو خسرو پرویز (پادشاہِ ایران) نے بھیجی تھی، ؛

بکر بن وائل (کی جمعیت) کا سر لشکر حنظلہ بن سیار تھا جو جذیمہ ابن سعد بن عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہنب ابن افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار کی اولاد میں تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کعب بن سعد بن ضبیعہ بن عجل کی اولاد میں تھا؛

خسرو پرویز کی بھیجی ہوئی فوج کا سپہ سالار ہامرز تھا؛

لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ نعمان بن منذر لخمی پادشاہِ حیرہ نے قبل اس کے کہ خسرو پرویز اُس کو قتل کرے، اپنے اہل وعیال ومال واسلحہ کو ہانی بن قبیصہ کے حوالہ کر دیا تھا، پرویز کے طلب کرنے پر ہانی بن قبیصہ بن ہانی بن مسعود بن عامر بن عمرو بن ابی ربیعہ ابن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل نے حوالہ کرنے سے انکار کیا تو فریقین میں نہایت سخت جنگ ہوئی؛

آخر کار ایرانی بھاگ نکلے اور اُن کے ساتھ جو عرب تھے وہ بھی منہزم ہوے، یہ عرب:

(الف) قبیلۂ تغلب کے تھے جن پر بشر بن سوادہ ثعلبی سردار تھا؛

(ب) قبیلۂ طے کے تھے جن کا سردار ایاس بن قبیصہ طائی تھا؛

(ج) قبیلۂ ضبّہ کے تھے؛

(د) قبیلۂ تمیم کے تھے؛

ان دونوں (قبیلوں کی امدادی جماعت) کا سردار عطارد بن حاجب بن زرارہ تھا؛

(ھ) قبیلۂ نمر کے تھے جن کا سردار اوس بن الخزرج النمری تھا؛

(و) قبیلۂ بہراء؛

(ز) قبیلۂ تنوخ، وغیرہ عربی قبائل بھی شریک تھے؛

اس جنگ میں ہامرز (سپہ سالارِ عجم) قتل ہوا؛

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے، بنی عبد القیس

وبنی حنیفہ وغیرہا کہ قبیلۂ بکر بن وائل کی شاخیں تھیں، اُن میں سے کچھ لوگ علاقۂ یمامہ و علاقۂ بحرین سے حج میں آئے تھے اور قبیلۂ بکر بن وائل کی امداد کو جانا چاہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت قبائل عرب پر اپنے آپ کو پیش کر رہے تھے، اُن کے پاس بھی آ کھڑے ہوئے، ابو بکر (رضی اللہ عنہ) آپ کے ساتھ تھے انھیں دعوت دی کہ خدا پر ایمان لائیں؛

اسی موقع پر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اور دغفل بن حنظلہ بن زید بن عبدہ ابن عبداللہ بن ربیعہ بن عمرو بن شیبان کے درمیان، جو علم انساب کا ماہر تھا، وہ ماجرا پیش آیا جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا پڑا کہ اِنّ البلاءَ مُوکّلٌ بالمنطق (حقیقت یہ ہے کہ گفتگو کا لازمہ بلا ہے)؛

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر ایرانیوں پر انھیں فیروزمند فرمایا تو آنحضرت پر ایمان لائیں گے اور آپ کی نبوّت کی تصدیق کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو فتح ونصرت کی دعا دی؛

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ایرانیوں پر عرب غالب آئے تو فرمایا: "ھذا اوّل یومٍ انتصفت فیہ العرب من العجم وبی نُصِروا"، (یہ پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے انصاف حاصل کیا ہے، اور ان لوگوں کو مجھ ہی سے مدد دی گئی)؛

اس جنگ کے نتیجہ میں قبیلۂ بکر بن وائل نے تمام عرب پر فخر کیا ہے، مناقب ومکارم میں اس لڑائی نے اس کی فضیلت بڑھا دی ہے، شعرائے قدیم و مابعد سب نے اس قبیلہ کے محاربات معروفہ و واقعات مشہورہ کے بیان میں اس جنگ کا ضرور تذکرہ کیا ہے؛

ابو تمام حبیب بن اوس طائی (مؤلف حماسہ) نے ابو دُلف قاسم بن عیسیٰ بن ادریس بن مَعقِل بن عُمیر بن شیخ بن مُعاویہ بن خُزاعی ابن عبدالعزیٰ بن دُلف بن جُشَم بن قیس بن سعد بن عجل بن لُجیم

ابنِ صعب بن علی بن بکر بن وائل کی مدح میں جو قصیدہ بائیہ نظم کیا تھا اُس میں نہایت لطیف معنے پیدا کیے ہیں، اس قصیدہ کا پہلا مصرع یہ ہے :-

علی مثلہا من اربع وملاعب

(لازم ہے تو ایسے ہی مقاموں اور بازیگاہوں کا افتخارہ لازم ہے)

اسی میں کہتا ہے :

اذا فخرت یوماً تمیم بقوسہا

(اگر قبیلۂ بنی تمیم نے کسی دن اپنی کمان پر فخر کیا)

علی النّاس اذما وطّدت من مناقب

(تمام لوگوں پر ناز کرنے لگے یا جو فضائل و مناقب اِس قبیلہ نے استوار کر رکھے ہیں اُن پر نازاں ہوئے)

فانتم بذی قار امالت سیوفکم

(تو کیا بڑی بات ہے، تم لوگ تو وہ ہو کہ جنگِ ذی قار میں تمہاری تلواروں نے)

عروش الّذین استرھنوا قوس حاجب

(اُن لوگوں کے تخت سرنگوں کر دیے جنھوں نے حاجب کی کمان گرو رکھائی تھی)

ابو عُبَیدہ مَعْمَر بن مُثنّٰی نے اپنی کتاب میں جس کا نام "الدّیباج" ہے وفا دارانِ عرب کا تذکرہ کیا ہے اور اُن میں (تین شخصوں کو) شمار کیا ہے

(۱) سَمَوْءَل بنِ عادیاء غسّانی؛

(۲) حارث بن ظالم مرّی؛

(۳) عُمَیر بن سَلمیٰ حنفی؛

لیکن (تعجّب ہے) کہ ابو عبیدہ نے ہانی کا ذکر نہیں کیا حالانکہ عرب میں جتنے وفادار گزرے ہیں وہ سب میں زیادہ صاحبِ عظمت؛ سب سے زیادہ حقِ ہمسایگی کو معزّز سمجھنے والا، اور سب سے بڑھ کے ہمسایہ و پناہ گیر کی حفاظت کرنے والا تھا، اس لیے کہ اُس نے اپنی جان کو اور اپنی قوم کو موت کے سامنے کر دیا، تمام مال و دولت کا زوال

واستیصال منظور کرلیا، مستورات کے لیے گوارا کرلیا کہ لونڈی باندی بنائی جائیں، مگر نہ امانت میں خیانت کی اور نہ ودیعت، جو اُس کے سپرد ہوئی تھی، ضائع ہونے دی:

سنۂ تمحیص

ہجرت کا تیسرا سال

غزوۂ قرقرۃ الکدر

محرّم کے نصف دن گزرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسو صحابیوں کی جمعیت میں غزوہ کی غرض سے اُس آبگیر کی جانب تشریف لے چلے جو قرقرۃ الکدر کے نام سے مشہور ہے، یہ آبگیر علاقۂ معدن بنی سُلیم کے نواح میں اُس سڑک کے متصل واقع ہے جو عراق سے مکہ کو گئی ہے، معدن اور مدینہ کے درمیان آٹھ چوکیوں کی مسافت ہے:

اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سُلیم بن منصور بن عکرمہ ابن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار، اور غطفان بن سعد بن قیس ابن عیلان بن مضر بن نزار کے درپے تھے، مگر یہ لوگ ہٹ گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے، ان کا مال واسباب داخلِ غنیمت ہوا اور آنحضرت نے مراجعت فرمائی، مڈبھیڑ نہ ہوسکی:

مدینہ میں آنحضرت علیہ السلام نے ابن اُمِّ مکتوم رضہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا:

سریۂ محمدؓ بن مسلمہ

بعدہٗ سریۂ محمدؓ بن مَسلَمَہ انصاری کی نوبت آئی جو حارثہ بن حارث ابن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کی اولاد میں تھے، یہ چار انصاریوں کے ساتھ کعب بن اشرف یہودی کی فکر میں روانہ ہوئے جو قبیلۂ طے کا ایک شخص تھا اور نبہان بن عمرو بن غوث بن طے کی اولاد میں تھا، اُس کی ماں یہودیوں کے قبیلۂ بنی نضیر کی تھی ؛

یہ شخص اپنے کلام میں مسلمان عورتوں کے نام سے تشبیب کرتا تھا (غزلیں کہتا تھا جن میں مستورات اسلام سے خطاب ہوتا) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرتا تھا اور کنوئیں والوں (یعنی کفّار اہل بدر) کے ماتم میں مرثیے کہتا تھا ؛

محمدؓ بن مَسلمہ کی جماعت نے اُس کو اُسی کے قلعہ میں قتل کرڈالا، یہ واقعہ ماہ ربیع الاوّل کا ہے جس کے پندرہ دن اُس وقت ہو چکے تھے ؛

غزوۂ بحران

بعدہٗ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا غزوۂ بحرانؔ ہے کہ جمادی الآخرہ میں پیش آیا، بحران معدن بنی سلیم کا نام ہے جو حجاز کے نواح فرع میں واقع ہے ؛

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں تشریف لے گئے مگر کفّار کو پہلے ہی سے آپ کی خبر پہونچ چکی تھی اور وہ متفرّق ہو چکے تھے، آخر مڈبھیڑ نہ ہوئی اور آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے مُراجعت فرمائی ؛

اس سفر میں آپ کو دس روز لگے، مدینہ میں آپ نے اپنا قائم مقام ابن اُمِّ مکتوم کو مقرّر فرمایا تھا ؛

غزوۂ بنی غطفان

اسی مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غزوہ بھی فرمایا جس میں چار سو پچاس صحابیوں کی جمعیت کے ساتھ آپ نجد کو تشریف لے چلے تھے اور قبیلۂ غطفان کے درپے تھے، جب اُس مقام تک پہونچے کہ ذی امر کے نام سے مشہور اور بطن نخل کے ادھر واقع ہے تو کفار آپ کے سامنے سے فرار کر گئے، مڈبھیڑ نہ ہوئی اور آپ نے مراجعت فرمائی،:

اس غزوہ میں دس روز آپ (مدینہ) سے باہر رہے تھے، اور عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو مدینہ میں آپ نے اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا:

سریّۂ زیدؓ بن حارثہ

مستہل جمادی الآخرہ میں (یعنی ماہ مذکور تمام ہو چکا تھا اور اُسی دن چاند رات بھی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام زیدؓ بن حارثہ کلبی کے ماتحت اُس مقام کو سریہ روانہ ہوا جو قردہ کے نام سے مشہور ہے، یہ مقام علاقۂ نجد میں مقامات ربذہ و غمرہ ذات عرق کے درمیان عراق کی سڑک پر واقع ہے،:

سریّۂ مذکورہ کو قریش کے ایک قافلہ سے تعرض کرنا تھا جو ملک شام کو جا رہا تھا،:

زیدؓ اس قافلہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے، خُمس (جو اس قافلہ کے مال غنیمت میں سے زیدؓ نے نکالا تھا وہ) بیس ہزار تھا،:

یہ پہلی مُہم تھی جس میں زیدؓ (رضی اللہ عنہ) امیر کی حیثیت میں روانہ ہوئے تھے:

اُمّ المومنین حفصہؓ کے ساتھ نکاح

اسی سال کے ماہِ شعبان میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حفصہ بنت عمرؓ بن الخطاب سے نکاح کیا، اس سے پہلے وہ خنیس ابن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم کے نکاح میں تھیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے تھے اور قبیلۂ بنی سہم کے سوا بجز ان کے کوئی دوسرا شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ بدر میں شریک نہ ہوا تھا: ماہِ رمضان کے نصف دن ہو چکے تھے کہ حسن بن علی ابن ابی طالب علیہما السّلام پیدا ہوئے:

اسی مہینہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا جو اُمّ المساکین (غریبوں کی ماں) کی کنیت سے مشہور تھیں:

غزوۂ اُحد

بعدہٗ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک ہزار آدمیوں کی جمعیّت سے غزوۂ اُحد کو نکلے مگر عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول اس جمعیت میں سے ایک ثلث آدمیوں کے ساتھ آنحضرت علیہ السّلام سے الگ ہو گیا: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس نے مشورہ دیا تھا کہ کفار قریش کے مقابلہ کے لیئے (جو مدینہ کی جانب بڑھے چلے آرہے تھے) باہر تشریف نہ لے جائیں بلکہ مدینہ ہی میں اپنی جگہ پر استحکام کے ساتھ جمے رہیں، اس علیحدگی کی توجیہ میں اُس نے یہ کہا: "عصانی ولم یقبل رأیی" (آنحضرت نے نافرمانی کی اور میری رائے قبول نہ فرمائی۔ نعوذ باللہ من اجترائہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم):

اس موقع پر محض سات سو (۷۰۰) آدمی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رہ گئے:

قریش اور قبیلۂ کنانہ بن خُزیمہ اور اُن کے حلیفوں کی جماعت تین ہزار کی تھی جن میں سات سَو زرہ پوش اور دوسو گھوڑے (سوار) تھے، پندرہ عورتیں بھی تھیں جو اِن لوگوں کو اُبھار اُبھار کے لڑاتی تھیں، انھیں میں ہند بنت عتبہ کا شمار ہے، فوج کی افسری ابوسفیان صخر بن حرب بن اُمَیّہ بن عبدِ شمس بن عبدمناف کے ہاتھ میں تھی،:

شوّال کی سات شبیں گزر چکی تھیں، شنبہ کا دن تھا، کہ مقابلہ ہوا، مسلمانوں میں سَتّر (۷۰) آدمی شہید ہوے، اور بقول بعض پینسٹھ (۶۵) جن میں چار مہاجرین تھے کہ ایک اُن میں حمزہ ابنِ عبد المطّلب رضی اللہ عنہٗ تھے اور باقی انصار تھے:

مشرکین کے تیئیس (۲۳) آدمی قتل ہوے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (بعدہٗ) مدینہ واپس تشریف لائے جہاں آپ نے اپنا قائم مقام ابنِ اُمِّ مکتوم کو مقرّر فرمایا تھا:

واپسی کے دوسرے روز، کہ واقعۂ اُحُد کی نوبت ثانیہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ابوسفیان و جماعت قریش کی طلب میں نکلے، تاآں کہ (جاتے جاتے) اُس مقام تک پہونچے جو حمراءُ الاسد کے نام سے مشہور ہے، یہ مقام مدینہ سے براہِ عقیق دس میل کے فاصلہ پر ہے اور ذی الحُلَیفہ سے بائیں جانب واقع ہے لیکن (قریش کی جماعت روانہ ہوچکی تھی لہٰذا) مطلب فوت ہوگیا، تین دن آپ نے وہاں قیام فرمایا، پھر واپس تشریف لائے:

بعض لوگ اس کو (یعنی اس دوسری نوبت کی مُہم کو بھی) ایک علیحدہ غزوہ کہتے ہیں:

سنہ ۴ ہجری

ہجرت کا چوتھا سال

سریۂ ابو سلمہؓ

بعدہٗ سریۂ ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی ہے جو محرم میں قطن کو روانہ ہوا تھا، علاقۂ نجد کے آخری حصوں میں فید کی سرزمین واقع ہے اور اسی کے نواح میں ایک پہاڑی ہے جسے قطن کہتے ہیں۔

سریۂ عبد اللہ بن انیسؓ

بعدہٗ سریۂ عبد اللہؓ بن انیس جہنی، منسوب بہ جہینہ بن زید بن لیث ابن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ، بجانب سفیان بن خالد ہذلی، یہ سریہ بھی محرم ہی میں روانہ ہوا جس میں کامیابی ہوئی اور عبد اللہؓ ابن انیس نے سفیان بن خالد کو قتل کر ڈالا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبد اللہ بن انیس نے سفیان بن خالد کو قتل تو کیا مگر یہ پانچویں سال ہجرت کا واقعہ ہے۔

ایک تعلیمی مہم

ماہِ صفر میں منذر بن عمرو انصاری قبائل انصار کے ستر (۷۰) آدمیوں کے ساتھ اس غرض سے بھیجے گئے کہ اہل نجد کو قرآن

پڑھائیں اور دینِ اسلام کی تعلیم دیں، ؛

یہ لوگ جب اُس مقام پر پہونچے کہ بیرِ مَعُونہ کے نام سے مشہور ہے اور مدینہ سے چار مرحلہ کے فاصلہ پر سرزمین بنی سُلیم و علاقۂ بنی کِلاب کے درمیان واقع ہے، تو عامر بن طفیل کلابی نے حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا، ؛

جماعت شُہَدَاء میں عامرؓ بن فُہیرہؓ بھی تھے جو ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) کے آزاد غلام تھے ؛

دوسری تعلیمی مہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے (اسی) ماہِ صفر میں عاصمؓ ابن ثابت بن ابو اَفلحؓ انصاری ثمّ الاوسی کو (بھی) نو صحابیوں کیساتھ روانہ فرمایا، ؛

ان کی معیّت میں ایک گروہ قبیلۂ قارہ کا کہ ھون بن خُزَیمہ ابن مُدرِکہ بن الیاس بن مضر کی اولاد میں ہے، اور ایک دوسرا گروہ فرقۂ عَضَل کا تھا کہ وہ بھی قبیلۂ قارہ ہی میں داخل ہے، ؛

ان دونوں گروہوں کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں حاضر ہو کے درخواست کی تھی کہ کچھ ایسے لوگ اُن کے ساتھ کر دیے جائیں جو اُنھیں دینِ اسلام کی تعلیم دیں اور اُس کے مطالب سمجھائیں، اسی درخواست کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے عاصمؓ بن ثابت اور اُن کی جماعت کو بھیجا تھا ؛

عاصم کی جماعت جب اُس مقام پر پہونچی کہ رجیع کے نام سے مشہور ہے تو اُن کے ساتھ غدر و فریب کیا گیا، ؛

مقامِ رَجیع، مشہور موضعِ ہَدْءَہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور خود ہَدْءَہ علاقۂ عُسفان سے سات میل کے فاصلہ پر ہے، ؛

لحیان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر نے اس تعلیمی جماعت (اسلامیہ) کے سات صحابیوں کو تو (وہیں) شہید کرڈالا اور دو گرفتار کر لیے جن میں ایک خبیبؓ بن عدی انصاری تھے جو عمرو ابن عوف بن مالک بن اوس کی اولاد میں تھے، اور دوسرے زیدؓ ابن دثنہ تھے، دونوں بزرگوں کو مکہ لے گئے اور وہاں دونوں کے دونوں شہید کرڈالے گئے ؛

سریۂ عمروؓ وسلمہؓ

بعدہٗ سریۂ عمروؓ بن امیۂ ضمری وسلمہؓ بن اسلم بن حریش ہے جو مکہ میں اس غرض سے گئے تھے کہ ابوسفیان کو اچانک قتل کرڈالیں، مگر ابوسفیان کو خبر ہوگئی اور دونوں صاحب واپس آئے ؛
یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ پانچویں سال ہجرت کا ہے، ؛

غزوۂ بنی نضیر

ماہ ربیع الاوّل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ بنی نضیر کے یہودیوں سے غزوہ فرمایا، کہا گیا ہے کہ:
(الف) بنی نضیر وبنی قریظہ (حضرت) ہارون بن عمران (برادر موسیٰ پیغمبر علیہما السلام) کی اولاد میں تھے ؛
(ب) بنی نضیر (عرب کے) قبیلۂ جذام کے لوگ تھے جو عمالقہ کے مذہب وبت پرستی سے بیزار ہوکے شریعت موسوی کے پیرو ہوگئے تھے، اور شام سے حجاز کی طرف نقل مکان کرکے چلے آئے تھے، ؛
بنی نضیر کا علاقہ نواح غرس ومضافات ومقبرۂ بنی خطمہ میں تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن لوگوں کی صُلح تھی، کچھ روز کے بعد آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ غدر کرنا چاہا مگر آپ کو خبر ہو گئی اور اُن کے نقض عہد سے پہلے نقض کر لیا، یہ لوگ جنگ کے لیے مستعد ہو گئے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشریف لے جا کے محاصرہ کر لیا جو پندرہ روز تک قائم رہا، آخر مقامات فدک و خیبر میں اُن کو جلا وطن کر کے جس قدر اونٹ گھائے بیل بھیڑ بکریاں تھیں لے لیں۔

یہ لوگ خیبر کے ارادہ سے باہر نکلے، پہلے تو اس شان سے چلے کہ راستہ میں) دف بجاتے اور گیت گاتے جاتے تھے، عورتیں رنگین اور معصفر کپڑے پہنے سونے کے زیوروں سے آراستہ تھیں، اس بات سے وہ اپنا ثبات و استقلال ظاہر کر رہے تھے انھیں میں جیسا کہ ہم کو عمر بن شیبہ نمیری سے روایت پہونچی ہے، عُروۃ الصعالیک بن الورد العبسی کی بی بی تھا جو بنی عمر بن عوف کا حلیف تھا، یہ شخص بہت اچھا شاعر تھا، اسی نے ایک طویل قصیدہ میں کہا ہے:

دَعِيْنِيْ لِلْغِنٰى اَسْعٰى فَاِنِّيْ

(اے عورت مجھے جانے دے کہ دولت حاصل کرنے کی کوشش کروں کیونکہ میں نے)

رَأَيْتُ النَّاسَ شَرُّهُمُ الْفَقِيْرُ

(دیکھا ہے کہ سب سے بُرے انسان وہی ہیں جو فقیر و محتاج ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس مہم کے بعد) مدینہ واپس آ گئے جہاں ابن اُمّ مکتوم کو آپ نے اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

تحریم خمر (شراب)

مسعودی کہتے ہیں:

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، اسی مہینہ (ربیع الاوّل) میں شراب حرام ہوئی، یہ امر کہ اس کے حرام ہونے کا سبب کیا تھا؟ اس میں اختلاف ہے،؀

اسی سال کے ماہِ شعبان میں حسینؓ بن علیؓ بنِ ابی طالب (رضی اللہ عنہما) پیدا ہوئے،؀

شوّال میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُمّ سلمہ ہند بنتِ ابواُمیّۂ مخزومی سے نکاح کیا،؀

اسی مہینہ میں، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، ایک یہودی مرد (نے) ایک یہودی عورت (سے) زنا کی تھی، دونوں سنگسار کیے گئے؀

غزوۂ بدرِ ثالثہ

ذی القعدہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک ہزار پانسو (۱۵۰۰) کی جمعیّت میں نکلے جس میں دس گھوڑے بھی تھے (یعنی دس سوار اور باقی سب پیدل تھے)؀

باعث یہ تھا کہ ابوسفیان صخرؔ بنِ حرب نے اُحُد سے واپس جاتے ہوئے واپس آنے کا وعدہ کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے وہاں آٹھ دن قیام کیا،؀

اس غزوہ کا نام غزوۂ بدرِ ثالثہ ہے،؀

ابوسفیان نے قریش کی جماعت کو لے کے مکّہ سے عُسفان کا رُخ کیا، اس جماعت کی تعداد دو ہزار تھی اور اس میں پچاس گھوڑے تھے، مگر قیام نہ کیا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی مدینہ واپس آ گئے، جہاں آپ نے عبداللہ بن رواحۂ انصاری کو اپنا قائم مقام مُقرّر فرمایا تھا،؀

اس غزوہ میں آپ سولہ (۱۶) دِن مدینہ سے باہر رہے؀

سنہ اَحزاب

ہجرت کا پانچواں سال

غزوۂ ذاتُ الرِّقاع

محرّم کی دس شبیں گزر چکی تھیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آٹھ سو کی جمعیّت میں اُس مقام کو روانہ ہوئے جو ذاتُ الرِّقاع کے نام سے مشہور ہے، یہ ایک پہاڑی ہے جو مقامِ نُخَیل کے قریب اور مقامات سَعد و شُقرہ کے متّصل واقع ہے، اُس کے (پتھروں کے) مختلف (گوناگوں) رنگ ہیں، کچھ سُرخ ہیں، کچھ سفید، کچھ سیاہ (یہی وجہ ہے کہ اس کو ذاتُ الرِّقاع کہتے ہیں، یعنی رقعے۔ پیوند والی پہاڑی)؛

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس غزوہ کا نام ذاتُ الرِّقاع اس لیے پڑا کہ (فوج کے) جھنڈوں میں بہت سے رُقعے (یعنی پیوند) لگے ہوئے تھے؛

عرب آنحضرت علیہ السّلام کے مقابلہ سے منتشر ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں کے اندر چھپ گئے؛

نمازِ خوف

مسعودی کہتے ہیں:

اسی غزوہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نمازِ خوف پڑھی، کیوں کہ دشمن قریب اور نگراں تھے، لیکن اس امر میں دُنیائے اسلام کے قدیم فقہا مختلف ہیں کہ یہ نماز کیسی تھی اور اس کی کیفیت و ہیأت

میا تھی ؟ ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کے بعد) مدینہ واپس گئے جہاں آپ نے عثمان بنِ عفان (رضی اللہ عنہ) کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا، ؛

پندرہ شبیں آپ باہر رہے تھے ؛

غَزْوۂ دُومَۃُ الجَنْدَل

بعدہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ دُومَۃُ الجَنْدَل ہے، اور یہ پہلا غزوہ ہے جو رومیوں کے مقابلہ میں آپ نے فرمایا ؛

مقامِ دُومَۃُ الجَنْدَل اور دمشق کے درمیان پانچ شبوں کا فاصلہ ہے، اور مدینہ اور دُومَۃُ الجندل کے درمیان پندرہ شبوں کی مسافت ہے،

یہ بھی کہا گیا ہے کہ (صرف) تیرہ شبوں کا فاصلہ ہے،

دُومَۃُ الجندل کا حاکم اُکَیدَر بنِ عبد الملک تھا جو مذہبًا نصرانی اور ہِرَقل پادشاہِ روم کا فرماں بردار تھا، ؛

مدینہ سے جو لوگ اُدھر کو جاتے اور تجارت کو نکلتے وہ اُن سب سے تعرّض کیا کرتا تھا، ؛

اُکَیدَر کو آنحضرت علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر ملی تو وہ بھاگ گیا اور دُومَۃُ الجَنْدَل میں جتنے لوگ تھے منتشر ہو گئے، ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہونچے تو کسی کو نہ پایا، چند روز مقیم رہے اور پھر مدینہ مراجعت فرمائی جہاں آپ نے ابنِ اُمِّ مکتوم کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا، ؛

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُیَینہ ابنِ حِصن بنِ حُذَیفہ بنِ بدر فُزاری سے مصالحہ فرمایا ؛

غزوۂ بنی المُصطلق

شعبان کی دو شبیں گزری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی المُصطلق بن سعد بن عمرو سے غزوہ فرمایا؛

انھیں لوگوں کو خزاعہ کہتے ہیں جس کی درمیانی شاخیں یہیں سے نکلی ہیں، مُصطلق بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر؛

خزاعہ ان کا نام اس لیے پڑا کہ مارب سے نکلتے وقت قبیلۂ ازد سے (کہ یہی اُن کا قبیلہ تھا) الگ ہو کر مقام بطن مر کی جانب مُنخزع ہو گئے تھے؛

[مُنخزع: وہ لوگ جو الگ ہو جائیں، خزاعہ کے بھی یہی معنے ہیں، عربی میں اس پر الف ولام تعریف نہیں آتا، انخزاع: کسی گروہ سے کٹ کر جدا ہونا]؛

اسی واقعہ کے متعلق قبیلۂ مذکورہ کے شاعر نے کہا ہے:

وَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَرٍّ تَخَزَّعَتْ

(اوپر کی اونچی زمین سے اتر کے مقام بطن مر میں جب ہم لوگ پہونچے تو یہاں پر)

خُزَاعَةُ مِنَّا فِي حُلُولٍ كَرَاكِرِ

{ہم میں سے خزاعہ یعنی جماعت سے کٹ کے جدا ہو جانے والے اُن لوگوں کو لے کے علیحدہ ہو گئے جو ہمارے ہی اندر رہنے والے تھے مگر پیچھے ہٹ گئے}

بنی المُصطلق کا قیام ایک آبگیر پر تھا جو انھیں کی ملکیت میں تھی اور جس کا نام مُریسیع تھا، یہ آبگیر مقام فُرع کی سڑک پر واقع تھی جو مدینہ سے آٹھ چوکیوں کے فاصلہ پر ہے۔ جنگ چھڑی تو انھیں لوگوں کو ہزیمت ہوئی جن میں کے بہتیرے قتل و قید ہوئے، لڑکے بالوں کو لونڈی غلام بنا لیا گیا اور مال و اسباب غنیمت میں داخل ہوا؛

اُمّ المؤمنین جُوَیریہؓ سے نکاح

انھیں باندیوں میں جُوَیریہؓ بھی تھیں، بنت حارث بن ابی ضرار کہ بنی المُصطلِق کے سردار تھے، یہ ایک انصاری کے حصّہ میں آئی تھیں جنھوں نے ایک رقم مقرّر کردی تھی کہ اس کے ادا کرنے پر آزاد ہو جائیں، وہ رقم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ادا کردی اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو اُن سے نکاح کرلیا، ؛

اُن کی برکت سے تمام صحابہؓ نے، جتنے لونڈی غلام باقی رہ گئے تھے، سب کو آزاد کر دیا، ؛

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (اس کے بعد) مدینہ میں مراجعت فرمائی جہاں آپ نے اپنے آزاد غلام زیدؓ بن حارثہ کو اپنا قائم مقام مقرّر فرمایا تھا، ؛

مدینہ سے آپ اس مرتبہ اٹھارہ (۱۸) دن باہر رہے ؛

واقعۂ افک

اُمّ المؤمنین عائشۂ صدیقہؓ پر بہتان

اسی غزوہ میں عائشہؓ (رضی اللہ عنہا) کا ہار کھو گیا اور اُن کی نسبت اہل افک (تہمت لگانے والوں) نے کہا جو کہا، یہ لوگ حسب ذیل تھے :

(۱) مِسطح بن اُثاثہ بن عبّاد بن المطّلب بن عبد مناف، یہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی خالہ کے بیٹے تھے اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہی کے اہل وعیال کے ساتھ رہتے تھے ؛

(۲) حسّان بن ثابت بن المُنذِر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ ابن عدی بن عمرو بن مالک بن النجّار، اسی کو "تیم اللہ" کہتے تھے،

ابن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج ؎

(۳) عبد اللہ بن اُبَیّ بن سلول الخزرجی، ان سب میں یہی اس تہمت کا سرغنہ تھا ؎

(۴) حمنہ بنت جحش بن رباب ؎

اسی ذیل میں لوگوں نے صفوان بن المُعطّل السلمی کا نام بھی لیا ہے جو اس غزوہ میں فوج ساقہ کے افسر تھے ؎

جب (از روے وحیِ الٰہی) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی براءت نازل ہوئی (اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اُن کی پاکدامنی کی شہادت دی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن بہتان باندھنے والوں کو اَسّی اَسّی تازیانہ کی سزا دی، مگر عبد اللہ بن اُبَیّ بن سلول کو چھوڑ دیا اور اس پر حد جاری نہیں کی، اسی باب میں عبد اللہ بن رواحہ کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کعب بن مالک نے کہا ہے:

لقد ذاق حسّان الذی ھو اھلہٗ

(حسّان نے وہی مزہ چکھا جس کے وہ مستحق تھے)

وحمنۃُ اذ قالوا ھجیرًا ومِسطحٌ

(اور حمنہ اور مِسطح بھی اسی کے لذت یاب ہوے کیوں کہ ان سب نے بیہودہ بات کہی تھی)

تعاطوا برجم الغیب زوج نبیّھم

(اپنے پیغمبر کی بیوی پر بے جانے بوجھے ناحق بہتان باندھا)

وسخطۃ ذی العرش الکریم فابرحوا

(خداوند عرش کریم کے غضب و ناخوشی کو انھوں نے اپنے لیے حاصل کیا جس کے نتیجہ میں سختی بھگتی)

اسی سال آیۂ تیمم نازل ہوا جس کی کیفیت میں (کہ تیمم کیوں کر کرنا چاہیئے اور اس کی کیا صورت ہے) سلف و خلف کے درمیان اختلاف ہے[عـ۱]

عـ۱ یہ امر کہ آیۂ تیمم کا نزول اور واقعۂ اِفک یہ دونوں ایک ہی غزوہ میں ہوے یا جدا جدا

غزوۂ خندق

بعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ خندق ہے، کہ اسی کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں، ؛

آنحضرت علیہ السلام کے مقابلہ کو قبائل (۱) قریش (۲) غطفان (۳) سُلَیم (۴) اَسَد (۵) اشجع (۶) قُریظہ (۷) نضیر، اور ان کے علاوہ دوسرے یہودی بھی چلے تھے، ان سب کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) تھی جن میں قریش اور اُن کے پیرو چار ہزار تھے اور اُن کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار چار سو اونٹ بھی تھے، ابوسفیان صخر ابنِ حرب کو سرلشکری حاصل تھی، ؛

مسلمانوں کی تعداد (صرف) تین ہزار کے قریب تھی، ؛

یہ واقعہ ماہِ شوّال کا ہے، اور بقول بعض ذی القعدہ کا، ؛

سلمانؓ فارسی نے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کی صلاح دی جس پر آنحضرت صلوات اللہ علیہ کاربند ہوئے اور گرداگرد خندق کھدوائی ؛

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ غزووں میں، اسمیں بھی اختلاف ہے، صحیح بخاری میں حدیث افک کے الفاظ یہ ہیں: قالت عائشۃ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاھا فخرج فیھا سھمی " اور حدیث نزول آیۂ تیمم کے الفاظ یہ ہیں: "عن عائشۃ قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفارہ "

کتاب سیرۃ النبویۃ میں سید احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: "والتحقیق ان قصۃ الافک فی غزوۂ بنی المصطلق قطعاً والاختلاف انما ھو فی قصۃ التیمم ھل ھی فی تلک الغزوۃ، وبہ جزم ابن عبد البر وجماعۃ او فی غزوۃ ذات الرقاع او غیرھا وبہ جزم آخرون واللہ اعلم "

کفّار نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور (محصور مسلمانوں سے) لڑتے رہے، آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو نصرت و فیروزی عطا فرمائی، احزاب (یعنی مشرکین کی جماعتوں) کو شکست دی، اور ایسے غم و غصّہ کے ساتھ پسپا کیا کہ اُنھیں مطلق کامیابی حاصل نہ ہوئی ؛

مدینہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ابنِ اُمّ مکتوم کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا ؛

اس امر میں اختلاف ہے کہ مشرکین و کفّار کتنے دِن تک خندق کا محاصرہ کیے رہے، بعض تو محاصرہ کی مدّت ایک مہینہ بتاتے ہیں، اور بعض پندرہ دِن، اس کے علاوہ دوسرے ضعیف اقوال بھی ہیں ؛

غزوۂ بنی قُریظہ

بعدہٗ قُریظہ کے یہودیوں سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غزوہ فرمایا، جس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت علیہ السّلام کے مقابلہ میں ان لوگوں نے قریش کو مدد دی تھی ؛

ذی القعدہ کی سات شبیں باقی تھیں کہ خندق سے واپس ہوتے ہوے اُدھر نہضت فرمائی، بنی قُریظہ جہاں مقیم تھے وہ مقام مدینہ سے کچھ کم ایک دِن کی مسافت پر واقع تھا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پندرہ روز تک، اور کہا گیا ہے کہ اس سے بھی زیادہ اُن لوگوں کا محاصرہ کیے رہے، آخر قبیلۂ اَوس کے سردار سعدؓ بنِ معاذ بن نعمان بن امرئ القیس بنِ زید بنِ عبد الاشہل کے فیصلہ پر رضامند ہو کر ہتھیار ڈال دیے، سعدؓ نے فیصلہ کیا کہ اُن میں جو لڑنے کے قابل ہیں قتل کر دیے جائیں اور اُن کے بال بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے ؛

غزوۂ خندق میں سعد کو ایک تیر لگا تھا جس نے شہرگ کاٹ دی تھی، وہ اسی میں علیل و مشرف بموت تھے ؛

بنی قریظہ کے سات سو پچاس آدمی قتل کرڈالے گئے ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے بعد) مدینہ مراجعت فرمائی جہاں آپ نے ابورُہم غفاری کلثوم بن الحُصین کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا ؛

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد سعدؓ بن معاذ انتقال کر گئے ؛

حضرت زینبؓ سے نکاح

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش بن رئاب اسدیہ، منسوب بہ اسد بن خزیمہ ابن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے، جو آنحضرت علیہ السلام کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں، نکاح فرمایا ؛

سریۂ ابوعبیدہؓ

بعدہٗ سریۂ ابو عبیدہؓ بن الجراح الفہری سے، منسوب بہ فہر قریش، ابو عبیدہؓ کا نام عامر تھا، ابن عبد اللہ بن الجراح ابن ہلال بن اہیب بن ضبّہ بن حارث بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ، ؛

یہ سریّہ ماہ ذی الحجہ میں سیف البحر کو روانہ ہوا تھا۔ [سیف البحر: سمندر کا ساحل] ؛

سنۂ استیناس

ہجرت کا چھٹا سال

سریۂ محمدؓ بن مسلمہ

محرم میں محمدؓ بن مسلمہ انصاری کا سریہ بنی قرطاء کی جانب روانہ ہوا جو ابو بکر بن کلاب کی اولاد میں تھے،

یہ لوگ نواحِ ضریّہ میں اُس مقام پر فروکش تھے جسے بکرات کہتے ہیں ضریّہ مدینہ سے سات دن کی مسافت پر واقع ہے۔

غزوۂ بنی لحیان

بعدہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ بنی لحیان ہے، یہ لوگ قبیلۂ ہُذیل کے تھے اور عسفان کے قریب رہتے تھے، جس دن ربیع الاوّل کا چاند دیکھا گیا ہے اُسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طلب میں نکلے، کیوں کہ مقامِ رجیع میں صحابہ اُن کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے اور اُن کا انتقام لینا تھا، مگر اُن لوگوں نے پہاڑ کی چوٹیوں پر پناہ لی (اور بچ گئے)۔

مختصر مہمیں

(۱) اسی دوران میں جیسا کہ کہا گیا ہے، عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ) کا سریہ بجانب اَلقارہ بھیجا گیا مگر وہ بھی پہاڑیوں میں چھپ گئے ؛

(۲) بنی مالک بن فہر کے مقابلہ میں ہلال بن الحارث المزنی بھیجے گئے، مگر بنی مالک بھاگ گئے ؛

(۳) بنی حارث بن کنانہ کے مقابلہ میں بشرؓ بن سوید الجہنی بھیجے گئے، بنی حارث نے ایک جنگل کی جھاڑیوں میں پناہ لی، جس میں بشرؓ نے آگ لگا دی اور سب جل مرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو اس حرکت کو ناپسند فرمایا ؛

آنحضرت صلوات اللہ علیہ (ان مہمات مختصرہ سے فارغ ہو کر) مدینہ واپس آ گئے اور کسی (دشمن اسلام) سے مقابلہ کی نوبت نہ آئی ؛

مدینہ میں آپ نے اپنا قائم مقام ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا تھا، ؛

چودہ راتیں آپ نے مدینہ سے باہر گزاریں ؛

غزوۂ ذی قَرَدْ

بعدہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس مقام پر غزوہ فرمایا، جو خیبر کی سڑک پر بنام ذی قَرَد مشہور اور مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پر واقع ہے، ؛

واقعہ یہ ہوا کہ عُیَیْنہ بن حصن بن حُذیفہ بن بدر الفزاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں پر چھاپہ مارا تھا، جو مقام غابہ میں تھیں، کہ مدینہ سے ایک چوکی یا اس سے زائد کی مسافت پر واقع ہے، ؛

ماہ ربیع الاوّل کی چار شبیں گزر چکی تھیں، چہار شنبہ کا دن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس مہم میں) نکلے اور کچھ اونٹنیاں چھڑا لیں

جس کے بعد مدینہ واپس آ گئے جہاں آپ نے ابن اُمِ مکتوم کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

پندرہ شبیں آپ باہر رہے۔

معمولی اسلامی سرگرمیاں

(۱) سریۂ سعدؓ بن عبادہ خزرجی بجانب مقام مشہور بہ غمیم۔

(۲) سریۂ ابو عبیدہؓ بن جراح بجانب کوہ اجاء و کوہ سلمیٰ کہ قبیلۂ طے کی یہ دونوں پہاڑیاں ہیں۔

(۳) سریۂ عکاشہؓ بن محصن اسدی بمقام غمر جسے غمر مرزوق کہتے ہیں اور کوفہ کی سڑک فید سے دو شبوں کے فاصلہ پر واقع ہے، یہ مقام بنی اسد کے قبضہ میں تھا۔

(۴) سریۂ محمدؓ بن مسلمہ انصاری بماہ ربیع الاول، بجانب ذی القصہ، یہ مقام (یعنی ذی القصہ) عراق کے راستہ میں ربذہ کی سڑک پر واقع ہے اور اس کے اور مدینہ کے درمیان ۲۴ میل کی مسافت ہے۔

قبیلۂ بنی ثعلبہ اور بنی تغلب کے کچھ لوگوں پر یہ مہم روانہ ہوئی تھی، محمدؓ بن مسلمہ کے ساتھ دس صحابی تھے (ایک مقام پر) سو رہے تھے کہ سب کے سب شہید کر ڈالے گئے، صرف محمدؓ (بن مسلمہ) بچ کے نکل گئے مگر وہ بھی زخمی ہوئے۔

(۵) اسی ذی القصہ ہی میں سریۂ ابو عبیدہؓ بن جراح ماہ ربیع الآخر میں روانہ ہوا۔

(۶) سریۂ زیدؓ بن حارثہ بجانب قبیلۂ بنی سلیم، بمقام جموم، یہ مقام بطن نخل کے علاقہ اور اس کے بائیں جانب واقع ہے اور بطن نخل مدینہ سے چار چوکیوں کی مسافت پر ہے۔

(۷) ماہِ جمادی الاُولیٰ میں انھیں زیدؓ بن حارثہ کا سریّہ مقامِ عیص کو روانہ ہوا جو ذی المروۃ کی سڑک ہے اور اُس کے داہنے جانب سمندر کے متصل ایک رات کے فاصلہ پر ہے اور خود ذی المروۃ مدینہ سے چار مرحلہ پر ہے۔

(۸) جمادی الاخرہ میں زیدؓ بن حارثہ ہی کا سریّہ طرف کو بنی ثعلبہ کی جانب روانہ ہوا، طرف ایک آبگیر کا نام ہے جو مقامِ مراض کے قریب اور مقامِ نخیل کے پیچھے، عراق کی سڑک پر مدینہ سے چھتیس (۳۶) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

(۹) جمادی الاخرہ ہی میں زید بن حارثہ کا سریّہ قبیلۂ جذام کی جانب مقامِ حسمیٰ کو روانہ ہوا، یہ مقام (حسمیٰ) وادی القریٰ کے اُدھر، علاقۂ فلسطین کے متصل، اور ملکِ شام میں داخل ہے۔

(۱۰) زیدؓ بن حارثہ ہی کا سریّہ رجب میں وادی القریٰ کو روانہ ہوا، کیوں کہ قبیلۂ فزارہ کے لوگ وہاں مجتمع تھے، اُمِّ قرفہ نے یہاں لڑائی کی طیاری کی لہذا زیدؓ واپس آ گئے۔

(۱۱) سریّۂ عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب، بماہ شعبان بجانب دومۃ الجندل۔

(۱۲) سریّۂ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) بجانب قبیلۂ بنی سعد، بمقامِ فدک، مدینہ اور فدک کے درمیان پانچ شبوں کی مسافت ہے۔

(۱۳) سریّۂ زیدؓ بن حارثہ بماہِ رمضان، بجانب اُمِّ قرفہ، اُمِّ قرفہ کا نام فاطمہ تھا، بنت ربیعہ بن زید الفزاریہ، یہ عورت وادی القریٰ کے نواح میں مدینہ سے سات شبوں کی مسافت پر رہتی تھی، زیدؓ نے (اس مہم میں) قبیلۂ بنی فزارہ کو شکست دی اور اُمِّ قرفہ کو قتل کر ڈالا۔

(۱۴) اسی ماہ میں سریّۂ عبداللہؓ بن عتیک، ابو رافع سلام

ابن ابی الحقیق نضری کی جانب خیبر میں روانہ ہوا جس کو عبد اللہ بن عتیک نے قتل کر ڈالا۔

(۱۵) سریۂ عبد اللہ بن رواحۂ انصاری جو کعب بن الحارث ابن خزرج کی اولاد میں سے تھے، بجانب اُسیر بن رزام یہودی بمقام خیبر، عبد اللہ بن رواحہ نے (اس مہم میں) اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔

مرتدوں کی تادیب

شوال میں سریۂ کرز بن جابر فہری بجانب اہل عرینہ روانہ ہوا، جو مسلمان ہو کے پھر مرتد ہو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو مار ڈالا تھا، اور اونٹوں کو ہنکا لے گئے تھے۔

یہ مہم اس مقام کو روانہ ہوئی تھی جو بنام ذی الجدر مشہور، نواحِ قباء میں ایک چشمہ کے قریب، مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اہل عرینہ پکڑ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لائے گئے، اُن کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور ہاتھ پانوٗں کاٹ ڈالے گئے، لیکن فقہائے اسلام میں اختلاف ہے کہ اس روایت کے مفہوم اور آیۂ محاربہ اور احکامِ محاربین کے درمیان وجہِ توفیق کیا ہے؟

ہم سے ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ الکشی نے (باسناد المذکور فی الکتاب) انس بن مالک انصاری سے روایت کی کہ "قبیلۂ عکل یا قبیلۂ عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوئے تھے، مدینہ میں آ کے علیل ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انھیں دودھ دینے والی اونٹنیاں دی جائیں جن کا دودھ اور پیشاب یہ استعمال میں لائیں،

اس فرمان کے مطابق عمل ہونے کے بعد یہ لوگ چلے گئے،
تندرست ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہوں کو
قتل کر ڈالا اور گلہ کو ہنکا لے گئے، ۞

دن نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی، تلاش میں
(کچھ لوگ) روانہ کیے ہنوز (اچھی طرح) دن نہیں چڑھا تھا کہ گرفتار
کر کے لائے گئے، انجام یہ ہوا کہ اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے
گئے، آنکھوں میں سلائی پھیری گئی (جس کے بعد) گرم پتھروں پر
ڈالے گئے (پیاس سے بیتاب ہو کے) پانی مانگتے تھے مگر نہیں
ملتا تھا، حتیٰ کہ اسی حالت میں سب کے سب مر گئے، ۞

روایت یہ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں
کی آنکھوں میں سلائیاں اس لیے پھروائی تھیں کہ خود اُن لوگوں نے
چرواہوں کی آنکھوں میں بھی سلائی پھروادی تھی، لہٰذا اُن سے بھی
وہی قصاص لیا گیا"، ۞

یزید بن زُریع نے بحوالۂ سلیمان التیمی اَنَس بن مالک سے
اسی طرح روایت کی ہے، ۞

مسعودی کہتے ہیں:

اہلِ عُرینہ [جن کو عربی میں بصیغۂ جمع "عُرنیون" یا "عُرنیین"
کہتے ہیں] عُرینہ بن نذیر بن قسر بن عبقر بن بجیلہ کی اولاد ہیں، ۞
بجیلہ ایک عورت تھی جس کے لڑکے اُسی کے نام سے
منسوب و موسوم ہیں، ۞

اہلِ عُرینہ باپ کی طرف سے اَنمار بن اَراش بن عمرو بن الغوث
کی اولاد ہیں، یہ غوث، اَزد بن الغوث کا بھائی تھا، ۞

جو لوگ ربیعہ اور مُضر فرزندانِ نزار کے قبیلوں کے ماہرانِ انساب ہیں،
اُن کے نزدیک بجیلہ، اَنمار بن نزار بن معد کی اولاد میں ہے، ۞
قبیلۂ کلب میں ایک اور خاندان عُرینہ ہے یعنی عُرینہ بن ثور

ابن کلب بن وَبَرَہ ہے ؎

خاندانِ عُکل کے لوگ (جن کا تذکرہ روایتِ سابقہ میں آیا ہے)
عُکل بن عبدِ مناۃ بنِ اُدّ بن طابخہ بنِ الیاس بنِ مضر کی اولاد میں ہیں ؎

غزوۂ حُدَیْبِیَہ

ذی القعدہ میں غزوۂ حُدَیْبِیَہ پیش آیا، ایک ہزار چھ سو (۱۶۰۰) صحابیوں کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عُمرہ کے لیے تشریف لے چلے قربانی کیلیے ستر (۷۰) جانور آپ کے ساتھ تھے، مشرکوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مکّہ میں داخل ہونے سے روک دیا، لہٰذا حُدَیبیہ میں آنحضرت سلام اللہ علیہ نے قیام فرمایا، یہ مقام (حُدَیبیہ) مکّہ سے نَو (۹) میل کے فاصلہ پر سمتِ حرم کے متصل واقع ہے ؎

بیعتِ رِضوان

اسی مقامِ حُدَیْبِیَہ میں موت کی شرط پر (یعنی اسلام کی نُصرت میں جانیں فدا کر دیں گے) درخت کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی ؎

اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہٗ) کو یہ پیغام دے کے اہلِ مکّہ کے پاس بھیجا کہ آنحضرت علیہ الصّلاۃ والسّلام جنگ کرنے تشریف نہیں لائے ہیں بلکہ محض عُمرہ ادا کرنے کی غرض سے رونق افروز ہوے ہیں، اہلِ مکّہ نے عثمان (رضی اللہ عنہٗ) کو قید کر لیا اور خبر مشہور ہوئی کہ وہ مار ڈالے گئے، یہ ہی واقعہ اس کا باعث ہوا تھا اور اسی موقع پر یہ بیعت منعقد ہوئی تھی ؎

اہل مکہ سے مصالحہ

سُہَیل بن عَمرو بن عبد شمس نے کہ عامر بن لوئی بن غالب کی
یں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوکے
برس کے لیے مصالحت کی درخواست کی کہ اس سال آپ واپس
یف لے جائیں اور اگلے سال معاودت فرمائیں تو اُس وقت
دن کے لیے مکہ کو آپ کے واسطے خالی کردیں گے (آنحضرت
ۃ اللہ و سلامہٗ علیہ نے یہ درخواست منظور کرلی) حُدَیبیہ ہی میں
لی و سر تراشی کے مناسک بجا لائے اور اُسی کو عُمرہ قرار دے کے
یں مراجعت فرمائی جہاں آپ نے ابن اُمّ مکتوم کو اپنا قائم مقام
فرمایا تھا ؛

واقعۂ غدیرِ خُم

حُدَیبیہ سے واپس آتے وقت مقامِ غدیرِ خُم میں رسول اللہ
اللہ علیہ وسلّم نے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ سے
یا کہ «من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہٗ» (میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ
اُس کے مولیٰ ہیں) ؛

یہ واقعہ اٹھارھویں ذی الحجّہ کا ہے ؛

غدیرِ خُم۔ اُس آبگیر کے قریب ہے جو خرّار کے نام سے مشہور
نواح جحفہ میں واقع ہے ؛

اولاد و شیعۂ علی رضی اللہ عنہٗ اس دن کی تعظیم کیا کرتے ہیں ؛
اسی سال لوگ مبتلائے قحط ہوئے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ضان میں نمازِ استسقا پڑھی ؛

پیشگوئی غلبۂ رُوم

اسی سال شہر براز نے جو (خسرو) پرویز بن ہرمز (بادشاہ ایران)

کا افسر تھا، رومیوں سے شکست کھائی اور ایرانیوں پر رومی غالب آئے، انھیں لوگوں کے متعلق (مدتوں پیشتر جب ایرانی غالب اور رومی مغلوب تھے) یہ آیت نازل ہوئی تھی،:

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ، وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ، (ملک کے اونے علاقہ میں رومی مغلوب تو ہو گئے مگر اس مغلوبیت کے بعد عنقریب وہی غالب آئیں گے):

سنۂ استغلاب

ہجرت کا ساتواں سال

غزوۂ خیبر

محرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا غزوہ فرمایا جو مدینہ سے آٹھ چوکیوں کی مسافت پر واقع ہے،:

اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) آدمی اور دو سو گھوڑے (سوار) تھے،:

بعض قلعہ والوں نے مقابلہ کیا جنھیں آنحضرت علیہ السلام نے بزور فتح کرلیا، اور بعض صلح کی جانب مائل ہوئے جنھیں جلائے وطن کر دیا،:

ان لوگوں نے آنحضرت سے درخواست کی کہ زمین کو اس شرط پر انھیں کے ہاتھ میں رہنے دیں کہ وہ خود اس میں کام کریں اور نصف پیداوار ان کو ملے، آنحضرت نے یہ درخواست منظور کرلی،

عبداللہ بن رواحہ انصاری کو تقسیم پیداوار کے لیے آپ
بھیجا کرتے تھے، عبداللہ غزوۂ موتہ میں جب شہید ہوئے
بن صخر کو اُن کی جگہ روانہ فرمایا۔
[اصل میں ہے، فکان یبعث عبد اللّٰہ.... فیخرص
لفظ "یخرص" اصل میں "خراصت" سے ماخوذ ہے جس کے
پھلوں کا اندازہ لگا کر باہم تقسیم کرنے کے ہیں]

عرب میں کفار و مشرکین نہیں رہ سکتے

عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ تک یہ انتظام قائم رہا
حضرت عمرؓ نے (اپنے عہدِ خلافت میں) اُن لوگوں کو حجاز سے
باہر کیا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت
انھوں نے آنحضرت کو یہ کہتے سنا تھا کہ:۔
لا یجتمع دینان فے جزیرۃ العرب (جزیرۂ عرب میں دو مذہب
نہیں رہ سکتے)
فقہائے بلادِ اسلام میں اس روایت کے متعلق اختلاف
کہ ملک بدر ہونے والے کس قدر مواشی اپنے ساتھ
جا سکتے ہیں۔
[اصل میں ہے، فی ھذا الخبر من التنازع..........
ساقاۃ۔ یہ لفظ "ساق الماشیۃ سوقاً" سے نکلا ہے جس کے
معنی ہیں جو ترجمہ میں لکھے گئے۔ اُن دنوں اہل عرب اپنی سب سے
دولت مواشی و دواب ہی کو سمجھتے تھے، لیکن تمدن کی ترقی
ہر قسم کے مال و دولت کی تعمیم لفظ "المساقاۃ" میں پیدا کر دی
جلائے وطن ہونے والوں کو ساتھ لے جانے یا نہ لے جانے
گئے]

حضرت صفیہ سے نکاح

قلعۂ قموص کے لونڈی غلاموں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ (رضی اللہ عنہا) بنت حُیَیّ بن اخطب کو جو قبیلۂ نضیر کی تھیں انتخاب کر لیا (اس سے پہلے وہ) کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرمایا (اور نکاح کر لیا) اور ان کی آزادی ہی کو ان کا زرِ مَہر قرار دیا، عبدالعزیز بن صہیب ثابت بنانی، اور شعیب بن حجاب نے انسؓ بن مالک سے ایسی ہی روایت کی ہے،

لیکن اس روایت کے مفہوم میں (علما کا) اختلاف ہے کہ یہ امر آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے مخصوص تھا (کہ نکاح کی صورت میں لونڈی کی آزادی ہی کو اس کا زرِ مہر قرار دیں اور علیحدہ مہر نہ باندھیں) یا اُمت بھی اس باب میں آنحضرت علیہ السلام کی اقتدا کر سکتی ہے؟

قدومِ جعفرِ طیّار

اسی غزوہ میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مع اپنے ساتھیوں کے ملکِ حبشہ سے واپس آئے اور جنابِ نبوی میں حاضر ہوئے،

ان کی معیت میں اُمِ حبیبہ رملہؓ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بھی تھیں جن کا نجاشی بادشاہِ حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا تھا اور آنحضرت علیہ السلام کی جانب سے زرِ مہر خود ادا کیا تھا،

پہلے وہ عبداللہ بن جحش بن رئاب کے نکاح میں تھیں، جو غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی

ہی تھا۔

عبد اللہ نے (مسلمان ہونے کے بعد) ملک حبشہ میں ہجرت
ام حبیبہ بھی ہمراہ تھیں، (وہاں جا کے) وہ نصرانی ہو گیا تو ام حبیبہ
سے جدا ہو گئیں۔

جعفر کے آنے کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:

مَا ادری بایّھما انا ابشر بفتح خیبر، ام بقدوم جعفر؟)
دو خوشیاں ہیں، اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس
زیادہ مجھے مسرت ہے، خیبر کی فتح سے، یا جعفر کی آمد سے؟)

آنحضرت کو زہر دیا گیا

اسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستِ گوسفند
زہر دیا گیا، یہ گوشت آنحضرت علیہ السلام کے حضور میں زینب
حارث یہودیہ نے ہدیہ بھیجا تھا جو سلام بن مشکم یہودی کی بیوی
پہلے اس نے (لوگوں سے) دریافت کیا تھا کہ رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم کو گوسفند میں کونسا عضو زیادہ پسند ہے، معلوم
تھا کہ دست مرغوب تر ہے۔

زینب نے تمام اعضائے گوسفند کو مسموم کر کے دست میں
بھی) اچھی طرح زہر بھر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب
لے کے حاضر ہوئی، سامنے رکھ دیا تو آنحضرت علیہ السلام نے
ن فرمانا چاہا، ایک ہی لقمہ لیا تھا کہ ناگوار گزرا اور آپ نے
لو نہ کھایا۔

آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے ساتھ بشر بن براء بن معرور
ری نے بھی، کہ قبیلۂ خزرج کے خاندان بنی سلمہ میں تھے، اُس

گوشت کو تناول کیا، بشرؓ تو کھا گئے لیکن آنحضرت نے تھوک دیا اور فرمایا:
یہ ہڈی مجھے خبر دیتی ہے کہ اس میں زہر ملا ہے۔
زینب کو بلوایا (اور اُس سے دریافت کیا) تو اُس نے اعتراف کر لیا۔
پوچھا: کس چیز نے تجھے اس پر آمادہ کیا؟
اُس نے کہا: تو نے میری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ تجھ پر مخفی نہیں، میں نے کہا کہ اگر یہ پیغمبر ہے تو فوراً اس کو معلوم ہو جائے گا (کہ اس گوشت میں زہر ملا ہے) اور اگر بادشاہ ہے تو مجھے بھی اور میری قوم کو بھی اس سے نجات مل جائے گی،
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو چھوڑ دیا اور کچھ مواخذہ نہ کیا۔
لیکن بشرؓ نے جو کھایا تھا اُسی کے زہر سے جب مر گئے تو اُس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (زینب سے قصاص لیا اور) اُس کو قتل کر ڈالا۔

نعمتِ شہادت

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مرض الموت میں جب بشرؓ بن براء کی والدہ عیادت کو آئیں تو آنحضرت علیہ السّلام نے فرمایا:
"اے بشرؓ کی ماں! تیرے بیٹے کے ساتھ خیبر میں جو کھانا میں نے کھایا تھا، اس وقت میں ایسا پاتا ہوں کہ میری رگِ قلب اُس سے کٹ گئی"۔
مسلمانوں کی رائے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نبوّت کی بزرگی تو عطا فرمائی ہی تھی، مگر اُسی کے ساتھ آپ شہید بھی ہوئے، سلمہ بن فضل نے محمد بن اسحاق سے

ہوں نے مروان بن عثمان بن ابی سعید بن المعلّیٰ سے ایسی ہی
یت کی ہے ؛
مسعودی کہتے ہیں :
ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب "غریب الحدیث" میں
کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
مازالت اکلۃ خیبر تعادنی فی کل عامٍ فھٰذا اوان
ت ابھری (خیبر کا کھانا بار بار ایک خاص وقت میں ہر سال
زحمت دیتا رہا حتیٰ کہ اب یہ وقت ہے کہ میری گردن کی
ٹ گئی) ؛

تشریحِ الفاظ

حدیثِ مذکور کی تشریح میں ابو عبید کہتے ہیں :
لفظ "تعادُنی" (بار بار ایک وقتِ خاص میں مجھے زحمت
ہے) "عِداد" سے ہے جو اُس شئے کو کہتے ہیں کہ ایک وقتِ معلوم
پر اُس کی نوبت آ جائے ، مثلاً حمّی ربعی (چوتھے دن کا بخار)
۔ زہر جو ایک خاص وقت میں قتل کا موجب ہوتا ہے" اس لیے
ے زہر دیا جائے کچھ دنوں کے بعد رہ رہ کے اُس پر
دورہ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ وقت آ جاتا ہے جس میں مسموم
ان چلی جاتی ہے ، اس لفظ کی اصلیت (مادّہ) عدد سے نکلی ہے
لفظ "ابہر" (رگِ گردن) جسم کی اُس اندرونی رگ کو کہتے ہیں جس
متصل قلب ہے ، جب یہ رگ کٹ گئی تو پھر زندگی ممکن نہیں ؛

فَدَک

خیبر والوں پر جو گزری تھی جب فدک والوں نے اُس کی خبر سُنی

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن میں سے کِن کِن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کرلی تھی جنھیں آنحضرت علیہ السّلام نے (مصالحین کے حسبِ خواہش) مع مواشی کے نکل جانے دیا تھا، تو اہلِ فَدَک نے جنابِ نبوی میں سفارت بھیج کے درخواست کی کہ انھیں جان کی امان دی جائے اور وہ مال و دولت کو آنحضرت کے لیے چھوڑے دیتے ہیں۔

آنحضرت نے ایسا ہی کیا چنانچہ فَدَک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا، کیوں کہ مسلمانوں نے اُس کو پے سپر نہیں کیا تھا، نہ گھوڑے سے نہ اونٹ سے (یعنی فَدَک پر مسلمان حملہ آور نہیں ہوے تھے)۔

خیبر سے چل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادیِ القُریٰ کو روانہ ہوے، چند روز تک اہلِ وادیِ القُریٰ کا محاصرہ کیے رہے، تاآں کہ بزور فتح کرلیا۔

تسخیرِ تَیماء

اہلِ تَیماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے اُن کے سردار سَمَوْءَل بن عادیاء بن حَیا بن رفاعہ بن حارث بن ثعلبہ بن کعب ابن عمرو بن مُزَیقیاء بن عامر کی اولاد میں سے تھے۔

سَمَوْءَل وفاداران عرب میں ایک (مشہور) شخص تھا، وہ قلعہ اُسی کا تھا جو "اَبلقِ فرد" کے نام سے معروف ہے، اعشیٰ نے کہ قیس بن ثعلبہ کی اولاد میں تھا شُریح بنِ سَمَوْءَل کی مدح کرتے ہوے اُس قلعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، وہ کہتا ہے:

بالابلقِ الفرد من تیماءَ منزلُـہٗ

(تیماء کے قلعۂ اَبلق فرد میں اُس کی فرودگاہ ہے)

حِصنٌ حَصِینٌ وجارٌ غیرُ غدّار

(قلعہ ہے تو مستحکم و استوار ہے اور ہمسایے ہیں تو بے وفا و غدار نہیں ہیں)

اہل تیماء کو جب وادی القریٰ والوں کا انجام معلوم ہوا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کر لی کہ جزیہ دیا کریں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان مہمات کے بعد) مدینہ واپس آ گئے جہاں آپ نے سباع بن عرفطہ انصاری کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔

نقشِ خاتم

محرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس پر یہ الفاظ "محمد رسول اللہ" نقش کرائے، ماہ ربیع الاول میں آنحضرت علیہ السلام نے بادشاہوں کو خطوط لکھوائے جنہیں (خاص) قاصد لے گئے۔
ان خطوط میں اُن بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی تھی اور جتنے خط ان سب کے نام لکھوائے تھے سب کی ابتدا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے کی تھی۔

بسم اللہ کی ابتدا

قریش اپنی تحریروں کا افتتاح "باسمک اللّٰھم" (یا اللہ تیرے نام سے شروع ہے) سے کیا کرتے تھے، یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شروع میں لکھا کرتے تھے، حتّٰی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔
ارکبوا فیہا بسم اللہ مجرٰھا (کشتی میں سوار ہو، اللہ کے نام پر اُس کی رفتار ہے) اب آنحضرت "بسم اللہ" کہنے لگے۔
جب یہ آیت نازل ہوئی، "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایّاما تدعو فلہ الاسماء الحسنیٰ" (کہہ دے کہ تم لوگ اللہ کو پکارو، یا رحمٰن کو پکارو، جو چاہو پکارو، اسماء حسنیٰ اُسی کے لیے ہیں) اب آنحضرت "بسم اللہ الرحمٰن" لکھنے لگے۔

جب یہ آیت آپ پر نازل ہوئی کہ انہ من سلیمان انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم (یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور سلیمان اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہے) تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھنے لگے ؛

کتاب کے "الاخبار المسعودیات" میں جو ہمیں سے منسوب ہے، اُمیّہ بن ابی الصلت ثقفی کے حالات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ قریش "باسمک اللّٰھم" کیوں لکھتے تھے اور اس کا کیا سبب تھا؟ ؛

شاہِ ایران کو دعوتِ اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حُذافہ سہمی کو خسرو پرویز بن ہرمز بادشاہ فارس کے پاس بھیجا جو اُن دنوں عراق کے شہر مدائن میں تھا، خسرو پرویز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پھاڑ ڈالا اور باذام کو[1]، جو مُلک یمن میں اس کی جانب سے فرماں روا تھا، لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے پاس بھیج دے ؛

باذام نے آنحضرت کی جناب میں دو اَسْوَار[2] بھیجے جو سازوسامان وطاقت کے ساتھ روانہ ہوئے ؛

---

[1] یہ لفظ باذان بھی پڑھا جاتا ہے ؛

[2] [اَسْوَار : بضم وبکسر آج کل تو اسوار یا سوار محض راکب کو کہتے ہیں، لیکن ایرانیوں میں جن کی زبان کا یہ لفظ ہے، اسوار یا سوار اُس شخص کو کہتے تھے جو :

(۱) کسی قدر فوج کا سالار ہوتا ؛

(۲) بہت ہی اچھا تیر انداز ہوتا ؛

جو گرفتار کرنے آئے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے

باذام نے دو اَسْوَار جو بھیجے تھے اُن میں ایک فیروز ابن دیلمی تھا دوسرا خر خسرہ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (خر خسرہ نہیں) بابویہ تھا، اُس نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلّم کو باذام کے پاس لے کے آئیں ؛

مدینہ پہونچ کے یہ دونوں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ (۳) گھوڑے پر خوب سوار ہو سکتا ؛

اس موقع پر بھی اسوار سے انھیں اوصاف کا سوار مُراد ہے ؛

عربی میں اسوار کی جمع اَسَاوِرَہ آتی ہے، مگر یاد رہے اساورہ قدیم ایرانیوں کی ایک خاص جماعت کا نام بھی تھا جو بعدِ اسلام بصرہ میں آکے آباد ہوے تھے، اسی طرح سرخ پوش ایرانیوں کی ایک جماعت کوفہ میں آکے آباد ہوئی تھی جنھیں اَحَامِرہ کہتے تھے، یہ دونوں جماعتیں اپنے قدیم قومی مذہب پر قائم تھیں، جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ :

(۱) فاتحانِ اسلام نے ایرانی مجوسیوں کو تبدیلِ مذہب پر کبھی مجبور نہیں کیا ؛

(۲) فاتحانِ اسلام نے ایرانی مجوسیوں کو جلاے وطن ہونے پر کبھی مجبور نہیں کیا ؛

(۳) فاتحانِ اسلام کی جانب سے اجازت تھی کہ خاص ترین اسلامی مرکزوں میں بھی ایرانی مجوسی اگر چاہیں تو بود و باش رکھ سکتے ہیں' ؛

بہر حال یہاں جن اسواروں کا تذکرہ ہے اُن کو اساورۂ بصرہ سے تعلّق نہ تھا' ؛

عربی میں اس لفظ کا تَلَفُّظ دو طرح پر ہے (۱) اَسْوَار (۲) اِسْوَار] ؛

کی جناب میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ شیرویہ بن پرویز نے اپنے باپ (خسرو پرویز) کو کہ اُن کا بادشاہ تھا، آج شب میں قتل کرڈالا ہے۔ یہ سُن کے دونوں باذام کے پاس لوٹ گئے اور اُسے بھی خبر دی، آخر جب وہی بات نکلی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمائی تھی، تو وہ دونوں مسلمان ہوگئے، باذام بھی اسلام لایا، اور اَبناء بھی جو صنعا میں تھے (خدا اور رسول پر) ایمان لائے۔

اَبنَاء

اَبناء[1] وہ تھے جو خُرزاد بن نرسی بن جاماسپ، برادر قباذ بن فیروز بادشاہ کے ساتھ مُلکِ یمن کو روانہ ہوئے تھے۔

ایرانی مُہمّ یمن

نوشیروان (بادشاہِ ایران) نے اسی خُرزاد کے منصب کا نام وَہرز رکھا تھا، یہ درجہ اُسے اُس وقت ملا ہے جب سیف

---

[1] (اَبناء کے لفظی معنے تو بیٹوں کے ہیں، لیکن دراصل یہ قدیم ایرانیوں کی وہ جماعت تھی جو ایران سے نکل کے یمن میں رہ پڑی تھی، اس کا پورا نام "اَبناءُ الفرس" تھا، یعنی فارسی نژاد، اور یہ لقب عربوں نے دیا تھا جسے دوسرے لفظوں میں "مُوَلَّد" کہتے ہیں،

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو ایرانی عرب میں آئے تھے خود اُنھیں اَبناء نہیں کہتے تھے، بلکہ اَبناء اُن کی نسل کا نام تھا، عربی میں اس جماعتِ اَبناء سے جب کسی کو منسوب کرتے ہیں تو اُسے اَبناوی یا بَنَوِی لکھتے ہیں]۔

یزن حمیری (بادشاہ یمن) کے ساتھ خرزاد کو بھیجا ہے کہ وہ
ر کے مقابلہ میں، جو یمن پر چھا گئے تھے، سیف بن ذی یزن
سے ۔

ایرانیوں نے مسروق بن ابرہۃ الاشرم کو شکست دی جو
لے حبشی فرماں رواؤں میں آخری حکمراں تھا ۔
اس فتح کے بعد خود ایرانیوں نے وہیں قیام کیا اور
میں رہ پڑے ۔

یمن کے حبشی فرماں روا

اہل حبشہ میں سے چار فرماں رواؤں نے یمن پر حکومت کی
(۱) اَرْیاط، اور بقول بعض اَبْرَہۃ اَشْرَم ۔
(۲) اَبْرَہہ، یہ وہی اَبْرَہہ ہے کہ ہاتھی لے کے کعبہ
ب چلا تھا جس کا تذکرہ قرآن میں ہے ۔
(۳) یکسوم بن اَبْرَہہ ۔
(۴) مسروق بن اَبْرَہہ ۔
ان لوگوں نے کچھ اوپر ستر (۷۰) برس حکومت کی ۔
ساحل حبشہ سے ساحل یمن کی جانب آنے کے لیے
نے اُس مشہور مقام سے سمندر کو عبور کیا تھا جسے مَنْدَب
ب، یہ دو پہاڑیاں ہیں ۔
اس سمندر میں جتنے مقاماتِ عبور ہیں اُن میں یہ سب سے
مقام ہے، اس کا عرض فقط ایک میل کے قریب ہے،
یمن میں اسی مندب کے متصل ساحل مخا واقع ہے جو
زبید کے ساحل غلافقہ کے نزدیک ہے، آجکل (بقیہ مصنف)
ابن زیاد کے علاقہ میں شامل ہے ۔

ایک تاریخی شُبہہ کا ارتفاع

بعض لوگ (بجائے خُرزاد کے جو ایران کا سرلشکر اور مُلک یمن کا فاتح تھا) وَہرِز دَیلمی کہتے ہیں (لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں، خُرزاد اُس کا نام تھا اور وَہرِز خطاب) ٭
علاقۂ دَیلم و کوہستان کی مرزبانی (صوبہ داری) اُس کو (ایرانی سلطنت کی جانب سے) ملی تھی اس لیے دَیلمی (یعنی قوم دیلم کی نسل میں) نہ تھا ٭

دعوۃ نامۂ اسلام پادشاہوں کے نام

(۱) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دِحیَہ بن خَلیفۂ کلبی کو ہرقل پادشاہِ روم کے پاس بھیجا، دِحیَہ کا پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:
دِحیَہ بن خلیفہ بن فَروہ بن فَضالہ بن زید بن امرئ القیس ابن خَزرَج، خزرج کے معنے ٹڈی کے ہیں (یہ لقب تھا) اور نام زید مَناۃ تھا، بن عامر بن بکر بن عامر اکبر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات ابن رُفَیدَہ بن ثور بن کلب ٭

(۲) عَمرو بن اُمیّۂ ضمری کو نجاشی پادشاہِ حبشہ کے پاس بھیجا، جس کا نام اصحمہ بن اَبجر تھا ٭

(۳) قبیلۂ عبد القیس کے مُنذر بن ساویٰ کے پاس، جو علاقۂ بحرین کا حاکم تھا، علاء بن الحضرمی کو بھیجا ٭

(۴) سَلیط بن عمرو العامری کو ہَوذہ بن علی حنفی فرماں روائے یمامہ کے پاس بھیجا ٭

(۵) شجاع بن وہب الاسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس بھیجا جو ہرقل پادشاہِ روم کی جانب سے دمشق و مضافات کا فرماں روا تھا، حارث مقامات جولان و مرج الصُّفّر میں رہا کرتا تھا ٭

(۶) حاطبؓ بن ابی بلتعۂ لخمی کو مُقوقس کے پاس بھیجا جو اسکندریّہ و مصر میں قبطیوں کا حاکم تھا ؛

حاطبؓ کو (بجائے لخمی کے) عبسی (بھی) کہا گیا ہے ، یہ قبیلۂ بنی اسد ابن عبد العزّیٰ کے حلیف تھے ؛

مُقوقس کا نام فرقب نوبی تھا بحرف نون (مُقوقس لقب تھا) نون اصل میں قبطیوں کا ایک قبیلہ ہے ، مسعودی کہتے ہیں :

ان سفیروں کے حالات اور جو لوگ اُن کے ساتھ بھیجے گئے تھے اُن کے واقعات ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء وسلاطین کے پاس جو سفیر بھیجے ، تمام بادشاہوں اور قوموں کے پاس جو وفد گئے ، اُن سب کی کیفیت ، آج تک کہ مطیع عباسی کا عہد خلافت اور سنۂ ۳۴۵ھ ہے ، ہم اپنی کتاب "فُنُونَ المعارف و ماجریٰ فی الدہور السوالف" میں بیان کرچکے ہیں ؛

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چھٹے سال فتحِ خیبر سے پیشتر ، ان بادشاہوں کے پاس سفیر بھیجے تھے ؛

سرایا

(۱) ان واقعات سے فراغت ہوئی تو شعبان میں عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کا سریّہ اُس مقام کو روانہ ہوا جو تُربہ کے نام سے مشہور ہے ، تُربہ نواحِ عُبلاء میں مکہ سے چار شبوں کی ، اور بعض کا قول ہے کہ پانچ شبوں کی ، مسافت پر واقع ہے ، یہ مُلکِ یمن کے شہرِ صنعاء و نجران کا راستہ ہے ؛

(۲) اسی مہینہ میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا سریّہ روانہ ہوا بجانبِ کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ابن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار ؛

یہ سریّہ نواحِ ضریّہ کو روانہ ہوا تھا ؛

(۳) اسی مہینہ میں سریّۂ بشیرؓ بن سعد انصاری خزرجی مقام فدک کی جانب بنی مرہ کے مقابلہ میں روانہ ہوا ؛

بنی مرہ بن عوف بن سعد بن ذُبیان بن بَغیض بن ریث بن غَطفان ابنِ سعد بن قیس بن عیلان بن مضر؛

بشیرؓ بن سعد کے جتنے ساتھی تھے سب مجروح یا مقتول ہوئے اور وہ خود مقتولین میں سے زخمی اُٹھا کے (مدینۂ شریفہ) لائے گئے؛

ایک کلمہ گو کا قتل

(۴) ماہِ رمضان میں سریّۂ غالبؓ بن عبداللہ اللیثی مقام میفعہ کو روانہ ہوا جو نواحِ نقرہ میں کہ نجد کے متصل ہے، بطنِ نخل کے ادھر، مدینہ سے آٹھ چوکیوں کے فاصلہ پر واقع ہے؛

اسی سریّہ میں اُسامہؓ بن زید بن حارثہ نے اس شخص کو قتل کیا جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مراجعتِ سریہ کے بعد یہ واقعہ سُن کے) اُسامہ کو اُس کلمہ گو کے قتل پر ملامت کی؛

اُسامہ نے عرض کی: انما قالھا احتجازًا (اس نے تو کلمۂ توحید محض قتل سے بچنے کے لیے کہا تھا) ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھَلَّا شَقَقْتَ عن قلبہ فتعلم أصادقٌ ھو ام کاذبٌ؟ (کیوں نہ اس کا دل چیر کے دیکھ لیا کہ معلوم ہو جاتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟) ؛

اللہ تعالےٰ نے اسی امر کے متعلق وحی نازل فرمائی: ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مُؤمِنًا (جو تم کو سلام کرے اُس کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے) ؛

(۵) شوال میں سریۂ بشیرؓ بن سعد انصاری یمین وجبارہ کو روانہ ہوا، یہ دونوں مقامات جناب کے پاس پاس ہیں اور مقام جناب خیبر اور وادی القریٰ کے مقابل واقع ہے۔

عمرۃ القضاء

ذی القعدہ کی چھ شبیں گزر چکی تھیں کہ دوشنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۂ قضا کے لیے برآمد ہوئے جس کے ادا کرنے سے پچھلے سال مشرکوں نے آنحضرت علیہ السلام کو حدیبیہ میں روک دیا تھا۔ مشرکین (حسب شرائط صلحنامۂ حدیبیہ) مکہ سے نکل گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شہر میں) تشریف لائے اور مع صحابہؓ کے تین دن قیام فرما کر مدینہ مراجعت فرمائی جہاں آپ نے سباعؓ بن عرفطہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

ام المومنین میمونہؓ سے نکاح

قدوم مکہ ہی کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونۂ ہلالیہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا جو عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کی خالہ تھیں۔

بلاد اسلام کے فقہائے متقدمین کا اس باب میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نکاح کیا ہے تو اس وقت آپ حالت احرام میں تھے یا نہیں۔

میمونہ (رضی اللہ عنہا) حارث کی بیٹی تھیں بن حزن بن بجیر ابن الہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ ابن بکر بن ہوازن۔

ان کی والدہ ہند تھیں، بنت عوف بن زہیر بن الحارث

ابنِ حماطہ بن جُرش جو قوم حِمیَر کے تھے؛

ہند ہی کا لقب عجوزِ جُرشیہ ہے (یعنی خاندان جُرش کی بوڑھی بی بی) اور وہ تمام لوگوں میں باعتبار اپنی ماؤں کے شریف ترخاتون مانی جاتی تھیں، اُن کی آٹھ بیٹیاں تھیں:

(۱) میمونہ؛

(۲) لُبابۂ کبریٰ؛

(۳) لُبابۂ صغریٰ؛

(۴) عصمار؛

(۵) عزہ؛

یہ سب حارث بن حزن کے صُلب سے تھیں؛

(۶) سلمیٰ؛

(۷) اسماء؛

(۸) سلامہ؛

ان تینوں کے والد عُمَیس تھے، بن مَعَد بن حارث بن تیم بن کعب ابن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک ابن نسر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن افتل، یہ خثعم بن انمار کی جماعت کے لوگ ہیں، اگرچہ انمار کے نسب میں اختلاف ہے کہ قبیلۂ نزار ابنِ معد بن عدنان کی اولاد میں شامل کرتے ہیں، اور قبیلۂ قحطان کے ماہران فنِ انساب اُسے اراش بن عمرو بن غوث بن نبت بن زید بن کہلان بن سبا بن یعرب بن قحطان کے خاندان میں داخل مانتے ہیں؛

خواہران حضرت میمونہ اور اُن کی اولاد

جیساکہ ہم لکھ چکے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا، اور حمزہ بن عبدالمطلب نے اُن کی بہن،

...سے نکاح کیا جن کے بطن سے اُمۃ اللہ اور بقول بعض، امامہ بنت حمزہؓ پیدا ہوئیں،

عباسؓ بن عبد المطلب نے لُبابہؓ کبریٰ سے نکاح کیا جن کی کنیت اُمّ الفضل تھی، لبابہؓ کے بطن سے عباسؓ کے چھ لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی؛

(۱) فضلؓ جو لاولد تھے؛
(۲) عبد اللہؓ جو خلفائے بنی عباس کے مورث تھے؛
(۳) عبید اللہؓ
(۴) معبدؓ، یہ دونوں صاحبِ اولاد تھے؛
(۵) قثمؓ؛
(۶) عبد الرحمٰنؓ، ان دونوں صاحبوں کے اولاد نہ تھی؛
(۷) اُمِ حبیبؓ؛

ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں نہ ان چھؤں بھائیوں سے زیادہ کوئی شریف ہے اور نہ اتنی دور دور کسی کی قبریں ہیں، فضلؓ نے ملکِ شام میں طاعون عمواس میں انتقال کیا، عبد الرحمٰنؓ و معبدؓ افریقیہ میں مرے، قثمؓ نے سمرقند (ترکستان) میں وفات پائی، عبد اللہؓ طائف میں جاں بحق ہوئے، اور عبید اللہ مدینہ میں؛

جعفرؓ بن ابی طالب نے اسماءؓ سے نکاح کیا جن سے تین لڑکے ہوئے، عبد اللہؓ، عونؓ، محمدؓ؛

پھر اسماءؓ (حضرت جعفرؓ کے شہید ہونے پر) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں آئیں جن سے محمدؓ پیدا ہوئے؛

بعدہٗ علیؓ بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے اُن سے نکاح کیا اور اُن سے بھی دو لڑکے یحیٰؓ و عونؓ ہوئے، یہ دونوں صاحب لاولد تھے؛

ولید بن مغیرہ مخزومی نے لبابہ صغریٰ سے نکاح کیا جن سے خالدؓ بن ولید پیدا ہوئے؛

باقی لڑکیاں دوسرے مختلف شوہروں کے عقدِ نکاح میں آئیں جو سبقتِ اسلام و شرافتِ نسب میں ان بزرگوں کے مُماثل نہ تھے ؎

سال تمام کی مہمیں

(۱) ذی الحجہ میں سریّۂ ابنِ ابی العوجاءؓ السُلمی بنی سُلیم کی جانب روانہ ہوا جس میں ابنِ ابی العوجاءؓ کے ساتھی کام آئے اور وہ خود بھی زخمی ہوئے مگر بچ گئے ؎

(۲) ذی الحجہ ہی میں سریّۂ عبد اللہ بن ابی حَدرَدؓ اسلمی مقامِ غابہ کو روانہ ہوا جس میں عبد اللہؓ نے رفاعہ بن زید جُشمی کو قتل کیا ؎

(۳) سریّۂ مُحیّصہؓ بن مسعود بطرف نواحِ فدک ؎

(۴) ذی الحجہ ہی میں (دوسرا) سریّۂ عبد اللہ بن ابی حدرد کی سرگروہی میں مقامِ اِضَم کو روانہ ہوا، اس جماعت میں ابو قتادہ اور مُحلِّم بن جثامہ بھی تھے ؎

مُحلِّم اور عامر بن اَضبط اشجعی کے درمیان عہدِ جاہلیت کا کچھ (کینہ) تھا جس کی بناء پر مُحلِّم نے عامر کو قتل کر ڈالا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عامر نے مُحلِّم کو اسلامی سلام کیا تھا، اس پر بھی مُحلِّم نے انھیں قتل کر ڈالا، یہ آیت بہ روایت بعض اسی کے متعلق نازل ہوئی: ولا تقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مومنا تبتغون عرض الحیاۃ الدنیا (جو تمھیں سلام کرے اُس کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے، دُنیاوی زندگی کے مال و متاع کی خواہش رکھتے ہو) ؎

سنۂ فتح

ہجرت کا آٹھواں سال

(۱) سریۂ غالب بن عبد اللہ لیثی رض ماہِ صفر میں قبیلۂ بنی ملوّح کی جانب مقامِ کدید کو روانہ ہوا جو مقاماتِ عُسفان و قُدَید کے درمیان واقع ہے؛

(۲) صفر ہی میں ایک سریۂ بنی مُصاب کی جانب روانہ ہوا، یہ لوگ مقامِ نَیبَر کے تھے کہ علاقۂ فدک میں واقع ہے؛

اسی ماہ میں (الف) عمرو رض بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سُعَید ابن سَہم بن عَمرو بن ہُصَیص بن کعب بن لُوی بن غالب اور (ب) خالد رض ابن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مُرّہ بن کعب ابن لوی، مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے؛

(۳) ماہ ربیع الاول میں سریۂ شجاع رض بن وہب اسدی مقام سِیّ میں بنی عامر کی جانب روانہ ہوا، یہ مقام نواحِ رُکبہ میں موضع تربہ کے مُتصل واقع ہے، اور رُکبہ علاقۂ معدن بنی سُلیم کے اُدھر مدینہ سے پانچ شبوں کی مسافت پر ہے؛

(۴) اسی ماہ (ربیع الاول) میں سریۂ کعب رض بن عُمیر غفاری مقامِ ذاتِ اُطلاح کو روانہ ہوا جو وادی القُریٰ کے اُدھر مُلکِ شام کے علاقۂ دمشق میں مقاماتِ تبوک و اَذرِعات کے درمیان واقع ہے؛

اس مُہم میں کعب رض بن عُمیر کے تمام رُفقا شہید ہوئے اور مدینہ میں وہ خود زخمی اُٹھا کے لائے گئے؛

نصرانیوں سے جنگ

(۱)

سریۂ مُوتہ

(۵) جُمادی الاُولیٰ میں رومیوں سے جنگ کے لیے وہ سریّہ روانہ ہوا جس کے افسر (الف) زیدؓ بن حارثہ (ب) جعفرؓ بن ابی طالب (ج) اور بنی حارث بن خزرج کے عبد اللہ بن رواحہ انصاری تھے ؛

یہ مُہم مقامِ مُوتہ کو بھیجی گئی تھی جو ملکِ شام کے علاقۂ دمشق کے نواحِ بَلقاء میں واقع ہے ؛

سبب یہ تھا کہ شُرحبیل بن عمرو الغسّانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارثؓ بن عُمیر اَزدی کو جو حکمرانِ بُصریٰ کے پاس بھیجے گئے تھے، شہید کر ڈالا تھا، اُن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی قاصد شہید نہیں ہوئے ؛

تین ہزار صحابہؓ اس مُہم میں تھے، جن کے ساتھ رومیوں نے ایک لاکھ کی جمعیت سے مقابلہ کیا، یہ فوج ہرقل نے ان کے مقابلہ کے لیے بھیجی تھی جو اُن دنوں انطاکیہ میں مقیم تھا ؛

رومیوں کا سرلشکر تیاد وقس بطریق تھا اور قبائلِ غسّان وقضاعہ مُتنصِّرۂ عرب کا (یعنی اُن عربوں کا جو رومیوں کے اثر سے نصرانی ہو گئے تھے) شُرحبیل بن عمرو غسّانی افسر تھا ؛

اس جنگ میں زیدؓ بن حارثہ، جعفرؓ بن ابی طالب اور عبد اللہ ابن رواحہ شہید ہوئے ؛

جعفرؓ بن ابی طالب ایسی حالت میں شہید ہوئے کہ (جان ان پہ

کھیل گئے تھے) اپنے گھوڑے کے پچھلے پانؤں کاٹ ڈالے تھے، یہ پہلا گھوڑا تھا جس کے پچھلے پانؤں عہدِ اسلام میں کاٹے گئے (شہادت کے بعد جعفرؓ کی لاش اس حالت میں ملی کہ اُن کے جسم پر کچھ اوپر نوّے (۹۰) زخم تھے اور یہ سب زخم آگے ہی کی جانب تھے) خالدؓ بن ولید لوگوں کو لے کے واپس آ گئے ﴿

(۲)

سریۂ ذات السّلاسل

(۶) جُمادیٰ الآخرہ میں عمروؓ بن العاص کا سریّہ مقام ذات السّلاسل کو روانہ ہوا جو وادیِ القُریٰ کے اُدھر واقع ہے اور اُس کے اور مدینہ کے درمیان دس دن کی مسافت ہے، ﴿

رومیوں اور مُتنصّرۂ عرب کی جماعتوں سے عمروؓ بن العاص کو مقابلہ پیش آیا تو اُنھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے امداد طلب کی، آنحضرت علیہ السّلام نے ایک امدادی سریّہ روانہ فرمایا جس میں اَبُوبکرؓ و عُمرؓ و ابوعُبَیدہ بنِ جراح (بھی) تھے (رضی اللہ عنہم) ﴿

اس مُہم میں عمروؓ بن العاص سے بعض قابلِ اعتراض افعال سرزد ہوئے، مثلاً غسل کی ضرورت ہوتے ہوئے اُنھوں نے نمازِ باجماعت ادا کی اور باوجود اس کے کہ سردی کی شدت اور زخموں کی کثرت سے لوگوں کو (شب میں) آگ جلانے کی ضرورت تھی لیکن اُنھوں نے ممانعت کردی، وغیر ذٰلک، ﴿

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس طرزِ عمل کی اطلاع پہونچی تو آپ نے اس کو جائز قرار دیا، کیوں کہ عمروؓ بن العاص نے بیان کیا کہ فوجی مصلحت اسی بات کی مقتضی تھی ﴿

(۷) رجب میں سریۂ ابوعبیدہؓ بنِ جرّاح، سرزمینِ جُہینہ کی جانب روانہ ہوا جو علاقۂ ساحلِ بحر کے نواح میں واقع ہے اور

اُس کے اور مدینہ کے درمیان پانچ شبوں کی مسافت ہے؛

(۸) سریۂ ابو قتادہؓ بن نعمان بن ربعی انصاری خزرجی شعبان میں مقامِ خضرہ کو روانہ ہوا جو ولایتِ نجد کے علاقۂ محارب میں واقع ہے؛

(۹) اسی مہینہ میں ابو قتادہؓ کا دوسرا سریہ بطن اضم کو روانہ ہوا جو مقامات ذی خشب و ذی المروہ کے درمیان، مدینہ سے تین چوکیوں کے فاصلہ پر ہے؛

فتح مکّہ

ماہِ رمضان کی تین شبیں گزر چکی تھیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غزوۂ مکّہ کے لیے، کہ اسی کو "غزوۂ فتح" بھی کہتے ہیں، دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ تشریف لے چلے اور مکّہ میں داخل ہو گئے؛

مدینہ میں آپ نے اپنا قائم مقام ابو رہم غفاری کو مقرر فرمایا تھا؛

مسعودی کہتے ہیں:

اس باب میں اختلاف ہے کہ مکّہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مُصالحانہ داخل ہوئے تھے یا محاربانہ؟ ابو عمرو عبد الرّحمٰن بن عمر الاوزاعی جو قومِ حمیر کے قبیلۂ اوزاع کے تھے، اور دوسرے فقہائے شام و عراق، نیز اصحابِ ظاہر مثلاً ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی وغیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّہ کو بزورِ شمشیر فتح کیا تھا؛

حُرمتِ مکّہ کے متعلق بحث

فتح مکّہ کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مہاجرین صحابہؓ کو مکّہ میں اُن کی جس قدر زمینیں تھیں اور جو مکانات تھے اجازت دیدی

اُن سب پر قابض ہو جائیں، اور ان زمینوں اور مکانوں کو مالِ غنیمت میں قرار دیا۔

یہ لوگ جو بزورِ شمشیر فتح مکہ کے قائل ہیں اُن کی دلیل یہ ہے:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا ان اللہ حبس الفیل عن مکۃ وسلط علیھم رسولہ والمومنین، الا نھا لم تحل لاحد قبلی ولا تحل لاحد بعدی (آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو مکہ پر حملہ کرنے سے روک لیا تھا، مگر اپنے پیغمبر اور مسلمانوں کو اُس نے اہل مکہ پر مسلط کر دیا، آگاہ رہو کہ مکہ مجھ سے پیشتر کسی پر حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی پر حلال ہوگا)۔

(۲) پھر آنحضرت ہی نے ارشاد فرمایا تھا کہ "سفلگانِ قریش کو دیکھتے ہو، یہ جہاں ملیں انھیں کاٹ کے ڈال دو"۔

(۳) پھر آپ نے ابن خطل، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، اور مقیس بن صبابہ وغیرہم کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیا تھا۔

اسی طرح کی اور بھی دلیلیں ہیں۔

امان کا اعلان

لیکن ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ اور اُن کے موافقین کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بزورِ شمشیر نہیں داخل ہوئے تھے بلکہ صلح و امن کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور اہل مکہ کو پہلے ہی امان مل چکی تھی کیوں کہ آپ نے فرما دیا تھا:

"جو اپنے گھر کے اندر چلا جائے اُسے امان ہے، جو ہتیار ڈال دے اُسے امان ہے"۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے، وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم

(وہی خدا ہے جس نے مشرکین کو تم پر دراز دستی سے باز رکھا اور تمھیں اُن پر مکہ کے اندر مظفر و منصور بنانے کے بعد تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے) ؛

روایت ہے کہ یہ آیہ غزوۂ حُدَیْبِیَہ میں نازل ہوئی تھی، ابوجعفر محمد بن جریر الطبری نے ہم سے اسی طرح روایت کی ہے (عن بِشْر ا (۲) معاذ عن یزید بن زریع عن سعید عن قتادہ ؛

مفتوحین کا مال بھی محفوظ رہا

یہی مذہب (جو امام شافعی سے ماثور ہے) ابوعبداللہ مالک بن اَنَس الاَصْبَحِیْ کا بھی ہے جو قوم حِمْیَر کے ذی اَصْبَحْ بن مالک کی اولاد میں ہیں، ؛

اور اُن کے علاوہ دوسرے فقہائے مدینہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جب اہل مکہ کو جان کی امان حاصل ہوئی تو اُن کا مال بھی اسی امان کے ضمن میں تھا (یعنی جان کے ساتھ مال بھی محفوظ رہا اور انھیں کچھ بھی نقصان نہ ہونے پایا) ؛

مفتوحین پر احسان

دوسرے فُقہا جن میں ابوعُبَید قاسم بن سلّام بھی شامل ہیں، یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو (بزورِ شمشیر فتح کرنیکے بعد اہل مکہ پر یہ احسان کیا کہ سب مال و متاع انکو واپس دیا نہ اُسکو (فاتح لشکر پر) تقسیم کیا اور نہ مال غنیمت قرار دیا۔ اسی طرح کے اور بھی مختلف استدلال کیے گئے ہیں ؛

معاندین کی تلاش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شخصوں کے قتل کرڈالنے کا

حکم دیا تھا:

(۱) ان میں ایک عبداللہ تھے، ابن سعد بن ابی سرح ابن حُبَیبْ بن جَذِیمَہ بن نصر بن مالک بن حِسْل بن عامر بن لُوَیْ، یہ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کے ماں جائے بھائی اور کاتبِ وحی بھی تھے،

لیکن پھر یہی شخص مرتد و مشرک ہوگیا اور مکہ میں جارہا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قتل کا حکم دیا تو عثمان (رضی اللہ عنہ) نے عبداللہ کو چھپا دیا اور پھر لے کے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے کہ اس واجب القتل کی نسبت کیا حکم ہے؟

آنحضرت دیر تک خاموش رہے، پھر فرمایا: ہاں (اس شخص کا اسلام قبول ہے)

عثمان (رضی اللہ عنہ) جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو لیے ہوئے واپس گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین صحابہ سے خطاب کیا:

آگاہ رہو کہ واللہ میں دیر تک اسی لیے خاموش رہا تھا کہ تم میں سے کوئی اُٹھ کے اُس کی گردن مار دے،

ایک انصاری نے عرض کی: فھلا اومأت یا رسول اللہ؟ (یا رسول اللہ پھر آپ نے اشارہ کیوں نہ کیا؟)

آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے فرمایا: ان النبی لا یقتل بالاشارۃ (پیغمبر اشارہ سے قتل کا حکم نہیں دیا کرتے)

(۲) عبداللہ بن خَطَل کہ تیم بن غالب بن فہر بن مالک کی اولاد میں تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس شخص کا نام ہلال بن خطل تھا مگر اسی کو عبداللہ بھی کہتے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو

مُصَدِّق[۱] مقرر کیا تھا۔

ابن خَطَل کے ساتھ ایک انصاری اور اُن کا ایک لڑکا بھی تھا لڑکے نے کچھ مخالفت کی جس پر ابنِ خَطَل نے اُسے شہید کر ڈالا اور مُرتد و مُشرک ہو گیا۔

اس کی دو لونڈیاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں گیت گایا کرتی تھیں آنحضرت نے حکم دیا کہ اسی کے ساتھ یہ دونوں بھی قتل ہوں۔

(۳) مِقیَس بن صُبابہ، یہ شخص خاندان بنی کلب کا تھا، کلب ابن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ ابن مُدرِکہ بن الیاس بن مُضر، ایک انصاری نے غلطی سے مِقیَس ابن صُبابہ کے ایک بھائی کو قتل کر ڈالا تھا، مقیس نے اُن انصاری کو شہید کیا اور مرتد ہو کے مکہ واپس چلا گیا تھا۔

(۴) عِکرمہ بن ابی جہل المخزومی (یہ مسلمان ہو گئے اور نصرانیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کی شہادت حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ، کے ابتدائے عہدِ خلافت کا واقعہ ہے)۔

(۵) حُوَیرِث بن نُقَیذ بن وہب بن عبدِ قصی، مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہونچایا کرتا تھا، علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اُس کو قتل کیا۔

(۶) سارہؔ خاندان عبد المطلب کی یہ ایک آزاد لونڈی تھی، مکہ میں یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتی تھی۔

———(۰)———

---

[۱] [مُصَدِّق: مُحَصِّل زکاۃ، وہ شخص جو لوگوں سے مالِ زکاۃ وصول کر کے بیت المال میں داخل کرنے پر مامور ہو]

مُہمّاتِ نواحِ مکّہ

بُت شکنی

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (بعد فتح و نصرت) مکّہ کے اِردگرد سرایا بھیجے:

(۱) پہلا سریّہ خالدؓ بن الولید کا تھا جو عُزّیٰ کو توڑنے کیلیے ماہِ رمضان میں بمقامِ نخلۂ یمانیہ روانہ ہوا تھا، خالد نے اُس بُت کو توڑ ڈالا۔

(۲) ماہِ رمضان ہی میں سریّۂ عمرو بن العاص مقامِ رُہاط کو روانہ ہوا، عمرو نے اُس بُت کو توڑ ڈالا۔

(۳) اسی مہینہ میں مَناۃ کو توڑنے کے لیے بہ مقامِ مشلّل سریّۂ سعدؓ بن زید الاَشہلی روانہ ہوا جو قبیلۂ اَوس کے تھے، سعدؓ نے اس بُت کو توڑ ڈالا۔

(۴) سریّۂ خالدؓ بن سعید بن العاص بمقامِ عُرَنہ۔

(۵) سریّۂ ہشامؓ بن العاص بمقامِ یلیلم۔

(۶) شوال میں سریّۂ طُفیلؓ بن عمرو دَوسی ذی الکفّین کی جانب روانہ ہوا جو عمرو بن حُممہ دَوسی کا بُت تھا، طفیل نے اس بُت کو توڑ ڈالا۔

(۷) سریّۂ خالدؓ بن الولید بجانب بنی جذیمہ بن عامر بن عبدِ مناۃ ابنِ کنانہ بن خزیمہ بن مُدرِکہ۔

یہ لوگ مکّہ سے نشیب میں اُس مقام پر فروکش تھے جو یَلَملَم کے قریب مکّہ سے ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خالد بن الولید کو محض دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا تھا، مگر خالدؓ بن الولید نے مقامِ غُمیصاء میں

اُن لوگوں کو قتل کر ڈالا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنی جذیمہ کے بقیۃ السیف کو) مقتولین کا خوں بہا عنایت فرمایا۔

غزوۂ حُنین

بعدہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ ہوازن سے غزوہ فرمایا، کہ اسی کو غزوۂ حُنین بھی کہتے ہیں۔

مسعودی کہتے ہیں:

حُنین ایک وادی کا نام ہے جو مقام ذی المجاز کی سمت واقع ہے، اس وادی میں اور مکہ میں تین شبوں کا فاصلہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار اہل مکہ کی جمعیت میں تشریف لے چلے تھے اور اس جمعیت کے ساتھ دو سو گھوڑے بھی تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑوں کی تعداد اس سے زیادہ تھی،

صفوان بن اُمیّہ کے پاس کچھ زرہیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مستعار طلب فرمائیں وہ اُن دنوں مُشرک تھے، اُن کے مسلمان ہونے سے یہ دو مہینے پہلے کا واقعہ ہے۔

صفوان نے عرض کی: اَغصبًا یا محمّد؟ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا غصب کرنا مقصود ہے؟)۔

فرمایا: بل عاریۃ مضمونۃ حتّٰی نؤدیھا الیک (نہیں غصب کرنا مقصود نہیں، بلکہ ضمانت کے ساتھ مستعار لینا مقصود ہے، یہاں تک کہ پھر تمھیں واپس کر دیں)۔

صفوان نے سو زرہیں پیش کیں اور اُن کے لوازم جو ہتیار درکار تھے وہ بھی دیے،۔

لیکن اس روایت میں اختلاف ہے، الفاظ بھی مختلف ہیں اور سندیں بھی مضطرب ہیں۔

مسألۂ عاریۃ

عاریت میں آیا ضمانت شرط ہے (یا نہیں) لوگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے:

(۱) عاریت میں ضمانت مشروط ہے، جیساکہ (امام) شافعیؒ کا قول ہے، عاریت دینے والا خواہ یہ شرط کرے یا نہ کرے (بہرحال ضمانت لازم ہوگی) یہ قول عبد اللہ بن عباس وابوہریرہ (رضی اللہ عنہما) سے منسوب ہے، اور ان کے علاوہ دوسرے بھی اس کے قائل ہیں:

(۲) عاریت میں ضمانت مشروط نہیں جیساکہ (امام) ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت، وصاحبینؒ (امام ابویوسفؒ وامام محمدؒ) وسفیانؒ ثوری واہلِ ظاہر کا قول ہے، اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام وعبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے یہ منسوب ہے:

(۳) عاریت دینے والا جب شرط کریگا اُس وقت ضمانت مشروط ہوگی، جیساکہ قتادہ وغیرہ کا قول ہے:

(۴) مالکؒ کا قول ہے کہ عاریت کی جو چیزیں علانیہ ظاہر ہوں مثلاً لونڈی، غلام، جانور، مکان، اُن میں ضمانت نہ ہوگی، اور جو چیزیں سونے، چاندی، زیور، وغیرہ، کی قسم سے ہوں گی اُن میں ضمانت ہوگی، البتہ اگر کوئی قدرتی حادثہ مجبوری پیش آئے یا معذوری کا کھلا ہوا سبب ہو تو ان صورتوں میں ضمانت کی قید نہ ہوگی، اسی طرح کے اور اقوال بھی ہیں لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ:

(الف) عاریت لینے والا اُس چیز کا مالک نہیں ہوجاتا:

(ب) مالک سے جو چیز عاریت لی ہے، اگر اُس نے اجازت دی ہے تو اُس کو استعمال کرسکتے ہیں:

(ج) عاریت لینے والا اگر اُس عاریت کو تلف کردے تو اُسے ضمانت (یا نقصان) بھرنا پڑے گا۔

ہوازن سے مقابلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ اوطاس میں ہوازن سے ملاقی ہوئے جن کے افسر (الف) مالک بن عوف نصری، منسوب بہ نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس ابن عیلان بن مضر بن نزار (ب) اور دُرید بن الصمۃ الجشمی، منسوب بہ جشم بن بکر بن ہوازن تھے۔

دُرَید عرب کا ایک مشہور شہسوار اور بہادر تھا، اُس وقت وہ بہت ہی بوڑھا بالکل اندھا ہو چکا تھا اور دو سو برس سے عمر متجاوز ہو چلی تھی، اب اُس میں کچھ نہ تھا، فقط تبرک ہی تبرک رہ گیا تھا کہ اُس کی رائے سے برکت حاصل کریں۔

قبیلۂ ہوازن کے (سرداروں میں سے) جو لوگ اس معرکہ میں شریک ہوئے اُن میں نصر، جشم پسرانِ معاویہ بن بکر بن ہوازن اور سعد بن بکر بن ہوازن، اور کچھ لوگ بنی ہلال بن عامر بن صعصعہ ابن معاویہ بن بکر بن ہوازن کے تھے۔

بنی عُمَیر یعنی اولادِ عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کا کوئی ایک شخص بھی شریک نہ ہوا، نہ کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کا، نہ اولادِ کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ جو (۱) عُقیل (۲) حریش (۳) قُشَیر (۴) جعدہ (۵) عبد اللہ (۶) حبیب پسرانِ کعب تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر کار سب کو ہزیمت دی اور سب کے مال واسباب و ذریات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غنیمت میں دلا دئے، اسی معرکہ میں دُرید بن الصمۃ ہوازن کے تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ

مارا گیا اور مالک بن عوف نے بھاگ کے جان بچائی ؛

غزوۂ تبوک

رجب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک فرمایا جو ملکِ شام میں دمشق کے متصل واقع ہے، تبوک اور مدینہ کے درمیان نوّے (۹۰) فرسنگ یعنی بارہ (۱۲) شبوں کی مسافت ہے،

اس غزوہ میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے ساتھ تیس ہزار کی جمعیت تھی جس میں گھوڑے دس ہزار اور اونٹ بارہ ہزار تھے؛

اس مہم کا نام "جیشِ عُسرۃ" (فوجِ تنگ دستی) ہے اس لیے کہ (بمقابلۂ کفّار) اُس وقت نکلنے کا حکم ملا کہ میوے اور پھل خوش مزہ ہو چلے تھے، گرمی سخت ہو چکی تھی، سایہ میں لطف آنے لگا تھا، اور بُعدِ مسافت، پانی کی تنگی، خرچ کی کمی، اور سواری کی کمیابی سے مقابلہ کے لیے نکلنا گراں گزر رہا تھا؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) دولتمندوں کو خرچ و سواری (یا بار برداری) فراہم کرنے کی ترغیب دی،؛

تبوک میں پہونچ کے آنحضرت علیہ السّلام نے کچھ اوپر دس شبیں گزاریں، دو دو رکعتیں (ان ایام میں) نماز ادا کرتے رہے (یعنی نمازیں قصر فرماتے رہے) اس کے بعد آنحضرت نے مدینہ میں عَود فرمایا جہاں علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو اپنا قائم مقام مقرّر کیا تھا؛

کچھ لوگ اس جانب گئے ہیں کہ:

(الف) مدینہ میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے ابورُہم غفاری رض کو اپنا قائم مقام مقرّر فرمایا تھا، اور اپنے اہلِ بیت کی نیابت و نگرانی علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے سُپرد کی تھی؛

(ب) ابنِ اُمِّ مکتوم کو قائم مقام فرمایا تھا؛

(ج) محمدؐ بن مسلمہ کو قائم مقام فرمایا تھا۔
(د) سباع بن عرفطہ کو قائم مقام فرمایا تھا۔

عبداللہ بن اُبی (منافق) ایک مقام میں جو بنام جُرف مشہور تھا کچھ فوج کے ساتھ پیچھے رہ گیا اور شرف رفاقتِ نبوی فریضۂ جہاد کا حق ادا نہ کیا۔

حدیثِ منزلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو اس سے پیشتر کبھی مدینہ میں نہیں چھوڑا اب جو اپنی قائم مقامی میں انھیں ٹھہرنے اور شریکِ جہاد نہ ہونے کا حکم دیا تو آثارِ کراہت وناگواری (اُن کے بشرہ سے) محسوس ہونے لگے، اسی موقع پر اور اسی غزوہ میں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

أفلا ترضى ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى؟ الا انه لا نبي بعدى (کیا تو راضی نہیں کہ بلحاظ میرے وہی منزلت تجھے حاصل ہو جو بلحاظ موسیٰ کے ہارون کو حاصل ہوئی تھی، لیکن آگاہ رہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں)۔

سببِ تخلّف

مشہور ترین روایت یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اور جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں، کس لیے پیچھے رہ گیا؟ تو اس کا سبب "کتاب الاستذکار لما جرے فی سالف الاعصار" میں ہم بیان کر چکے ہیں جس کے مابعد ہماری

یہ کتاب (التنبیہ والاشراف) ہے:

ثلاثۂ متخلفہ

اسی غزوہ میں اُن تین صاحبوں کا قصہ پیش آیا جو پیچھے رہ گئے تھے (اور اس مہم میں شریک نہ ہو سکے تھے) انھیں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا:-

وعلی الثلاثۃ الذین خُلّفوا حتیٰ اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت (اور اُن تینوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے، تا آں کہ زمین باہمہ فراخی وکشادگی اُن پر تنگ ہوگئی) یہ تینوں صاحب انصاری تھے (اور اُن کے نام یہ ہیں):

(الف) کعب بن مالک الخزرجی:
(ب) مُرارۃ بن الربیع الاوسی:
(ج) ہلال بن امیۃ الاوسی:

قیصر روم سے مراسلت

اسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہرقل بادشاہ روم سے مراسلت ہوئی، اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب آنحضرت علیہ السلام تبوک میں مقیم تھے اور قیصر اُن دنوں شہر حمص، و بقول بعض دمشق میں، تھا، ان مراسلات کے واقعات وحالات ہم اپنی پچھلی کتابوں میں لکھ چکے ہیں:

فتح دُومۃ الجندل

تبوک ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید مخزومی

کو اُکَیدَرؔ بن عبد الملک کندی فرماں روائے دُومۃ الجندل کے پاس بھیجا، خالدؔ نے دجب اُکَیدَرؔ کو برسرِ پرخاش پایا کہ عداوۃِ اسلام میں نہایت سرگرم ہے) اُس کو گرفتار کرلیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے دومۃ الجندل کو آنحضرت علیہ السّلام کے لیے مفتوح فرمایا۔

نصرانیت اسلام کی پناہ میں

اُسْقُف اَیلہ (یعنی علاقۂ اَیلہ واقع مُلکِ شام کا بڑا پادری جو وہاں کا حاکم تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوا، یہ اُس وقت کی بات ہے کہ آنحضرت ہنوز تبوک ہی میں تھے، اس پادری کا نام یُحَنّہ (یوحنا) بن روبہ تھا، اُس نے آنحضرت سے مصالحت کی قرار داد کرلی جس کی شرط یہ تھی کہ اس علاقہ میں جتنے بالغ انسان ہیں سب کی طرف سے ایک دینار (جزیۂ سالانہ) حضورِ نبوی میں ادا کرتا رہے گا۔

علاقۂ اَذرُح کے لوگ بھی پیشگاہِ نبوّت میں حاضر ہو کے صُلح کے خواستگار ہوے کہ وہ بھی جزیہ دیتے رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مان لیا اور اُن کو ایک عہد نامہ لکھ دیا۔

اسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو آختہ کرنے کی ممانعت فرمائی۔

غزوۂ تبوک آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا آخری غزوہ تھا۔

جنابِ نبوی کے شہید کرنے کی سازش جو ناکام رہی

غزوۂ تبوک سے واپس ہوتے ہوے کچھ منافقوں نے سازش کی کہ دھوکا دے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب میں ناگاہ

شہید کر ڈالیں اور ثنیہ میں ڈال دیں، یہ وہی لوگ ہیں جو اصحابِ عقبہ کے نام سے مشہور تھے۔

اُن لوگوں نے یہ سازش جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی تھی، اللہ تعالےٰ اُن کے اور اس سازش کے درمیان حائل ہوگیا اور آنحضرت صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ کو اُن پر غالب فرمایا، کتاب الاستذکار میں جہاں ہم نے اس غزوہ کا ذکر کیا ہے وہیں اُن کے واقعات اور نام بھی بیان کیے ہیں۔

مسجدِ ضرار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد ضرار (جو تفریق کلمۂ مسلمین کے لیے تھی) ڈھادی جائے اور جلادی جائے، یہ مسجد بنی سالم بن عوف کے محلہ میں تھی جو قبیلۂ اَوس کے لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے اسی باب میں یہ آیہ نازل فرمایا:۔

الذین اتخذوا مسجدًا ضرارًا وکفرًا وتفریقًا بین المومنین وارصادًا لمن حارب اللہ ورسولہ (یعنی وہ لوگ جنھوں نے ایسی مسجد بنائی کہ اُس سے ضرر رسانی وکفر اور ایمان داروں کے درمیان پھوٹ ڈالنا اور جن لوگوں نے اللہ و رسول سے جنگ کی اُن کا انتظار کرنا مقصود ہے)۔

شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اُمِّ کلثومؓ انتقال کر گئیں۔

ہلاکِ نفاق

اسی سال کے ماہ ذی القعدہ میں عبد اللہ بنِ اُبی بن مالک ابن الحارث بن عُبَیْد بن مالک بن الحُبلیٰ نے وفات پائی، حُبلیٰ کا

اصلی نام سالم بن غنم بن عوف بن الخزرج بن حارثہ تھا، ؛
عبداللہ بن اُبیَّ کی دادی سلُول قبیلۂ خزاعہ کی تھی، اور ابن اُبیَّ اسی کی نسبت سے مشہور تھا، ؛

یہ شخص ایک منافق تھا، رسول اللہ علیہ وسلّم ہجرت کر کے جب مدینہ تشریف لائے ہیں تو یہ وہ وقت تھا کہ اسے (قبائل مدینہ کا) حاکم بنانے کے لیے تاج تیار ہو رہا تھا، (لیکن آنحضرت علیہ السّلام کے آتے ہی) اس کا بازار سرد ہو گیا اور یہی وجہ تھی کہ بر بنائے ظاہر اگرچہ اس کو ناچار مسلمان ہونا پڑا مگر دل میں اسلام سے عداوت ہی رہی ؛

آمدنی کا وہ حصّہ جو اسلام کے لیے مخصوص ہوا

اسی سال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (خدا کے حکم سے) صدقات کے فرائض مقرّر فرمائے، اور زمین کی پیداوار میں جس کی آب پاشی آبِ رواں (یعنی نہر و تالاب) سے ہوئی ہو عُشر (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) اور جو زمین کنویں سے سینچی گئی ہو اُس کی پیداوار میں نصف عُشر واجب ٹھہرایا، اس باب میں فقہائے بلادِ اسلام کا اختلاف ہے کہ وسق و حصر یعنی بارش کے پانی اور اُس پانی سے جو روک رکھا گیا ہو اگر آب پاشی کی جائے تو اُس کی پیداوار کے کیا احکام ہیں ؛

نیابتِ نبوی موسمِ حج میں

ذی الحجہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سالارِ حج بنا کر روانہ فرمایا کہ اپنی پیشوائی میں لوگوں کو حج کرائیں، ؛

سورۂ براءۃ (توبہ) نازل ہوا تو اُس کی سات ابتدائی آیتیں علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو تلقین کر کے انھیں حکم دیا کہ منٰی میں جب لوگ فراہم ہوں تو انھیں سنا دیں اور اعلان کردیں کہ:

(۱) بہشت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا؛

(۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرنے پائیگا؛

(۳) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جس کسی کے حق میں (جس مُدت کے لیے) کوئی عہد و پیمان کیا ہو انقضاے میعاد تک وہ نافذ رہے گا اور اُس کی پابندی ہوگی،؛

(۴) فرمایا کہ اعلان کے دن سے لوگوں کو چار مہینہ کی مُہلت دو کہ سب اپنی اپنی جاے پناہ میں چلے جائیں، اس مدت کے بعد کسی مشرک کے لیے نہ کوئی عہد ہوگا اور نہ ذِمّہ داری باقی رہ جائے گی؛

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو خاص اپنی اونٹنی عَضباء پر سوار کرا کے بھیجا؛

فرقۂ شیعہ کے اصحابِ نصّ میں اور معتزلہ کے اصحابِ اختیار میں (یعنی اُن لوگوں میں جو امامت و خلافت کو منصوص من اللہ مانتے ہیں اور جو انتخابِ اُمت پر اس کو منحصر گردانتے ہیں) نیز خوارج و مُرجیہ و فقہاے بلادِ اسلام وغیرہم، مثلاً حشویہ و نابتہ، غرض کہ اہلِ قبلہ کے جتنے فرقے ہیں اس روایت کے متعلق سب کے درمیان اختلافات و تاویلات ہیں؛

نتیجۂ اعلان احکام

مسلمانوں نے بھی حج کیا اور مشرکوں نے بھی اپنے اپنے مقامات و منازلِ شرک کے مطابق یہ رسم ادا کی،؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے منیٰ میں حق تبلیغ ادا کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا ایک سال بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ تمام عرب، جن کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی، دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، شرک سے ننگ ونفرت کرنے لگے، اور اُس پر قائم رہنے سے پشیمان ہوئے ؛

سنۂ حجۃ الوداع

ہجرت کا دسواں سال

ملک شام کے علاقۂ فلسطین میں (واقعات سال گزشتہ کے بعد) اسامہ رضؓ بن زید کا سریّہ مقامات یُبْنیٰ وازدُود کی جانب روانہ ہوا ؛

ربیع الاوّل میں خالدؓ بن الولید کا سریّہ ملک یمنؔ کے علاقۂ نجران میں جماعت عبد المدان کی جانب روانہ ہوا جو بنی الحارث بن کعب کے لوگ تھے، بنی الحارث بن کعب وہی ہیں جو عَرِیب بن زید بن کہلان کی اولاد میں ہیں، ؛

پیغمبرزادۂ اسلام کی وفات

اسی ماہ ربیع الاوّل میں ابراہیمؓ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی، روزِ ولادت سے وفات تک ایک سال دس مہینے دس دن کی عمر پائی تھی، ؛

سورج میں اُسی دن گہن لگ گیا، کچھ لوگوں نے کہا:۔

یہ محض اُن کی موت کے باعث گہن لگا ہے، ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف ادا کی

اور پھر فرمایا:—

ایھا الناس ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ عزّ وجل لایکسفان لموت احد ولا لحیاتہ فاذا رأیتم ذلک فافزعوا الی اللہ ؛

(لوگو! سورج اور چاند خدا ئے بزرگ و برتر کی دو نشانیاں ہیں، یہ کسی کے مرنے جینے سے گہنایا نہیں کرتے، جب تم یہ دیکھو (کہ ان آیاتِ الٰہی میں گہن لگا ہے) تو اللہ کی طرف توجہ کرو)۔

یمن میں اسلام کی اشاعت

ماہِ رمضان میں سریۂ علی بن ابی طالب ملکِ یمن کو روانہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک تحریر لکھ دی جس میں اہلِ یمن کو اسلام کی دعوت دی تھی، اس تحریر سے آگاہ ہونے کے لیے لوگ جمع ہوئے تو (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے پڑھ کے سُنا دی اور سب کو اسلام کی دعوت دی، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی دن میں تمام قبیلۂ ہمدان مسلمان ہو گیا۔

ہمدان کا (اصلی) نام اَوسلہ تھا ابنِ ربیعہ بن خیار بنِ مالک ابن زید بنِ کہلان بن سبا بنِ یشجب بنِ یعرب بنِ قحطان۔

اس قبیلہ کا مسلمان ہونا تھا کہ پے در پے تمام اہلِ یمن دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اُن کے وفد بھی پہونچے جنھیں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک تحریر لکھ دی کہ اُن کا زر و مال و اسباب و زمین، غرض کہ جس حالت میں وہ مسلمان ہوئے ہیں وہ سب کچھ سامان اُن کے لیے باقی رہیگا، آنحضرت نے اپنے عامل بھی اُن کے پاس بھیجے کہ:—

(۱) اسلامی شریعت کی انھیں تعلیم دیں اور اُس سے رُوشناس کرائیں۔

(۲) اُن سے مقررہ زکاۃ وصول کریں ؛

(۳) ان میں جو لوگ عیسائی و مجوسی و یہودی مذہب پر قائم ہیں اُن سے جزیہ لیں ؛

اَسّی ہزار بانٹ دیے

عَلاءؔ بن عبد اللہ بن ضماد الحضرمی نے کہ بنی اُمیّہ کے حلیف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں علاقۂ بحرین کی آمدنی روانہ کی جس کی مقدار اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) درم تھی، ؛

یہ پہلا مال تھا جو مدینہ میں آیا ہے، ؛

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سب کا سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور کچھ باقی نہ رکھا ؛

وفودِ عرب

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں اب تمام عرب کے وفد ہر جانب سے حاضر ہوئے، قبائلِ مَعَدّ کے بھی اور قبائلِ یمن کے بھی، یہ سب لوگ مسلمان ہونے کا انتظار کر رہے تھے (اور وقت و موقع کے منتظر تھے) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب مکہ فتح کر لیا اور قریش مطیع ہو گئے تو تمام عرب نے اطاعت کر لی اور اسلام کے انقیاد میں آ گئے ؛

پیشگاہِ نبوّت میں جو وفد حاضر ہوئے تھے اُن میں قبیلہ بنی حنیفہ کا بھی ایک وفد تھا کہ علاقۂ یمامہ سے آیا تھا، ؛

بنی حَنِیفَہ بنِ لُجَیم بن صَعب بن علیّ بنِ بکر بنِ وائل، ؛

اسی وفد میں مُسَیلَمَہ کذاب بھی شامل تھا،

مُسَیلَمَہ بنِ ثمامہ بن کثیر بنِ حبیب بنِ الحارث بن عبد الحارث ابنِ عدی بنِ حنیفہ، ؛

مسیلمہ کی کنیت ابو ثمامہ تھی (اور وہ اس شان سے آیا تھا کہ) بنی حنیفہ اُس کو ڈھانکے چھپائے اور کپڑے اُڑھائے ہوئے تھے، جب یہ لوگ واپس گئے تو مُسَیلَمہ نے ادّعائے نبوت کرتے ہوئے اپنے آپ کو پیغمبر کی صورت میں پیش کیا۔

اسی سال میں اہل نجران کی جانب سے دو شخص، سید اور عاقب نے آ کے صُلح کی درخواست کی جن سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ اہل نجران کو ہر سال دو ہزار حُلّے دینے پڑیں گے۔

ایسے ہی ایسے اور بھی (چھوٹے چھوٹے) واقعات دوران سال میں پیش آئے۔

حجۃ الوداع

ذی القعدہ میں پانچ شبیں باقی رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حج کو چلے قربانی کے لیے آپ نے ساٹھ اونٹ ساتھ لیے تھے، اس تعداد میں کمی وبیشی بھی بیان کی گئی ہے۔

جب آنحضرت صلوات اللہ علیہ اُس مقام پر پہونچے کہ سَرِف کے نام سے مشہور ہے تو حکم دیا کہ بہ استثناء اُن لوگوں کے جو قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں اور حدودِ مکّہ کے اندر آ گئے ہیں، باقی سب لوگ عمرہ کی نیت کریں۔

حج کی نیت سے علی بنِ ابی طالب (رضی اللہ عنہٗ) یمن کے علاقۂ نجران سے پہونچے تو آنحضرت نے پوچھا:۔

تم نے کیا نیت باندھی؟

عرض کی:۔ میں نے احرام باندھتے ہوئے کہا تھا کہ یا اللہ میں بھی وہی نیت کرتا ہوں جو تیرے بندے اور تیرے پیغمبر نے کی ہے۔

پوچھا:۔ کیا تمہارے ساتھ کچھ سامانِ قربانی بھی ہے؟

عرض کی: نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی میں اُن کو شریک کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ اسی احرام پر ثابت و قائم رہے، تاآں کہ حج سے فراغت ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی، اپنی جانب سے بھی اور (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہٗ) کی جانب سے بھی۔

آخری تعلیمات نبوّت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا:

(۱) مناسک حج لوگوں کو بتائے۔

(۲) حج کے طریقوں اور سنتوں سے رُوشناس کرایا۔

(۳) تعلیم دی کہ جان و مال کا تلف کرنا اُن پر حرام ہے (یعنی ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے پرائے سب کی جان و مال کی عزّت و احترام کو مرعی رکھے)۔

(۴) ہر ایک خون گرادیا گیا (یعنی عہدِ جاہلیت میں جن لوگوں نے خون کیے اور جو لوگ اُن سے بدلہ لینے کے درپے چلے آتے ہیں اسلام نے اُن سب کو میٹ دیا، اب انتقام کے درپے نہ ہونا چاہئے)۔

اس حج کا نام حجۃ الوداع ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لوگوں کو وداع فرمایا اور اس کے بعد آپ کو حج کرنے کا اتفاق پیش نہ آیا۔

حجۃ البلاغ

اسی حج کو حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وداع کرتے ہوے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا کہ: الا ان الزمان قد استدار کھیأتہ یوم خلق اللہ السموٰت والارض، (آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان پیدا کیے تھے،

زمین پیدا کی تھی، زمانہ کی شکل وہیأت جو اُس دن تھی وہی آج بھی ہے اور اُس وقت سے ابتک وہ ایک دائرہ کی صورت میں چلا آتا ہے)؛

زمانہ کی گزشتہ و آیندہ حالت کے متعلق آپ کا یہ فرمانا "نسئی" کی ابطال کا ثبوت تھا، جیسا کہ ہم اسی کتاب کے (پہلے حصّہ) میں اس کا مفصل بیان کر چکے ہیں،؛

یہ سب کچھ ارشاد فرمانے کے بعد خطاب کیا:- اللھم ھل بلغت؟ (یا اللہ کیا میں نے تبلیغ کی؟)؛

لوگوں نے کہا: بیشک؛

فرمایا: اللھم اشھد (اے میرے اللہ گواہ رہنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی ساتھ اپنی تمام بیویوں اور اپنی صاحبزادی (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو حج کرایا،؛

یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

(۱) آپ نے حج میں افراد فرمایا؛

(۲) قِران فرمایا؛

(۳) تمتع فرمایا

(۴) اسی حج میں خانہ کعبہ پر دھاری دار کپڑے کا غلاف چڑھایا؛

سنۂ وفاۃ

ہجرت کا گیارھواں سال

فرماں روایانِ عمّان مسلمان ہو گئے

اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمروؓ بن العاص کو

جَیفَر و عباد کے پاس بھیجا، یہ دونوں صاحب علاقۂ عُمان کے فرماں روا اور جُلَندیٰ بن مسعود ازدی کے فرزند تھے، بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ انھیں اسلام کی دعوت دی جائے، چنانچہ (یہ غرض پوری ہوئی) دونوں صاحب مسلمان ہوگئے ؛

اَسود عَنسی

یمن میں اس سال اسود عَنسی کا معاملہ زور پکڑ گیا، یہ شخص جھوٹا خود ساختہ پیغمبر بن بیٹھا تھا، اس کا اصل نام عَبہَلَہ تھا، ابن کعب بن الحارث ابن عمرو بن عبد اللہ بن سعد بن عَنس بن مَدحج، مَدحج کا اصلی نام مالک تھا، ابن اُدَد بن زید بن یشجُب بن عَرِیب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب ابن یَعرب بن قحطان، ؛

اس کے معاملہ (یعنی خانہ ساز پیغمبری) کی ابتدا اس مقام میں ہوئی تھی جو کہف خُبان کے نام سے مشہور ہے ؛

ذی الحمار

گدھے کے کرتب دلیل نبوّت میں

اسود عَنسی کو ذی الحمار (گدھے والا) کہتے تھے، کیوں کہ اُس کے پاس ایک گدھا تھا جسے اُس نے سدھار کھا تھا، اُس سے کہتا :-

سجدہ کر، وہ سجدہ کرتا ؛
کہتا، دوزانو بیٹھ جا، وہ بیٹھ جاتا ؛

اسی طرح کی اور بھی (شعبدہ بازی) کی باتیں تھیں جن کا وہ مدعی تھا اور خوارقِ عادات دکھا کر اپنے پیروؤں کے دلوں کو اپنی جانب

جذب کر لیا کرتا تھا،

جماعت ابناء جو وہرز کے ساتھ یمن میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور مسلمان بھی ہو چکے تھے، اُن کے سردار باذام کو اسود نے قتل کر ڈالا اور باذام کی بیوی سے عقد کر لیا۔

انجام کار

جماعت ابناء کے ایک شخص فیروز بن دیلمی نے اسود سے انتقام لینے کی طیاری کی جس میں زادویہ اور قیس بن مکشوح مرادی نے فیروز کی اعانت کی اور سب نے مل کر اُسے قتل کر ڈالا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (اس باب میں) ان لوگوں کو لکھا تھا۔

آنحضرت علیہ السلام نے (جس دن اسود قتل ہوا ہے اُسی دن) صحابہ کو اُس کے مارے جانے کی خبر دی تھی،

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسود کا سر مدینہ میں لایا گیا تھا، مگر یہ اُس وقت کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر چکے تھے۔

اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات ہی میں اسود قتل ہوا ہے یا وفات کے بعد مارا گیا۔

قیس بن مکشوح مرادی (کہ قتل اسود میں فیروز و زادویہ کا شریک تھا) اب اُس نے یہ مصلحت سوچی کہ ذی الحمار (اسود) کی قوم میں جو قبیلۂ عنس کے لوگ تھے، تقرب پیدا کرنے کے لیے زادویہ کو قتل کر ڈالا، کہتا ہے:-

قد علم الاحیاء من مذحج

(قبیلۂ مذحج کی جماعتوں کو خوب معلوم ہو چکا ہے)

ما قتل الاسود الا انا

(کہ اسود عنسی کو بجز میرے اور کسی دوسرے نے قتل نہیں کیا)

طلبت ثاراً کان لی عندہ
(مجھے اس سے ایک خون کا انتقام لینا تھا جو میں نے لیا)
بقتلہ الاسود مُتہمکنا
(یہ بدلہ قائم چلا آتا تھا جس کی بنا پر اسود کا واقعہ قتل پیش آیا)
اس میں بہت سے اشعار ہیں، جن کا مطلع یہ ہے:
اِلمم بسلمیٰ قبل ان تظعنا
(قبل اس کے کہ سلمیٰ یعنی معشوقہ یہاں سے کوچ کر جائے اُسکی جانب توجہ کر)
ان بنا من حبہا دیدنا
(کیوں کہ اُسکی محبت نے ہم میں ایک یہ عادت پیدا کردی ہے کہ بے اُسکے دیکھے نہیں رہ سکتے)

عہدِ نبوت کی آخری مہم

جیشِ اسامہؓ نصرانیوں کے مقابلہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ صفر میں اسامہؓ بن زید کو علاقۂ بلقاء و اذرعات و مُوتہ میں بھیجنے کی طیاری فرمائی، یہ علاقے مُلکِ شام میں (اُن دنوں) دمشق کے تابع تھے، اسامہؓ کی عمر اُس وقت اٹھارہ برس کی تھی اور اُن کو اپنے والد (زیدؓ) کا انتقام لینا تھا ؛

اس مہم میں عمرؓ بن الخطاب، زبیر بن العوام، ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) بھی شامل تھے، لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہٗ) کے بھیجنے کی اس میں تجویز تھی یا نہیں ؛

روانگی مہم کا سامان ہو ہی رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر گئے، مرض الموت میں بھی آپ فرماتے تھے کہ اسامہؓ کی فوج کی طیاری کرو ؛

تعدادِ غزواتِ نبوی

مسعودی کہتے ہیں :۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات، جن میں آنحضرت بنفسِ نفیس شریک ہوئے تھے، ستائیس (۲۷) ہیں لیکن کچھ لوگ اس جانب گئے ہیں کہ ان کی تعداد اٹھائیس (۲۸) تھی،ؔ
جو لوگ ستائیس کہتے ہیں وہ غزوۂ خیبر سے وادی القریٰ کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رجوع فرمانے کو ایک ہی غزوہ قرار دیتے ہیں،ؔ
اور جو لوگ اٹھائیس کے راوی ہیں وہ غزوۂ خیبر کو علیحدہ اور وادی القریٰ کو دوسرا غزوہ شمار کرتے ہیں،ؔ
ان غزوات میں ابتدائی نو (۹) غزوے ایسے ہیں جن میں آنحضرت صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ نے بذاتِ خاص جنگ کی ہے،ؔ

یعنی :۔
(۱) غزوۂ بدر
(۲) غزوۂ احد
(۳) غزوۂ خندق
(۴) غزوۂ بنی قریظہ
(۵) غزوۂ مصطلق
(۶) غزوۂ خیبر
(۷) غزوۃ الفتح
(۸) غزوۂ حنین
(۹) غزوۂ طائف

یہ قول محمد بن اسحاق کا ہے جن کے ہمنوا دوسرے راویانِ مغازی بھی ہیں

واقدی نے محمد بن اسحاق سے اس باب میں اتفاق کیا ہے کہ ان دونوں غزووں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قتال فرمایا، لیکن وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ وادی القریٰ اور یوم غابہ میں بھی آپ نے قتال فرمایا تھا، لہذا نو غزوات میں آنحضرت علیہ السلام کا قتال فرمانا متفق علیہ ہے، البتہ واقدی نے (دو کا) اضافہ کیا ہے جس کا ہم نے تذکرہ کر دیا ہے،

ان دونوں صاحبوں کے اختلافات ہم نے اس لیے بیان کردیے کہ تمام علماے غزوات وسیر کے یہ دونوں صاحب پیشوا ہیں اور اس میں انھیں کی جانب رجوع کرنا پڑتا ہے

سرایا و سوارب و بعوث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا و سوارب و بعوث جیسا کہ ہم اسی کتاب میں ترتیب دے چکے ہیں، تہتر (۷۳) تھے، لیکن تاریخ و سیرت میں مصنفین نے اس باب میں اختلاف کیا ہے:

(۱) ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام کے سرایا و سوارب چھیاسٹھ (۶۶) تھے

(۲) دوسروں کا قول ہے کہ کچھ اوپر پچاس (۵۰) تھے

(۳) محمد بن اسحاق، جن کے ہمعصر متعدد علماے سیر و مغازی ہیں، کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ پینتیس (۳۵) تھے

(۴) محمد بن عمر اسواقدی، کہ ان کے ساتھ بھی دوسرے اصحاب مغازی و سیر ہیں، کہتے ہیں کہ صرف اڑتالیس (۴۸) سرایا و سوارب تھے

وجہ اختلاف

مسعودی کہتے ہیں:—

میری راے میں ان سرایا کی تعداد کے متعلق جس امر نے یہ اختلافات پیدا کیے ہیں وہ یہ ہے کہ بعض مورخین نے ایسی مہم کو سریّہ قرار دیا ہے جن کو دوسرے مورخین سریّہ نہیں قرار دیتے،

بات یہ ہے کہ ایسے سرایا بھی ہیں جو مغازی کے ضمن میں پیش آئے بعض نے تو اُن کو مستقل سریّہ سمجھ کر شمار کیا اور بعض اُنھیں مغازی کا ضمیمہ سمجھے،؛

خیبر میں مشرکین کی ہزیمت کے بعد اکثر غزوات میں ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تشریف فرما ہیں وہاں سے قریب قریب کے شہروں میں سریّہ بھیجے ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں،؛

فتح مکہ کے بعد اُن بتوں کو توڑنے کے لیے جو مکہ کے ارد گرد تھے متعدد سرایا بھیجے،؛

اسی بنا پر اختلاف پیدا ہوا،؛

ہم نے ان سب کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے، انحصارِ تعداد کی کوشش بھی باقی نہیں چھوڑی ترتیب بھی دے دی، اور علماے سیر کے اختلافات سے بھی اس کو خالی نہیں رہنے دیا تاکہ فائدۂ عام و نفع تام پر حاوی رہے،؛

اس کتاب کی فضیلت

ہم نے (فنِ تاریخ کے) کسی مصنف کو ایسا نہیں پایا جس نے ہماری طرح اسے حاصل کیا ہو اور ہماری جیسی ترتیب دی ہو، اس ذیل میں جس کو معلومات کی خواہش ہو تو سلف و خلف کے ان مصنفوں کی کتابیں دیکھے جو اس فن میں مانے ہوے ہیں، جو کچھ ہم نے کہا ہے، مطالعہ کے بعد، اُس کی حقیقت سے وہ آگاہ ہو جائے گا اور جو کام ہم نے کیا ہے اُس کی فضیلت روشن ہو جائیگی، مطالعۂ کتاب

و احاطۂ ابواب کے بعد تو اس کا سمجھنا آسان ہے مگر بغیر اس کے مشکل ہے؛
یہ باتیں شرح و توضیح کے ساتھ مع تذکرہ اختلافات ہم اپنی
کتاب (۱) فنون المعارف و ماجری فی الدہور السوالف (۲) الاستذکار
لما جری فی سوالف الاعصار، میں بیان کر چکے ہیں؛

ہماری یہ کتاب (التنبیہ والاشراف) اسی دوسری کتاب
(یعنی الاستذکار) کا تتمہ اور اُسی پر مبنی ہے، البتہ ہم نے اس میں
اسناد کو حذف کر دیا ہے کہ واقعات کا تحمل آسان ہو جائے اور
جو بات اخذ کرنے کی ہے وہ قریب آ جائے؛

فوجی مراتب

مسعودی کہتے ہیں:۔

جنگی سیاست، تدبیر لشکر، تنظیم سپاہ، مقدار فوج، اور اس کے
اسماء و اصطلاحات سے جو لوگ با خبر ہیں ان میں متقدد واقف کاروں
کا یہ بیان ہے:۔

(۱) سرایا (جمع سریہ) وہ ہیں جن کی تعداد تین سو سے پانسو
تک کے درمیان ہو، یہ رات کو نکلنے والی مہم ہے؛

(۲) دن کو نکلنے والی مہم کو سوارب کہتے ہیں (جمع سارب)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ومن ھو مستخف باللیل وسارب بالنہار
(رات میں چھپ کے اور دن میں علانیہ نکلنے والے)؛

(۳) جس مہم میں پانسو سے زیادہ مگر آٹھ سو سے کم افراد ہوں
ایسے مہمات مناسر ہیں (جمع منسر، بوزن منبر و مسجد)؛

(۴) جو آٹھ سو کی مہم ہو وہ جیش ہے، اور یہ کمترین تعداد
جو کسی جیش میں ہو سکتی ہے؛

(۵) جو آٹھ سو سے زیادہ اور ہزار سے کم ہو وہ خشخاش ہے؛

(۶) جو ہزار کی مہم ہو وہ جیش الآن ہے:

(۷) جس میں چار ہزار ہو وہ جیش جحفل ہے:

(۸) جس میں بارہ ہزار ہوں وہ جیش جرار ہے:

(۹) سرایا و سوارب نکلنے کے بعد جب متفرق ہو جائیں اور چالیس نفر سے کم کے ہوں تو وہ جرائد کہے جائیں گے (جمع جریدہ):

(۱۰) جو چالیس سے لے کے کچھ کم تین سو تک ہوں وہ مقانب ہیں (جمع مقنب):

(۱۱) جو تین سو سے لے کے کچھ کم پانسو تک ہوں وہ جمرات ہیں (جمع جمرہ):

(۱۲) چالیس آدمی کو بھیجتے تو ایسی مہم کو عُصبہ کے نام سے موسوم کرتے تھے:

اہل عرب کا یہ قول تھا کہ خیر السرایا اربع مائة وخیر الجیوش اربعة آلاف ولن یوتی اثنا عشر الفا من قلةٍ (بہترین سریہ وہ ہے جو چار سو کا ہو بہترین جیش وہ ہے جس میں چار ہزار ہوں، اور جس فوج میں بارہ ہزار ہوں گے وہ قلتِ تعداد کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی):

کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مقنب و منسر ایک ہی جیسے ہیں، دونوں میں تیس سے چالیس آدمی تک ہوتے ہیں، ان دونوں کے ملے جلے ہونے کی دلیل میں شاعر کی یہ شہادت پیش کرتے ہیں:-

واذا تواکلت المقانب لم یزل

(افواجِ مقانب میں جب سستی آگئی ہو اور وہ باہم دست و گریبان ہو چکی ہوں)

بالثغر منا منسر وعظیم

(اُس وقت بھی سرحد پر ہم میں سے کوئی نہ کوئی منسر اور کوئی نہ کوئی عظیم موجود ہی ہوتا ہے)

(۱۳) کتیبہ، وہ جمعیت جو منتشر نہ ہو:

(۱۴) حضیرہ، وہ لوگ جن سے دس یا دس سے کم کے ساتھ

مقابلہ کیا جائے؛
(۱۵) نقیضہ، وہ جماعت جس کے بَل پہ مقابلہ کیا جائے مگر (بہ لحاظِ تعداد) جیش نہ ہو؛
(۱۶) اَرعَن، جیش کثیر جو پہاڑ کے رَعَن کی طرح ہو (رعن:۔ پہاڑ کا وہ سنگین حصہ جو ناک کی طرح آگے نکلا ہو)؛
(۱۷) خمیس، جیش عظیم؛
(۱۸) جرّار وہ فوج جو اپنی کثرت کے باعث بغیر انبوہ کے کوچ نہ کر سکے، جیش جرار بیشتر اوقات جیش عظیم ہی کے شمار میں قطار میں ہے؛
ہم نے جو بیان کیا ہے اس باب میں لوگوں نے بہت کچھ کلام کیا ہے مگر ان سب میں جو سب سے بڑھ چڑھ کے اور سب سے مختصر بات تھی ہم نے وہی بیان کی ہے؛

وفاۃ جناب نبویؐ

اس بات پر تو سب کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دِن رحلت فرمائی، مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ تاریخ رحلت کیا تھی:۔
(۱) اکثروں کا قول یہ ہے کہ جب آنحضرت علیہ السلام کی وفات ہوئی ہے تو اس مہینہ کی بارہ شبیں گزر چکی تھیں؛
(۲) ربیع الاول کی دو شبیں گزر چکی تھیں؛
(۳) ربیع الاول کی نو شبیں گزر چکی تھیں؛
ایرانیوں کے مہینہ کی تاریخ ۲ ؍اسفندار ماہ تھی سنۂ بخت نصر ۱۳۸۰؛
حزیران (یعنی رومیوں کے مہینہ کی) تیسری تاریخ تھی۔
سنۂ بادشاہِ اسکندر بن فلیپس ۹۴۳؛
کسریٰ نوشیروان بن قباذ (بادشاہِ ایران) کا سنۂ جلوس ۱۰۰ تھا؛

چودہ دن تک آنحضرتؐ بیمار رہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایامِ بیماری کی مدت اس سے کم تھی ؛

تجہیز و تکفین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (۱) علی ابن ابی طالب (۲) عباس ابن عبد المطلب اور اُن کے دو صاحبزادے (۳) فضل (۴) قثم (۵) اسامہ بن زید (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام شقران نے غسل دیا (رضی اللہ عنہم) ؛

اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ کا کفن کیا تھا ؟ ؛

جعفر بن محمد اپنے والد محمد بن علی سے اور وہ اپنے والد علی بن الحسین سے روایت کرتے ہیں (رضوان اللہ وسلامہ علیہم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غسل دے چکے تو تین کپڑوں میں تکفین کی، دو کپڑے تو صُحاری تھے، اور بقول بعض سَحُولی تھے اور ایک دھاری دار چادر تھی کہ جسمِ مبارک پر لپیٹ دی گئی ؛

مسعودی کہتے ہیں :-

صُحاری کپڑے صُحار کی جانب منسوب ہیں جو علاقہ عمان کا ایک بڑا مقام ہے، اور سَحُولی کپڑے سفید رنگ کے سوتی ہوتے ہیں جو یمن کے ایک مقام میں کہ سَحُولا کے نام سے مشہور ہے بنتے ہیں ؛

کفنِ اہلِ بیت

یہی روایت (جو اوپر بیان ہو چکی ہے) اہلِ بیت شیعۂ اہلِ بیت کا مذہب ہے، امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو بھی

یہی کفن دیا گیا تھا، البتہ ایک چوٹ کے باعث آپ کے سر میں عمامہ بھی باندھا گیا تھا، لہٰذا کفن میں عمامہ کا ہونا اہلِ بیت میں سنّتِ ماثورہ ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے۔

لیکن کفن جو فرض ہے اُس میں عمامہ وغیرہ داخل نہیں، اہلِ بیت کے نزدیک جب دوسرا کپڑا دستیاب نہ ہو تو کفن میں صرف ایک کپڑا فرض ہے، اور جس کو گنجایش و وسعت ہو وہ تین کپڑے اور پانچ کپڑے کفن میں دے سکتا ہے۔

بعض نے پانچ کپڑوں سے زیادہ کی نسبت یہ روایت کی ہے کہ اُسے پہنے دیں اور اُنھیں کپڑوں میں سے ایک کے بیچ میں چاک کرکے قمیص بنا دیں مگر سلا نہ ہو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن تین سوتی کپڑوں کا تھا جس میں نہ قمیص تھا نہ عمامہ۔

اُنھیں سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں سحولا کے تین کپڑے تھے جن میں نہ قمیص تھا نہ عمامہ

ابراہیم سے یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں ایک حُلّۂ یمانی تھا اور ایک قمیص۔

جنازہ

تجہیز و تکفین کے بعد لوگوں نے فوج فوج، بغیر کسی امام کے نمازِ جنازہ ادا کی، اور وفات کے دوسرے دِن سہ شنبہ کو عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرہ میں دفن ہوئے (ضعیف روایتوں میں) یہ بھی کہا گیا ہے کہ:-

(۱) چہار شنبہ کی رات میں دفن ہوئے۔

(۲) وفات کے تین دِن بعد دفن ہوئے۔

قبر میں علی بن ابی طالب و فضل و قثم فرزندانِ عباس و شقران اُترے (رضی اللہ عنہم) جن کے نام (تذکرۂ غسل) میں، ہم دیکھ چکے ہیں۔

کاتبانِ حضرت نبویؐ

جو کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوتا وہی لکھتا بھی تھا:

(۱) خالدؓ بن سعید بن العاص بن اُمیّہ بن عبد شمس بن عبد مناف پیشی کے کاتب تھے، ہر قسم کے کام جو آنحضرت کو پیش آتے سب میں وہی کتابت کرتے۔

(۲) مُغیرہ بن شعبۂ ثقفی۔

(۳) حُصین بن نُمیر، یہ دونوں صاحب آنحضرت کے ضروریات لکھتے تھے۔

(۴) عبد اللہ بن الارقم بن عبد یغوث الزہری۔

(۵) علاء بن عُقبہ، یہ دونوں صاحب قرض کے وثیقے، دستاویزیں، ہر قسم کے شرائط، اور معاملات کے کاتب تھے۔

(۶) زُبیر بن العوّام۔

(۷) جُہیم بن الصّلت، یہ دونوں صاحب آمدنی زکاۃ و صدقات کے کاتب تھے۔

(۸) حُذیفہ بن الیمان، حجاز کی آمدنی کا تخمینہ (موازنہ) لکھتے تھے۔

(۹) مُعیقیبؓ بن ابی فاطمۃ الدوسی منسوب بہ دوس بن عُدثان ابن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبد اللہ ابن مالک بن نصر بن الازد، جو قبیلۂ بنی اسد کے حلیف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالِ غنیمت کی کتابت کرتے تھے

اور اسی خدمت پر آنحضرت سلام اللہ علیہ کی جانب سے مامور تھے ۔

(۱۰) زیدؓ بن ثابت الانصاری ثم الخزرجی کہ خاندان بنی غنم ابن مالک بن النجار سے تھے، بادشاہوں کو (من جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خط لکھتے تھے اور حضورِ نبوی میں خطوط کا جواب دیتے تھے، ان کا یہ بھی کام تھا کہ فارسی و رومی و قبطی و حبشی زبانوں کے خطوط کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترجمہ کرتے تھے، ان زبانوں کے جو لوگ اہلِ زبان تھے زیدؓ نے انھیں سے مدینہ میں یہ سب زبانیں سیکھی تھیں ۔

(۱۱) حنظلہؓ بن الربیع بن صیفی الاسیدی التمیمی، حضورِ نبوی میں جب ان کاتبوں میں سے کسی شعبہ کا کوئی کاتب موجود نہ ہوتا تو ان کے خاص فرائض میں یہ ان سب کی نیابت کرتے تھے اور ان کا کام آپ انجام دیتے تھے، یہ حنظلہ کاتب کے نام سے مشہور تھے، عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ممالک فتح کرائے اور مسلمان اُن میں پھیل گئے تو علاقۂ دیارِ مضر کے شہر رُہاء میں (جسے بہ اصطلاح فرنگ "ایڈسا" کہتے ہیں) حنظلہ نے اقامت کی اور وہیں انتقال کر گئے، اُن کی بیوی نے کہ انھیں کی قوم کی تھیں اُن کا مرثیہ کہا ہے :-

یا عجبَ الدھر لمحزونۃٍ

(اُس رنجیدہ عورت کے لیے عجائبِ زمانہ میں سے کیتنی عجیب بات ہے)

تبکی علی ذی شیبۃٍ شاحب

(کہ اُس شخص کو روتی ہو جو بوڑھا بھی ہو، اُس کے بال بھی سفید ہوں، اور لاغر و نحیف بھی ہو)

ان تسألینی الدھر ما شفّنی

(اے عورت زمانہ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اگر تو اُسکو پوچھتی ہے)

اُخبرک قیلاً لیس بالکاذب

(تو میں تجھ کو ایک ایسی بات بتاتی ہوں جو مطلق جھوٹ نہیں)

ان سواد الراس اودی بہ
(سیاہیِ موے سر کی ہلاکت نے اس کو ہلاک کیا)
حزنی علے حنظلۃ الکاتب
(جس سے حنظلہ کاتب کی نسبت میرا رنج وغم بھی ہلاک ہوگیا)

(۱۲) عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح نے بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کتابت کی، یہ بنی عامر بن لوی بن غالب کے خاندان میں تھے، (کچھ روز کتابت کرکے) مرتد ہوکر مکّہ میں مشرکوں سے ملاپ کرلیا (لیکن فتحِ مکّہ کے بعد از سرِ نو مسلمان ہوگئے اور تا بمرگ اسلام پر قائم رہے)؛

(۱۳) شُرَحبِیل بن حَسَنہ طانجی نے بھی آنحضرت علیہ الصّلاۃ والسّلام کی کتابت کی، یہ قبیلۂ خِندِف کے تھے اور قریش کے ساتھ ان (کی جماعت) کا معاہدہ تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خِندِفی نہ تھے بلکہ کِندِی تھے؛

(۱۴) اَبانؓ بن سعید؛

(۱۵) عَلاؔء بن الحضرمی، ان دونوں صاحبوں نے بھی کبھی کبھی پیشگاہِ نبوی میں کتابت کی ہے؛

(۱۶) وفاتِ حضرتِ نبوی سے چند مہینہ پیشتر معاویہ نے بھی آنحضرت صلوات اللہ علیہ کی کتابت کی تھی؛

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کاتبوں میں ہم نے صرف اُنھیں صاحبوں کے نام لکھے ہیں جو استقلال کے ساتھ آپ کی کتابت کرتے رہے، اس فرض کے ادا کرنے میں مشغول تھے ایک مدّتِ دراز اُس میں بسر کی، اور اُن کی کتابت کے متعلق صحیح روایتیں بھی وارد ہیں، وہ لوگ جنھوں نے فقط ایک دو تین خطوط لکھے تھے اُن کے نام نظر انداز کردیے، کیوں کہ اتنی سی بات پر وہ کاتبِ وحی کہلانے کے مستحق نہ تھے اور نہ کاتبانِ حضرتِ نبوی

کے ذیل میں اُن کا شمار ممکن تھا:

خلافتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ

ابوبکرؓ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ابن کعب بن لوئی، سلسلۂ نسب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرہ بن کعب میں جا ملتے ہیں، آنحضرت سلام اللہ علیہ بھی اور ابوبکر صدیقؓ بھی مرہ بن کعب سے یکساں تفاوت رکھتے ہیں، آنحضرتؐ اور مرہ کے درمیان بھی چھ آباؤاجداد ہیں، اور اسی طرح ابوبکر صدیقؓ اور مرہ کے درمیان بھی چھ آباؤاجداد ہیں۔

عہد جاہلیت میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) کا نام عبدالکعبہ تھا، جب مسلمان ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ نام رکھا، اُن کا لقب عتیق ہے (بمعنی آزاد و حسین و جمیل) کہا جاتا ہے کہ:۔

(۱) اُن کے حسن و جمال کے باعث یہ لقب پڑا۔

(۲) آتشِ دوزخ سے آزاد ہونے کے باعث یہ لقب پڑا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جاہلیت میں اُن کا نام ہی عتیق تھا۔

اُن کی والدہ اُم الخیر تھیں بنتِ صخر بن عامر بن کعب بن سعد ابنِ تیم بن مُرہ۔

سقیفۂ بنی ساعدہ

بنی ساعدہ بن کعب بن الخزرج کے سقیفہ میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) کے ہاتھ پر اسی دن بیعت ہوئی جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے۔

یہ دوشنبہ کا دن تھا جب کہ ربیع الاوّل ۱۱ھ کی بارہ (۱۲) شبیں گزر چکی تھیں۔

انصار نے سعدؓ بن عبادہ بن دلیم الانصاری ثم الخزرجی کو

بیعت کے لیے منتخب کر لیا تھا (یعنی تمام مسلمانوں کا خلیفہ و نائب پیغمبر وہ سعد کو بنانا چاہتے تھے)؛

اسلام میں پہلا اختلاف

سقیفہ میں جو مہاجرینؓ موجود تھے اُن میں اور سعدؓ بن عبادہ میں سخت نزاعیں اور بڑے بڑے جھگڑے ہوئے، علی و عباس (رضی اللہ عنہما) وغیرہ مہاجرین اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز اور دفن میں مشغول تھے؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ پہلا اختلاف تھا جو اسلام میں حادث ہوا؛

ارتداد

وفاتِ حضرتِ نبویؐ کے بعد اکثر عرب مرتد ہو گئے، کافر و منکر اور مانعِ زکاۃ و صدقہ بھی، ان میں سب سے بڑی شوکت اور خوفناک حالت یمامہ میں مُسَیلمۂ کذاب حنفی اور قبیلۂ اسد بن خزیمہ میں طُلَیحہ ابن خُوَیلِدُ الاسدی ثُمَّ الفَقْعَسی کی تھی، عُیَینہ بن حِصن فزاری بھی قبیلۂ غطفان کے ساتھ طُلَیحہ کا دست و بازو بن گیا تھا؛

مرتدوں کی تادیب

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اُن مُرتدوں اور نیز نواحِ مُضر کے تمام مرتدوں کے مقابلہ کے لیے خالد بن الولید بن المغیرۃ المخزومی کو بھیجا؛ خالد نے طُلَیحہ سے مقابلہ کر کے اُس کو ہزیمت دی، اُس کی جمعیت درہم و برہم کر دی، اور عُیَینہ کو گرفتار کر لیا، یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے؛

وہاں سے بُطاح گئے، بنی تمیم کے مُلک میں جنگ کی اور مالک ابنِ نویرہ یربوعی کو قتل کیا ؛

وہاں سے یمامہ گئے تو بنی حنیفہ نے سخت جنگ کی تاآں کہ مُسَیلمہ مارا گیا اور باقی لوگوں نے مصالحت کرلی، یہ واقعہ ۱۲ھ کا ہے ؛

یمامہ میں مسلمانوں میں سے بارہ سو (۱۲۰۰) شہید ہوئے جن میں قریش کے (۲۳) تھے اور انھیں میں عمر بن الخطاب کے بھائی زید بن الخطاب بھی تھے، رضی اللہ عنہما، انصار میں ستر (۷۰) شہید ہوئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے کم تعداد تھی ؛

جتنے لوگ مرتد ہوئے تھے خالد (رضی اللہ عنہٗ) اُن میں سے ہر فرقہ کو یکے بعد دیگرے پامال کرتے رہے حتّٰی کہ سب ارتداد سے باز آئے ؛

سَجَاحْ جو نبوّت کی مدعی تھی

سجاح بنت حارث بن سُوَید بن عُقفان، قبیلۂ تمیم میں بنی یَرْبُوع کے خاندان سے تھی، یَرْبُوع بن حنظلہ بن مالک بن زید بن مناۃ ابن تمیم، وہ پیغمبر بن بیٹھی تھی اور بہت سے لوگ اُس کے پیرو بھی ہو گئے تھے جن میں :-

(۱) زبرقان بن بدر (یہ ایک مشہور خطیبِ عرب تھے اور بعد مسلمان ہو گئے) ؛

(۲) عطارد بن حاجب بن زرارہ (نہایت نامور عرب سردار) ؛

(۳) شَبَث بن رِبعی، یہ سجاح کے موذّن تھے ؛

(۴) عمرو بن الاہتم (یہ بھی ایک نامور سردار عرب تھے اور بعد مسلمان ہو گئے)، یہ لوگ سب بنی تمیم ہی کے تھے ؛

سجاح (کی جمعیت جب مکمل ہو گئی تو مقابلہ کی غرض سے) مُسَیلمہ کی جانب یمامہ کو روانہ ہوئی (کہ اُسے بھی اپنا تابع کرلے اور

اور اس طرح تمام ملک یمن سجاح کا مرید ہو جائے) وہاں پہونچی تو مسیلمہ نے اُس سے عقد کرلیا اور وہ تین دن تک وہیں ٹھہری رہی، یہی واقعہ ہے جس پر طرماح بن حکیم الطائی نے کہا ہے :-

لعمری لقد اسارت سجاح بقومها

(مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یہ عجیب واقعہ ہے، سجاح اپنی قوم کو لیکر توچلی)

فلما اتت عز الیمامۃ حلت

(مگر یمامہ کی عزت کے پاس پہونچی ہی تھی کہ ٹھہر گئی اور کھل کھیلی)

فدارسها البکری حتی استزلها

(قبیلۂ بنی بکر والے یعنی مسیلمہ نے کچھ ایسی پٹی پڑھائی کہ اُسے بالکل ہی بہکا لیا)

فاضحت عروسًا فیهم قد تجلت

(نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اُن میں جاکر دُلھن بن گئی اور حقیقت میں اُس کا جلوہ بھی ہوا)

فتلك بنی الحنظلیین اصبحت

(دیکھو، یہ ہے قبیلہ بنی حنظلہ والوں کی پیغمبر)

مضمخۃ فی خدرها قد تظلت

(جو اپنے مقنعہ اور دوپٹہ کے اندر خوشبوئیوں سے بسی ہوئی ہے)

عطارد بن حاجب بن ازارہ کہتا ہے :-

امست نبیتنا انثی نطیف بها

(ہم کو پیغمبر بھی ملا تو مادہ جسے ہر جگہ ہم لیے لیے پھرتے ہیں)

واصبحت انبیاء الناس ذکرانا

(حال آں کہ تمام لوگوں کے جتنے پیغمبر ہیں وہ سب نر ہیں)

اس شعر میں "پیغمبروں" سے عطارد کی مراد (۱) اسود عنسی (۲) طلیحہ بن خویلد (۳) اور مسیلمہ ہے :

نصرانیوں پر لشکر کشی

مُلک شام میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے (حضرت)

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے لشکر ترتیب دیے اور (مندرجۂ ذیل) سپہ سالار مقرر کیے :-

(۱) یزید بن ابی سفیان ؛
(۲) عمرو بن العاص ؛
(۳) ابو عُبَیدہ بن الجرّاح ؛
(۴) شرحبیل بن حَسَنہ ؛
(۵) خالد بن الولید کو جو نواحِ عراق میں (فوج لیکر) گئے تھے (اور وہاں ایرانیوں سے لڑ رہے تھے) لکھ بھیجا کہ اُنھیں سرلشکروں کے ساتھ وہ بھی شامل ہو جائیں، اس حکم کے مطابق خالد بھی اُنھیں کے ساتھ ہو لیے اور ملکِ شام کے علاقہ:

(۱) بُصریٰ ؛
(۲) حوران ؛
(۳) بَثَنیہ ؛
(۴) بَلقَاء جو دمشق کے توابع سے تھے سب فتح کر لیے، رومیوں نے اجنادین میں اور اس کے بعد مَرج الصُّفر میں مقابلہ کیا اور شکست کھائی، ان گنت مارے گئے، ؛

ان فتوحات کے بعد مسلمانوں نے چل کر دمشق کا محاصرہ کر لیا، ہنوز اُس کو گھیرے ہی تھے کہ (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) انتقال کر گئے ؛

وفاتِ حضرت صدّیق اکبر رضؓ

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وفات مدینہ میں ہوئی، سہ شنبہ کی شب تھی، جمادی الآخرہ سنہ ۱۳ھ کی آٹھ راتیں گذر چکی تھیں، تریسٹھ (۶۳) برس، اور بروایتِ ضعیف اس سے زیادہ کی عمر تھی، ؛

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ (اُمّ المؤمنین) عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا) کے حجرہ میں دفن ہوئے، مدتِ خلافت دو برس تین مہینہ دس دن، اور بروایتِ مجہول بیس دن،

حلیہ

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بلند بالا، گندم گوں، دُبلے پتلے آدمی تھے، ڈاڑھی بہت گھنی نہ تھی، آنکھیں حلقوں کے اندر دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی اُبھری ہوئی، اور دونوں رُخسارے بھرے ہوئے تھے، مہندی اور وسمہ کا خضاب لگاتے تھے،

عہدہ دارانِ خلافت

کاتب:۔

(۱) عثمان بن عفّان (رضی اللہ عنہ)

(۲) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ)

(۳) عبد اللہ بن الارقم (رضی اللہ عنہ)

نقش خاتم:۔ نعم القادر اللہ (اللہ تعالیٰ بہترین قدرت والا ہے)

قاضی:۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حاجب:۔ شدید جو اُن کے آزاد غلام تھے

اَولاد

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے تین فرزند تھے

(۱) عبد اللہ، جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے محاصرۂ طائف میں، پہلے تذکرہ ہوچکا ہے، اُن کی اولاد کا خاتمہ ہوگیا،

آخری صاحب اسماعیل تھے، ابن عبد اللہ بن ابی بکر (رضی اللہ عنہ)؛

(۲) عبد الرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہما) یہ صحابی تھے، کثرت تعداد انھیں کی اولاد میں ہے،؛

طلحیین انھیں میں ہیں، فرزندان طلحہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ابن ابی بکر (رضی اللہ عنہ)؛

اکثر ان میں صحرا نشین ہیں، اُن کی فرودگاہیں مقامات حاذہ وصُفَینہ واُفَیعِیہ وغمرہ ہیں،؛

صُفَینہ علاقۂ قفا میں ہے جو ایم کے تابع اور عراق کی سڑک پر مِسلح کے متصل واقع ہے،؛

یہ سب علاقے اس وقت تک (یعنی تا بعہد مصنف) انھیں صاحبوں کے قبضہ میں ہیں، ان کی تعداد بھی کثیر ہے اور طاقت بھی؛

(۳) محمدؒ بن ابی بکرؓ ان کی اولاد قاسم بن محمدؒ سے چلی جو مدینہ کے ایک فقیہ اور تابعین صحابہ میں ایک بہت ہی اچھے بزرگ تھے، مگر اولاد میں کثرت نہیں، محمدؒ بن عبد اللہ بن عبد الرحمان بن قاسم ابن محمد اسی سلسلہ میں ہیں، صاحبزادیاں تین تھیں:۔

(۴) عائشہؓ زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؛

(۵) اسماءؓ والدۂ عبد اللہ بن زبیرؓ؛

(۶) [مصنف نے تیسری صاحبزادی کا تذکرہ نہیں کیا جو وفات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں]؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک کوئی ایسا خلیفہ نہیں ہوا جس کے والد بھی اُس کے عہد خلافت میں زندہ موجود ہوں، یہ صرف (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے؛

ابو قحافہ رضی اللہ عنہ

جب (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وفات ہوئی ہے تو

اُن کے والد ابو قُحافہ مکّہ میں مقیم تھے، موت کی خبر سنی تو کہا :-
یہ بڑا حادثہ ہے ؛

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ترکہ میں چھٹے حصّہ کے وارث ہوے، ابو قُحافہ کو چھٹا حصّہ میراث میں ملا (مگر اُنھوں نے خود نہ لیا کہ بہترین وارث اولاد ابوبکر ہیں، رضی اللہ عنہ) ؛

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی وفات سے سات مہینہ بعد، اور بہ روایتِ مجہول چھ مہینہ بعد، ابو قُحافہ بھی انتقال کر گئے، وہ اُس وقت اندھے ہو چکے تھے، ستانوے (۹۷) برس کی عمر تھی، فتحِ مکّہ کے دن مسلمان ہوے تھے ؛

ابو قحافہؓ کی وفات اور ہند بنتِ عتبہ کی وفات ایک ہی دن ہوئی، ہند بنتِ عتبہ بنِ ربیعہ بنِ عبدِ شمس بنِ عبدِ مناف، یہ معاویہؓ ابنِ ابوسفیان کی والدہ تھیں ؛

وفات سیدۃ النسا فاطمۃ الزہراءؓ

سہ شنبہ کی شب میں فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انتقال کر گئیں، یہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے جب کہ رمضان کی تین راتیں گزر چکی تھیں، روایتِ مجہولہ میں ہے :-

(۱) وفاتِ حضرتِ نبوی کے تین ماہ بعد (حضرتِ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے وفات پائی ؛

(۲) چھ مہینہ بعد ؛

(۳) ستّر دن کے بعد، اسی طرح کے اور بھی اقوال ہیں، ؛

اُن کی عمر میں بھی اختلاف ہے :-

(۱) ایک فریق کہتا ہے وہ تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں واصل بحق ہوئیں ؛

(۲) دوسرا فریق کہتا ہے، نہیں، بلکہ تیس (۳۰) برس ؛

(۳) ایک اور فرقہ کا قول اُنتیس (۲۹) برس ہے، اور یہ قول اکثر اہلِ بیت وشیعۂ اہلِ بیت کا ہے، ؛

روایتِ مجہول میں اُس سے بھی کم عمر بتائی گئی ہے، ؛

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن کو غسل دیا اور شب باشب (گورستان) بقیع میں دفن کر دیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُن کو غسل دینے والے اور دفن کرنے والے کوئی اور صاحب تھے ؛

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو (تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ میں) شرکت کی اجازت نہ ملی، کیوں کہ (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے جب سے فدک وغیرہ کے متعلق اپنے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت و ترکہ کا مطالبہ کیا تھا اُسی زمانہ سے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے قطع تعلق کر چکی تھیں، ان میں باہم بحث بھی ہوئی تھی، تاآں کہ وہ انتقال کر گئیں، ؛

جب تک وہ زندہ رہیں علی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی، اس بیعت کی کیفیت میں اختلاف ہے، ہم اسکی تفصیل کتاب الاستذکار لماجری فی سالف الاعصار میں درج کر چکے ہیں ؛

خلافتِ عُمَر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ

عُمَر بن خطّاب بن نُفیل بن عبد العزّیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قُرط ابن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی کی کنیت ابوحفص تھی، اُن کی والدہ حنتمہ تھیں، بنت ہشام بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، جس وقت (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے وفات پائی اُسی وقت (حضرت) عُمَر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت ہوئی، اللہ تعالے نے اُن کے ہاتھ پر اکثر ممالک فتح کیے ؛

اوّلیاتِ فاروقی

(۱) اُنھوں نے فوجیں مرتّب کیں ؛
(۲) شہر بسائے ؛
(۳) محاکم و دفاتر بنائے ؛
(۴) عطاء کی طرح ڈالی (یعنی تمام مسلمانوں کیلیے بیت المال سے حسبِ حیثیت تنخواہیں مقرّر کردیں) ؛
(۵) تاریخ تحریر کی ؛
(۶) ماہ رمضان میں نماز تراویح سنّت قرار دی ؛

شہادت

ذی الحجہ ۲۳ھ کی چار راتیں باقی تھیں - چہارشنبہ کا دن تھا کہ مدینہ میں شہید ہوئے، ترسٹھ (۶۳) برس کی عمر تھی، اور بروایتِ مجہول اس سے کم، مگر زیادہ مشہور پہلی ہی روایت ہے، ایرانی غلام ابولولوہ نے جو مغیرہ ابنِ شعبہ کا غلام تھا اُن کو شہید کیا، ؛

رسول اللہؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور (حضرت) ابوبکرؓ کے ساتھ (امّ المومنین) عائشہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے ؛

مزاراتِ حجرۂ شریفہ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی قبریں کیوں کر ہیں؟ ان کی کیفیت (جو بیان کی گئی ہے) اس میں اختلاف ہے:

(۱) ہشام بن عُروَہ اپنے والد (عُروَہ بن زبیر بن عوّام) سے راوی ہیں کہ (امّ المومنین) عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:-

ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں دفن ہوئے، اُن کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان تھا۔

عمر (رضی اللہ عنہ) نے انتقال کیا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں دفن ہوئے، اُن کا سر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

(۲) قاسم بن محمّد بن ابی بکر کہتے ہیں: میں نے (اُمّ المومنین) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آکر خواہش کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور آنحضرت کے دونوں ساتھیوں کی قبریں مجھے دکھا دیجئے۔

انھوں نے مجھے تین قبریں دکھائیں جو نہ بہت اونچی تھیں نہ بالکل زمین کے برابر تھیں، سرخ رنگ کے سنگ ریزوں سے سطح ہموار تھی۔

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی قبر آگے ہے، ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں کے پاس پیچھے واقع ہے، اور عمر (رضی اللہ عنہ) کا سر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے قدموں کے پاس ہے۔

(۳) ابو عبد اللہ جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ میرے والد نے کہا: یہ قبریں زمین سے ایک بالشت اونچی، مربع، ایک کے بعد ایک، ترتیب کے ساتھ واقع ہیں۔

شکل وصورت

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) دس برس چھ مہینے اٹھارہ دن خلیفہ رہے۔

گندم گوں، بلند بالا، درازی قد کے باعث لوگوں سے اونچے نظر آتے، ایسا معلوم ہوتا گویا سوار ہیں، بائیں ہاتھ سے کام کرتے،

ڈاڑھی گھنی تھی ؛

لوازم خلافت

کاتب :- (۱) زید بن ثابت رضؓ (۲) عبد اللہ بن الارقم رضؓ

نقش خاتم :- کفی بالموت واعظاً یا عمرؓ (اے عمرؓ نصیحت اور وعظ کے لیئے موت ہی کافی ہے) اور بقول بعض : اٰمنت بالّذی خلقنی (جس نے مجھے پیدا کیا ہے میں اُسی پر ایمان لایا ہوں) ؛

حاجب : یرفیٰ ، جو اُن کے آزاد غلام تھے ؛

قاضی : ابو اُمیّہ شریح بن الحارث بن قیس بن الجہم بن معاویہ ابن عامر بن الرائش بن الحارث بن معاویہ بن کندہ ، ؛

کندہ ہی کو ثور کہتے ہیں ، ابن عفیر بن عدیّ بن الحارث بن مرہ ابن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب ابن یعرب بن قحطان ، ؛

بروایت مجہول پہلے پہل سلیمان بن ربیعۂ باہلی عراق میں (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے قاضی مقرر ہوے تھے ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہی کے عہد میں وہ قاضی مدینہ تھے ، ؛

اُن کے بعد سائب بن یزید قاضی ہوے جو نمر کندی کے بھانجے تھے ؛

اولاد

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے نو (۹) اولاد تھی :-

عبد اللہ ، ؛

عبد الرحمٰن اکبر ، ؛

زید اکبر ، ؛

عبید اللہ، جو صفین میں قتل ہوئے،
عاصم،
زید اصغر،
عبد الرحمن اصغر،
عیاض،
عبد اللہ الاصغر
ان میں سلسلۂ اولاد چار ہی صاحبوں سے چلا:-
عبد اللہ الاکبر،
عاصم،
عبید اللہ،
عبد الرحمن الاصغر،
چار لڑکیاں تھیں جن میں ایک (اُمّ المومنین) حفصہؓ ہیں، زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تاریخ ہجری

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے عہدِ خلافت میں ایسے واقعات پیش آئے جن کا وقت نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کب کے حوادث ہیں، لوگوں سے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے تاریخ کی نسبت مشورہ کیا، تاریخ عجم وغیرہ میں بڑی بحث ہوئی، (حضرت) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے اشارہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور سرزمین شرک کے ترک کرنے کا زمانہ تاریخی سنہ قرار پایا، محرم تاریخ کا سر آغاز ہوا جو مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے دو مہینہ بارہ دن قبل پڑتا تھا، لیکن بہتر یہی سمجھے کہ آغازِ سال سے (جس کا پہلا مہینہ محرم ہوتا تھا)، تاریخ کی ابتدا ہو۔

یہ واقعہ، باختلافِ روایات (ہجرتِ نبوی) کے سترھویں یا اٹھارھویں سال کا ہے؛

تحقیق تاریخ

مسعودی کہتے ہیں:۔

زُہریؒ (یعنی) محمد بن مسلم بن عُبَیدُاللہ بن عبد اللہ بن شہاب ابن عبد اللہ بن الحارث بن زہرۃ بن کلاب، نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ تشریف لائے تو تاریخِ (ہجری) کا حکم دیا؛

لیکن بحیثیت خبر آحاد و مُرسَل ہونے کے، جن لوگوں کے نزدیک مُرسَل روایتیں مقبول نہیں ہیں، یہ روایت متروک و مہجور ہے، کیوں کہ اس میں واقعۂ تاریخ کا وقت تک معلوم نہیں اور نہ اس کی کیفیت منقول ہے، ہم نے پہلے جو بیان کیا ہے اتفاق اسی پر ہے؛

مجلس شورائے انتخابِ خلیفہ

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہٗ) نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کیلیے شوریٰ قرار دیا جس کے ارکان چھ تھے:۔

(۱) علی (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۲) عثمان (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۳) طلحہ (رضی اللہ عنہٗ) جو اُس وقت موجود نہ تھے؛
(۴) زبیر (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۵) عبد الرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۶) سعد بن ابی وقّاص (رضی اللہ عنہٗ)؛

اپنے فرزند عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو بھی مشورہ و مباحثہ

وفیصلہ میں ان سب کا شریک تجویز کیا مگر یہ شرط کر دی کہ خود انھیں خلافت سے کچھ سروکار نہ ہوگا،

تین دن کی مہلت ان لوگوں کو دی (کہ اسی مدت میں اپنے میں سے کسی کو منتخب کرلیں)

ابو یحییٰ صہیب رومی کو، جو عبد اللہ بن جُدعان تیمی کے آزاد غلام تھے، اُن دنوں میں لوگوں کی پیش نمازی کا حکم دیا،

صُہَیب اپنے آپ کو نمر بن قاسط کے خاندان سے نسبت دیتے تھے اور اپنے والد کا نام سنان بتاتے تھے

انتخاب میں پابندیاں

(۱) ابو طلحہ زید بن سہل الانصاری ثم الخزرجی کو جو عدی بن عمرو ابن مالک بن النجار کی اولاد میں تھے اور انس بن مالک کی والدہ اُمِ سُلَیم کے شوہر تھے، پچاس انصاریوں کے ساتھ اُن لوگوں کا نگران مقرر کیا اور حکم دیا کہ تین دن کے اندر یہ لوگ معاملہ منفصل کرکے اپنے میں سے کسی کی خلافت پر اتفاق کرلیں

(۲) حکم دیا کہ اگر ایک شخص کے متعلق پانچ آدمی متفق الرائے ہوں اور ایک اختلاف کرے تو اس کو قتل کردو

(۳) اسی طرح اگر چار اتفاق اور دو اختلاف کریں تو اُن دو کو مار ڈالو

(۴) لیکن اگر دو فرقے ہو جائیں (تین ایک کی نسبت رائے دیں اور تین دوسرے کی تجویز کریں) تو اُس فرقہ کے ساتھ شامل ہو جس میں عبد الرحمٰن بن عوف ہوں (رضی اللہ عنہ)

(۵) مسلمانوں نے جس پر اتفاق کرلیا ہو اگر دوسرا فرقہ اُس کے انتخاب سے انکار کرے تو اُس کو قتل کر ڈالو

طریقِ انتخاب

عبد الرحمٰن (رضی اللہ عنہ) نے ارکان شوریٰ کے روبرو یہ تجویز پیش کی کہ ایک ایک صاحب دعوائے خلافت سے دست بردار ہو جائیں اور اُن کو یہ حق ہو کہ (بقیہ تین میں سے) جس کسی ایک کو چاہیں منتخب کریں، یہ تجویز کسی نے منظور نہ کی۔

عبد الرحمٰن (رضی اللہ عنہ) اپنے حق سے دست بردار ہو گئے تاکہ اُن میں سے ایک کو منتخب کریں۔

انتخاب میں سب کی رضا مندی و پسندیدگی حاصل کرنے میں تین دن گزر گئے، آخر میں عبد الرحمٰنؓ نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر سب کے اتفاق سے وہی خلیفہ منتخب ہوئے۔

(حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) عبد الرحمٰن (رضی اللہ عنہ) کے بہنوئی تھے۔

آپس کی بڑی بحث و نزاع کے بعد (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت مُسلّم مانی گئی، فرزدق اسی باب میں کہتا ہے :-

صلّی صُھَیبٌ ثلاثاً ثمّ ارسلھا

(صُہیب نے تین دن نماز پڑھائی اور پھر علیحدگی اختیار کر لی)

الیٰ ابن عفّان ملکاً غیر مقسور

(عفان کے بیٹے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد اُس ملک کو کر دیا جس میں کوئی مانع و مزاحم نہ تھا)

خلافتِ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ)

(حضرت) عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن اُمیّہ بن عبد شمس ابن عبد مناف کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو عمرو تھی، اُن کی والدہ

اروی تھیں، بنت کریز بن ربیعۃ بن حُبیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔
غرۂ محرم ۲۴ھ یوم جمعہ کو اُن کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور
جمعہ ہی کے دن ، ذی الحجہ ۳۵ھ میں جب کہ (ماہِ مذکور کی)
بارہ شبیں باقی تھیں، مدینہ میں شہید ہوئے، بیاسی (۸۲) برس اور
بقول بعض اٹھاسی (۸۸) برس کی عمر تھی۔

سیر و آثار میں ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) عید اضحیٰ (قربانی) کے دِن شہید ہوئے ، اس کی دلیل میں فرزدق کا قول پیش کرتے ہیں:۔

عثمان اذ قتلوہ وانتھکوا
(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے شہید کیا، بے حرمتی کی)

دمہ صبیحۃ لیلۃ النحر
(قربانی والی رات کی صبح کو یعنی عید اضحیٰ کے دن، اُن کا خون بہایا)

ایمن بن خریم بن فاتک اسدی جو شیعۂ عثمان رضی اللہ عنہ کے گروہ میں داخل ہیں کہتے ہیں:۔

تعاقد الذابحو عثمان ضاحیۃً
(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذبح کرنے والوں نے قربانی کے دن عہد و پیمان باندھا)

فای ذبح حرامٍ ویحھم ذبحوا
(حیف ہے کہ ان لوگوں نے کیسے حرمت و عظمت والے مذبوح کی قربانی کی ہے)

ضحوا بعثمان فی الشھر الحرام ولم
(ان لوگوں نے حرمت والے مہینہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قربانی کی ہے)

یخشوا علی مطمح الکفر الذی طمحوا
(وہ کفر کا مقصد جو اُن لوگوں کے پیش نظر تھا اُس سے ڈرے تک نہیں)

حسان بن ثابت انصاری کہتے ہیں:۔

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ
(ان لوگوں نے اُس شخص کی قربانی کی جس کے سر کے بال سفید ہو چلے تھے

(مگر ہنوز سیاہی مائل تھے، اُس کی پیشانی سے نشانِ سجدہ نمایاں تھا)

يُقَطِّعُ اللَّيْلَ تَسْبِيحًا وَقُرْآنًا

(وہ تمام رات تسبیح و تہلیل و تلاوتِ قرآن میں بسر کرتا تھا)

مدینہ کے اُس مقام میں دفن ہوئے جو حُشِ کوکب کے نام سے مشہور ہے، حُش بضم حاء بمعنیٰ باغ، یہ باغ ایک انصاری سے منسوب ہے جن کا نام کوکب تھا؛

(حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) گیارہ برس گیارہ مہینے بائیس روز خلیفہ رہے؛

قد و قامت میں درمیانہ، جسم کے معتدل، خوش رُو، گندم گوں، ڈاڑھی بھری تھی جس کا رنگ خضاب سے زرد ہوتا، دانتوں میں سونے کی بندش تھی؛

عہدہ داران خلافتِ ثالثہ

کاتب: مروان بن الحکم؛

حاجب: حُمران جو (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے آزاد غلام تھے؛

قاضی:

(۱) زیدؓ بن ثابت انصاری، انھوں نے (حضرتِ) عثمانؓ (رضی اللہ عنہ) کی کتابت بھی کی ہے، بروایتِ مجہول (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں بھی یہ مدینہ میں عہدۂ قضا پر مامور تھے؛

(۲) سائب بن یزید جو نمرِ کندی کے بھانجے تھے، بروایتِ مجہول یہ (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں کوتوالی پر مامور تھے، مگر صحیح و ثابت پہلی ہی روایت ہے؛

عہدۂ قضاء

مسعودی کہتے ہیں:

محارب بن دثار سے روایت ہے کہ جب (حضرتِ) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوئے تو (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے اُن سے کہا کہ آپ کے لیے قاضی کا کام میں اپنے ذمّہ لیتا ہوں؛ قاضی ہوئے تو سال بھر تک کوئی ایک شخص بھی اُن کے پاس نہ آیا (کیوں کہ فیضِ نبوّت کا اتنا اثر تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان یا تو مخاصمات و منازعات کی نوبت ہی نہیں آتی تھی یا کوئی صورت پیدا ہوتی تو آپس میں خود ہی تصفیہ کر لیتے، نالش و استغاثہ و ارجاعِ مقدمہ کی ضرورت ہی نہ پڑتی)۔

وکیع کہتے ہیں:-

رہی (حضرتِ) عمر (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ کی بات تو نافع سے روایت ہے کہ (حضرتِ) عمر (رضی اللہ عنہ) نے زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کو عہدۂ قضاء پر مامور کر کے اُن کے لیے اُجرت (تنخواہ) مقرر کر دی تھی۔

یونس نے زہری سے روایت کی ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی مقرر کیا نہ ابوبکر نے، اور نہ عمر نے (رضی اللہ عنہما)۔

ابو غسّان محمّد بن یحییٰ کہتے ہیں: اہلِ علم میں سے کسی کو بھی میں نے یہ بیان کرتے نہیں سُنا کہ (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) نے مرتے دم تک کسی کو قاضی مقرر کیا ہو۔

خاتم و نقشِ خاتم

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی انگشتری پر یہ فقرہ منقوش تھا:

آمنت باللہ مخلصًا (میں اخلاص کے ساتھ اللہ پر ایمان لایا)

بروایتِ مجہول:۔

(۱) آمنت باللہ العظیم (میں اللہ پر ایمان لایا جو عظمت والا ہے)۔

(۲) لتصبرنّ اولتندمن (صبر کرو ورنہ پشیمان ہونا پڑیگا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری اُن کے زمانہ تک موجود رہی، جب اُن کے ہاتھ سے اگر گئی تو اُسی کی ہمشکل انگوٹھی پر (وہی عبارت یعنی محمد رسول اللہ) منقوش کرالی گئی، یہی خاتم خلافت ہے جو (اُسی زمانہ سے) چلی آتی ہے، اُن کے بعد جتنے خلفاء ہوئے سب کی علیحدہ علیحدہ انگشتریاں تھیں جن پر ہر ایک نے اپنی اپنی پسند کے مطابق عبارتیں نقش کرائی تھیں، چنانچہ آئندہ اس کتاب میں مطیع عباسی کے عہدِ خلافت تک ہم اس کا جداگانہ بیان کریں گے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اور آپ کے بعد ابو بکرؓ اور پھر عمرؓ اور پھر عثمانؓ کے ہاتھوں میں رہی، تاآں کہ بئر اریس میں گر گئی (اریس: مدینۂ مبارکہ کا ایک مشہور کنواں)۔

اولاد

(حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے (۹) لڑکے تھے:

(۱) عبداللہ الاکبر جو چھ برس کی عمر میں انتقال کر گئے اُن کی والدہ، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، رقیہ تھیں بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) عبداللہ الاصغر۔

(۳) عمرو ؛
(۴) عمر ؛
(۵) خالد ؛
(۶) ابان ؛
(۷) ولید ؛
(۸) سعید ؛
(۹) عبدالملک ؛

ان میں صاحبِ اولاد، جن سے نسل چلی، پانچ ہیں ؛
(۱) عمرو، جو اُن کے بڑے بیٹے تھے، اُن کی اولادیں محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے سلسلہ چلا، حسن و جمال کے باعث اُن کا لقب دیباج تھا، اُن کی والدہ فاطمہ تھیں، بنت الحسین رضی اللہ عنہ ابن علی بن ابی طالب ؛
(۲) عمر ؛
(۳) ابان
(۴) ولید ؛
(۵) سعید ؛
آٹھ لڑکیاں تھیں ؛

بزرگانِ صحابہ رضی اللہ عنہم جو عہدِ عثمانی میں فوت ہوئے

(حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے نویں سال کہ سنہ ۳۲ھ تھا (حضرت) عباس بن عبدالمطلب نے اٹھاسی برس کی عمر میں انتقال کیا (رضی اللہ عنہ) سنۃ الفیل سے تین برس قبل پیدا ہوئے تھے ؛

(۲) اسی سال عبدالرحمٰن بن عوف زہری (رضی اللہ عنہ نے)

پچہتر (۷۵) برس کی عمر میں انتقال کیا۔

(۳) عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار ابن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تیم بن سعد بن ہذیل ابن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار یہ کچھ اوپر ساٹھ (۶۰) برس کے تھے (رضی اللہ عنہ)

(۴) ۳۶ھ میں ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ابن عبد مناف نے وفات پائی، اُن کی عمر بھی (حضرت) عباس (رضی اللہ عنہ) کی عمر کے برابر (یعنی) اٹھاسی (۸۸) برس ہوگئی تھی۔

خلافت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) ابن ابی طالب بن عبد المطلب ابن ہاشم بن عبد مناف کی کنیت ابوالحسن تھی، ان کی والدہ فاطمہ تھیں بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف، جس روز (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) شہید ہوئے ہیں اُسی روز اُن کے ہاتھ پر بیعت ہوئی (اور وہ خلیفہ منتخب ہوئے)

حرب جمل

مسعودی کہتے ہیں:۔

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی بیعت خلافت اور واقعۂ جمل کے درمیان پانچ مہینہ اکیس روز کا فصل تھا۔

اصحاب جمل کی جانب سے (کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فریق مقابل تھے) تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) اس جنگ میں کام آئے جن میں قبیلۂ ازد کے چار ہزار (۴۰۰۰) اور بقول مجہول اس سے کم، قبیلۂ ضبہ کے گیارہ سو (۱۱۰۰) اور بقیہ عام قبائل کے تھے۔

اصحابِ علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہزار (۱۰۰۰) قتل ہوئے، اور بقولِ مجہول کم یا زیادہ؛

یہ واقعہ پنجشنبہ کو پیش آیا جب کہ جمادی الآخرہ ۳۶ھ کی دس شبیں گزر چکی تھیں؛

حربِ صفّین

واقعۂ جمل اور مقامِ صفّین میں (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جنگ کے لیے (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے مقابلہ کے درمیان سات مہینے تیرہ دن کا فصل تھا؛

صفّین میں پہلی لڑائی جس دن فریقین میں ہوئی ہے وہ چہارشنبہ کا دن تھا، غرۂ صفر ۳۷ھ؛

اس امر میں اختلاف ہے کہ علی علیہ السلام کے ساتھ کتنی فوج تھی؟؛

راویوں نے بہت کثیر تعداد بھی بیان کی ہے اور قلیل بھی، لیکن بایں ہمہ اختلاف یہ بیان متفق علیہ ہے کہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نوّے ہزار (۹۰۰۰۰) کی جمعیت تھی اور (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) ایک لاکھ بیس ہزار (۱۲۰۰۰۰) کے ساتھ تھے، قولِ مجہول میں اس جمعیت کی تعداد کم اور زیادہ بھی بتائی گئی ہے؛

فریقین کے مقتولین

صفّین میں ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) اصحابِ علی رضی اللہ عنہ قتل ہوئے جن میں پچّیس ہزار (۲۵۰۰۰) مشاہیر تھے، اور ان میں پچّیس (۲۵) ایسے صحابہ تھے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے تھے، عمّار بن یاسر عنسی بھی انھیں مقتولین میں تھے؛

عمّار عنسی منسوب بہ عنس بن مالک بن اُدد بن زید بن یشجب

ابن عَرِیب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ، یہ قبیلۂ بنی مخزوم کے حلیف تھے ،؛

معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے پینتالیس ہزار (۴۵۰۰۰) قتل ہوئے ،؛

بقول مجہول مقتولین فریقین کی تعداد کم بھی بیان کی گئی ہے اور زیادہ بھی ،؛

صفّین میں ایک سو دس دن (دونوں لشکروں کا) پڑاؤ رہا ، نوّے (۹۰) لڑائیاں ہوئیں ،؛

تحکیم

ماہِ رمضان ۳۸ھ میں حَکَمَین (یعنی فریقین کی جانب سے دو صاحب اس جنگ کا تصفیہ کرنے کے لیے مقرر ہوئے) ابو موسیٰ اشعری و عمروؓ بن العاص ، مقامِ دومۃ الجندل میں جب ان کی ملاقات ہوئی ہے تو اس واقعہ اور (آغازِ جنگِ) صفّین کے درمیان پانچ مہینہ پینتالیس دن کا فصل تھا ؛

خوارجِ نہروان

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) جب خوارج کی جانب نہروان روانہ ہوئے ہیں اور وہاں اُن کو قتل کیا ہے تو اس کے اور واقعۂ تحکیم کے درمیان چودہ مہینہ کا فصل تھا ،؛

خوارج کی جمعیت چار ہزار (۴۰۰۰) تھی ، سرغنۂ خوارج عبداللہ بن وہب الرّاسبی ، منسوب بہ راسب بن مَیدعان بن مالک ابن نصر بن ازد ، یہ نسبت راسب بن خزرج بن جُدّہ بن جرم بن رَبان ابن حُلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کی جانب نہیں ہے ،؛ رَبان میں حرفِ راء ہے ،؛

قبائل معد و قحطان (یعنی) عرب بھر میں یہی دو راسب تھے (راسب بن مَیدعان، اور راسب بن خزرج) ان کے علاوہ اور کسی کا نام راسب نہ تھا۔

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) جب خوارج کے بالمقابل فروکش ہوئے، انھیں (اتباعِ جماعت کی) دعوت دی تو سب کے سب پراگندہ ہو گئے، صرف ایک عبداللہ بن وہب کی جمعیت بقدر اٹھارہ سو (۱۸۰۰) کے رہ گئی۔

بقولِ مجہول:۔

(۱) اس جمعیت کی تعداد پندرہ سو (۱۵۰۰) تھی۔

(۲) بارہ سو (۱۲۰۰) تھی۔

یہ سب قتل ہوئے، فقط کچھ تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے۔

سببِ تفرقۂ خوارج

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن وہب کی جمعیت سے جو لوگ علیحدہ ہوئے اس کا سبب یہ تھا کہ اصحابِ علی علیہ السّلام نے جب خوارج کو گھیر لیا اور قتل میں تیزی و شتابی شروع کی تو خوارج نے منادی کی:۔

یا اخوتنا اسرعوا بنا الروحة الروحة الی الجنّة (بھائیو! ہمارا ساتھ دیجئے اور بہشت کی جانب چلنے میں جلدی کرو، جلدی کرو)۔

اس موقع پر عبداللہ بن وہب نے کہا: فلعلها الی النار (شاید یہ کوچ بہشت کی جانب نہ ہو بلکہ دوزخ کی جانب ہو)۔

جو لوگ اس بنا پر عبداللہ بن وہب سے جدا ہوئے انھوں نے یہ کہا: أنقاتل مع رجل شاك (کیا ہم ایسے شخص کے ساتھ ہو کر لڑیں جسے خود شک ہے کہ یہ لڑائی موجبِ دخولِ جنت ہوگی یا نہ ہوگی) اسی کے بعد یہ لوگ جدا ہو گئے۔

شہادت

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) جب خوارج کے مقابلہ میں نکلے ہیں (اور عبدالرحمن بن ملجم یحصبی نے جب آپ کو شہید کیا ہے تو ان دونوں واقعوں کے درمیان ایک سال پانچ مہینہ پانچ دن کا فصل تھا۔
ابن ملجم کا شمار قبیلۂ مراد میں ہے، اکثر خوارج ابن ملجم کو محض اس بنا پر اچھا نہیں سمجھتے اور اس کے ساتھ موالات جائز نہیں رکھتے کہ اس نے (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو دھوکے سے شہید کیا تھا۔
اس واقعہ اور واقعۂ آغاز ہجرت کے درمیان انتالیس برس آٹھ مہینہ بیس دن کا فصل تھا۔
ماہِ رمضان سنہ ۴۰ھ کے آخری عشرہ میں (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) بمقامِ کوفہ شہید ہوئے۔

مدتِ عمر

آپ کی عمر کتنی تھی؟ اس میں اختلاف ہے:-
(۱) ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ اڑسٹھ برس (۶۸) کی عمر میں شہید ہوئے۔
یہ اُن لوگوں کا قول ہے جو اس جانب گئے ہیں کہ آپ پندرہ برس کی عمر میں مسلمان ہوئے تھے۔
(۲) ایک گروہ کہتا ہے کہ آپ چھیاسٹھ برس (۶۶) کی عمر میں شہید ہوئے۔
یہ اُن لوگوں کا قول ہے جو تیرہ برس (۱۳) کی عمر میں آپ کا مسلمان ہونا بیان کرتے ہیں۔
(۳) ایک گروہ کی روایت ہے کہ آپ ترسٹھ برس (۶۳)

کی عمر میں شہید ہوئے ۔

یہ اُن لوگوں کا قول ہے جو (۱۰) برس کی عمر میں آپ کے اسلام لانے کے راوی ہیں ۔

اس کتاب میں جہاں ہم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت و ہجرت کا تذکرہ کیا ہے وہیں یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ :۔

(۱) اس امر میں اختلاف ہے کہ پہلے پہل کون مسلمان ہوا ۔

(۲) وہ روایتیں بھی درج کر دی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) جب اسلام لائے ہیں تو اُس وقت دس برس سے کم عمر کے تھے ۔

(۳) حتےٰ کہ اُن لوگوں کا قول بھی نقل کر دیا ہے جو کہتے ہیں کہ اُس وقت آپ پانچ برس کے تھے، یہ سب سے کم مقدار ہے جو (اسلام لانے کے وقت) آپ کی عمر کے متعلق بیان کی گئی ہے ۔

(۴) ہم یہ بھی دکھا چکے ہیں کہ اس آخری قول کے راویوں کی غرض کیا ہے اور اس باب میں وہ کس طرح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے فضائل و مناقب کو مٹانا چاہتے ہیں ۔

مدفن

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی قبر کہاں ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے :۔

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ غری میں دفن ہوئے، یہ وہی مشہور مقام ہے جو اس وقت (بعہدِ مصنّف) کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔

(۲) بعض کہتے ہیں، مسجدِ کوفہ میں دفن ہوئے ۔

(۳) بعض کہتے ہیں، ایوانِ حکومتِ کوفہ کے صحن میں دفن ہوئے ۔

(۴) بعض کہتے ہیں، وہاں سے (جنازہ) مدینہ لے گئے اور (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ دفن ہوئے ؛

اسی طرح کے اور بھی اقوال ہیں جن کو ہم اپنی کتاب (۱) اخبار الزمان ومن اباده الحدثان من الامم الماضیہ، والاجیال الخالیہ، والممالک الداثرہ (۲) رسالۃ البیان فی اسماء الائمۃ، میں بیان کر چکے ہیں، پہلی کتاب میں یہ بیان وہاں ہے جس مقام پر آل ابی طالب کے مقاتل وانساب ومقامات قبور وحوادث موت وہلاک کا تذکرہ ہے، اور دوسری کتاب تو اس بیان ہی میں ہے کہ فرقۂ امامیہ نے ائمۃ کی نسبت کیا اقوال پیش کیے ہیں اور اُن کی مقدار عمر وکیفیت تعداد کیوں کر اور کیا کیا بیان کی ہے ؟ ؛

شکل وصورت

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) چار برس نو مہینہ آٹھ دن خلیفہ رہے ؛ شکل وصورت کے گندم گوں، شکم میں توند پیشانی پر بال نہ تھے، سر اور ڈاڑھی سفید، آنکھیں بہت کالی کالی بڑی بڑی (میانہ قد) نہ بلند بالا نہ پست قامت، ڈاڑھی ایسی تھی کہ سینہ بھر جاتا تھا، بالوں کی سفیدی تبدیل نہیں کرتے تھے (یعنی خضاب نہیں لگاتے تھے) ؛

لوازم خلافت

کاتب: عبید اللہ بن ابی رافع، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام تھے ؛

نقش خاتم: الملك لله (حکومت اور ملک اللہ کا ہے) ؛

قاضی: شریح

حاجب: قنبر، جو انھیں کے آزاد غلام تھے ؛

اولاد

اولاد گیارہ (۱۱) تھی :-

(۱) حسن (رضی اللہ عنہ) ؛

(۲) حسین (رضی اللہ عنہ) ان دونوں (سردار جوانان بہشت) کی والدہ (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تھیں بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؛

(۳) محمد بن الحنفیہ (رضی اللہ عنہ) ان کی والدہ خولہ تھیں بنت جعفر ابن قیس بن مسلمۃ بن عبید بن ثعلبۃ بن یربوع بن ثعلبۃ بن الدول بن حنیفۃ ابن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل؛

(۴) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کی والدہ صہبا تھیں، کنیت ام حبیب بنت ربیعۃ بن بجیر بن العبد بن علقمۃ بن الحارث بن عتبۃ بن سعد بن زہیر بن جشم ابن بکر بن حبیب بن عمرو بن تغلب بن وائل؛

(۵) عباس (رضی اللہ عنہ) ان کی والدہ ام البنین تھیں بنت حزام ابن خالد بن ربیعۃ بن الوحید، وحید (لقب، نام) عامر (تھا) ابن کعب بن عامر ابن کلاب بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن؛

(۶) عبد اللہ (رضی اللہ عنہ)؛

(۷) جعفر (رضی اللہ عنہ)؛

(۸) عثمان (رضی اللہ عنہ)؛

(۹) محمد الاصغر (رضی اللہ عنہ) ان کی کنیت ابوبکر تھی (یہ باعتبار اپنے بڑے بھائی محمد بن الحنفیہ کے جو محمد الاکبر بھی کہے جاتے تھے محمد الاصغر مشہور رہے تھے، یعنی چھوٹے محمد)؛

(۱۰) عبید اللہ (رضی اللہ عنہ)؛

(۱۱) یحییٰ (رضی اللہ عنہ)؛

ان میں صاحبان اولاد جن سے سلسلہ چلا، پانچ ہیں:- (۱) حسنؓ (۲) حسینؓ (۳) محمد بن الحنفیہ (۴) عمرؓ (۵) عباسؓ؛

صاحبزادیاں سولہ (۱۶) تھیں جن میں (حضرت) زینب و حضرت ام کلثوم (رضی اللہ عنہما) کی والدہ (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تھیں بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؛

(حضرت امام) حسن بن علی بن ابی طالب کا سلسلۂ اولاد زیدؓ اور حسنؓ سے جاری ہوا، زید کا سلسلہ حسن بن زیدؓ سے اور حسنؓ بن الحسن (ابن علیؓ بن ابی طالب) کا سلسلہ (۱) جعفر

(۲) داؤدؒ (۳) عبداللہؒ (۴) حسنؒ (۵) محمدؒ (۶) ابراہیمؒ سے چلا

(حضرت امام) حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کا سلسلہ علی الاصغر (زین العابدین) ابن الحسینؓ سے اور علیؒ بن الحسینؓ (یعنی انھیں امام زین العابدین کا سلسلہ (۱) محمدؒ (۲) عبداللہؒ (۳) عمرؒ (۴) زیدؒ (۵) حسینؒ بن علیؒ سے چلا

(حضرت) محمدؒ بن الحنفیہ کا سلسلہ (۱) جعفرؒ (۲) علیؒ (۳) عونؒ (۴) ابراہیمؒ سے، جعفرؒ ابن محمدؒ (ابن الحنفیہ) کا عبداللہؒ سے، علیؒ بن محمدؒ کا عونؒ سے (ابن علی بن محمد الحنفیہ) عونؒ بن محمدؒ کا محمدؒ (ابن عونؒ بن محمدؒ) سے ابراہیمؒ بن محمدؒ کا محمدؒ (ابن ابراہیمؒ بن محمدؒ) سے جاری ہوا۔

محمدؒ بن الحنفیہ کے سب سے بڑے بیٹے ابوہاشم عبداللہؒ بن محمدؒ تھے، کچھ لوگوں نے ان کو بھی صاحب اولاد گمان کیا ہے، حال آں کہ یہ صحیح نہیں۔

(حضرت) عمرؓ بن علی بن ابی طالب کا سلسلہ محمدؒ بن عمرؓ سے اور محمدؒ بن عمرؓ کا عمرؒ (ابن محمدؒ بن عمرؓ بن علیؓ بن ابی طالب) اور عبداللہؒ و عبیداللہؒ و جعفرؒ سے جاری ہوا۔

(حضرت) عباسؓ بن علیؓ بن ابی طالب علیہ السلام کا سلسلہ عبیداللہؒ ابن العباسؓ سے اور عبیداللہؒ کا حسنؒ بن عبیداللہ سے جاری ہوا۔

ابوطالب بن عبدالمطلب کے فرزندوں میں صاحب اولاد تین ہی ہیں (۱) عقیلؓ (۲) جعفرؓ (۳) علیؓ، اس لیے کہ طالب جن کے نام پر وہ اپنی کنیت (ابوطالب) کرتے تھے لاولد تھے۔

ان سب بھائیوں میں دس دس برس کی چھوٹائی بڑائی تھی، بڑے بھائی طالب تھے، اُن کے بعد عقیلؓ، بعدہٗ جعفرؓ، پھر علیؓ۔

ابوطالب کی دو بیٹیاں تھیں، اُمِّ ہانیؓ، اور جمانہؓ۔

اولاد جعفر و عقیل رضی اللہ عنہما

مسعودی کہتے ہیں:-

امیر المومنین علی (رضی اللہ عنہٗ) اور ان کی اولاد و سلسلۂ نسل کا تو ہم تذکرہ کر چکے، اب ہم جعفر و عقیل (فرزندان ابوطالب رضی اللہ عنہما)

کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اُن میں کن کن سے نسل چلی، ؛

جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے (تین لڑکے تھے) ؛

(۱) عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) ؛

(۲) عون (رضی اللہ عنہ) ؛

(۳) محمد (رضی اللہ عنہ) ؛

صفین میں محمد اور عبید اللہ بن عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہما) کے درمیان مقابلہ ہوا اور ہر ایک نے اپنے حریف کو قتل کر ڈالا، (یعنی ایک نے دوسرے پر باہم ایسے وار کیے کہ وہیں دونوں صاحب کام آئے) راویان انساب آل ابی طالب اسی کے قائل ہیں، لیکن قبیلۂ ربیعہ اس کا منکر ہے، اُس کا بیان ہے کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو بکر بن وائل نے قتل کیا تھا؛

ان میں سے صاحبِ اولاد جن سے نسل چلی، عبد اللہ تھے (رضی اللہ عنہ) جعفر (رضی اللہ عنہ) انھیں کے نام پر اپنی کنیت (ابو عبد اللہ) کرتے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جعفر (رضی اللہ عنہ) کی کنیت ابو الفضل تھی، مگر زیادہ مشہور پہلی ہی روایت ہے؛

عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) کی نسل (۱) علی (۲) اسحاق (۳) معاویہ (۴) اسمعیل (رضی اللہ عنہم) سے چلی ؛

عقیل بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے تیرہ (۱۳) لڑکے تھے :-

(۱) یزید (رضی اللہ عنہ) عقیلؓ انھیں کے نام پر اپنی کنیت (ابو یزید) کرتے تھے ؛

(۲) محمد (رضی اللہ عنہ) ؛

(۳) سعید (رضی اللہ عنہ) ؛

(۴) جعفر الاکبر (رضی اللہ عنہ) ؛

(۵) ابو سعید الاحول (رضی اللہ عنہ) ؛

(۶) مسلم (رضی اللہ عنہ) ؛

(۷) عبد اللہ الاکبر (رضی اللہ عنہ) ؛

(۸) عبداللہ الاصغر (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۹) جعفر الاصغر (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۱۰) حمزہ (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۱۱) عیسیٰ (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۱۲) عثمان (رضی اللہ عنہٗ)؛
(۱۳) علی الاصغر (رضی اللہ عنہٗ)؛

ان میں صاحبِ اولاد جن سے نسل چلی، محمدؓ تھے، اور محمدؓ کی نسل عبداللہؓ بن محمدؓ سے چلی؛

اسنادِ انساب

(۱) آلِ ابوطالب کا نسب نامہ ہم نے کتاب "انساب آلِ ابی طالبؓ" کی سند پر بیان کیا ہے، جس کی روایت ہم سے طاہر بن یحییٰؒ بن الحسنؓ بن جعفرؓ ابن عبداللہؓ بن الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب نے اپنے والد کی سند سے کی ہے، اس کے علاوہ ہمارے ماخذ و مستند دوسرے علمائے ماہرینِ انسابِ آلِ ابی طالب بھی ہیں؛

(۲) اولاد (حضرت) ابوبکر و (حضرت) عمر و (حضرت) عثمان (رضوان اللہ علیہم) کے بیان میں ہمارا ماخذ زبیرؒ بن بکار کی کتاب "انسابِ قریش" ہے جس کی روایت ہم نے بسندِ (مندرجۂ ذیل) کی ہے:-

(الف) بروایتِ قاضیٔ مکہ ابوبکر عبداللہ بن محمد المعریؒ؛
(ب) بروایتِ ابوالحسن احمد بن سعید الدمشقی الاموی؛
(ج) بروایتِ ابوالحسین الطوسی؛
(د) بروایتِ حرمی، وغیرہم،؛

مدینۃ السلام (بغداد) میں ہم نے اُن سے روایت کی ہے، اور اُن کے علاوہ دوسرے علمائے ماہرینِ انسابِ قریش بھی ہمارے ماخذ و مستند ہیں؛

خلافتِ حسن بن علی رضی اللہ عنہما

(حضرت) حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) ابن ابی طالب کی کنیت ابو محمدؔ تھی، اُن کی والدہ (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تھیں بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،؛

وہ اپنے والد کی وفات کے دو دن بعد، جب کہ ماہ رمضان ۴۰ھ کی سات شبیں باقی تھیں، خلیفہ ہوئے، ماہِ ربیع الاول ۴۱ھ میں انھوں نے معاویہ (رضی اللہ عنہٗ) کے ساتھ مصالحت کر لی؛

کچھ لوگوں کی رائے میں یہ واقعۂ (مصالحت) اسی سال (۴۱ھ) کے ماہ جمادی الاخرہ یا ماہ جمادی الاولیٰ کا ہے، لیکن زیادہ مشہور پہلی ہی روایت ہے اور اُن کی مدّتِ زمانہ کے مطابق یہی ہمارے نزدیک صحیح بھی ہے،؛

اُن کی مدّتِ خلافت، تا بہ مصالحت، چھ مہینہ تین دن تھی،؛

وہ پہلے خلیفہ ہیں جس نے اپنے آپ کو مخلوع قرار دے کر خلافت دوسرے کے سپرد کر دی؛

مدینہ میں، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے، انھیں زہر دیا گیا (اور اسی سے) ماہ ربیع الاوّل ۴۹ھ میں وفات پائی، چھیالیس (۴۶) برس کی عمر تھی، بقیعِ غرقد میں اپنی والدہ فاطمہ علیہا السلام کے پاس دفن ہوئے؛

کتابۂ مزار

بقیع میں اس مقام پر آج تک ایک سنگِ رخام (کا کتابہ) موجود ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:-

"الحمد للہ مبید الامم، ومحی الرمم، ھذا قبر فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ نساء العالمین، والحسن بن علی بن ابی طالب و علی بن الحسین بن علیؑ، ومحمد بن علیؑ، و جعفر

ابن محمد رضوان اللہ علیہم اجمعین" ؛

(یعنی مستحق حمد و ثنا خدا ہی ہے جو قوموں کو ہلاک اور خاک کے ڈھیر کو زندہ کرتا ہے، یہ قبر (۱) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو سردار زنان بہشت ہیں اور (۲) حسن ابن علی بن ابی طالب (۳) علی بن حسین بن علی (۴) محمد بن علی (۵) جعفر بن محمد کی، اللہ ان سب سے راضی رہے) ؛

شکل و شباہت

(حضرت) حسن (رضی اللہ عنہ) اُن لوگوں میں تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ تھے، کتاب الاستذکار میں ہم اُن کی صفت بیان کر چکے ہیں (جس میں اس شباہت کا مذکور ہے) ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت اور بھی جن لوگوں میں پائی جاتی تھی اسی کتاب (الاستذکار لما جری فی سالف الاعصار) میں اُن سب کا ذکر موجود ہے ؛

لوازمِ خلافت

کاتب: عُبَید اللہ بن ابی رافع

قاضی: شُریح ؛

حاجب: سالم جو انھیں (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ) کے آزاد غلام تھے، روایتِ مجہول میں قنبر کو بھی اُن کا حاجب بیان کیا گیا ہے ؛

واقعاتِ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما)

(حضرت) معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ابن عبد مناف کی کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی، اُن کی والدہ ہند تھیں، بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں اُن کے (ہاتھ پر) بیعت

ہوئی، رجب سنہ ۶۰ھ میں بمقام دمشق وفات پائی، اسّی (۸۰) برس کی عمر تھی دمشق کے اُس مقام میں دفن ہوئے جو مدباب صغیر، کے نام سے مشہور ہے، اس مقبرہ میں اُن کی قبر کی عام شہرت ہے؛

قصرِ خلافت

یہ بھی کہا گیا ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہٗ) کی قبر دمشق کی اُس عمارت میں ہے جو آج تک (یعنی بعہدِ مصنّف) "الدار الخضراء" کے نام سے مشہور ہے، اس عمارت میں جو مسجدِ جامع ہے اُس کے قبلہ رُخ اُن کی قبر ہے، یہیں کوتوالی و محبس (کے محکمے) ہیں؛

(حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہٗ) کے بعد بنی امیہ کے جتنے اولی الامر دمشق میں رہے سب اسی قصر میں رہتے تھے؛

گورستان بابِ صغیر میں اُن (معاویہؓ) کی نہیں بلکہ (اُن کے پوتے) معاویہ بن یزید بن معاویہؓ کی قبر ہے؛

شخصیت

معاویہ (رضی اللہ عنہٗ) کا زمانہ اُنّیس (۱۹) برس تین مہینہ چند روز رہا؛ دراز قد، فربہ، گورے رنگ کے تھے، سُرین بھاری، چھوٹا سر بھرا ہوا چہرہ، آنکھوں کے حدقے بڑے اور نکلے ہوئے، فراخ سینہ، گھنی ڈاڑھی، مہندی اور وسمہ کا خضاب کرتے تھے؛

دُنیاوی معاملات میں بڑے مدبّر، داؤ پیچ والے، صائب الرائے عاقبت اندیش تھے، فرصت و موقع پاتے تو قطعاً توقف نہ کرتے اور معاملہ میں اندیشہ ہوتا تو ٹال جاتے، جب کسی بات میں اُن سے بحث کی جاتی تو پوری توجہ سے مقابلہ کرتے اور حریف کی بات کو منقطع کرتے رہتے (یعنی بہر حال اپنے مقابل کو مغلوب کر دیتے اور اُس کے لیے مجال کلام باقی نہ چھوڑتے)؛

لوازمِ سلطنت

کاتب :- (۱) عُبَیْدبن اَوْس الغسانی (۲) سَرجُون بن منصور الرومی (۳) عبدالملک بن مروان، بقولِ مجہول (۴) عبدالرحمٰن بنِ دراج (۵) سلیمان ابنِ سعید جو انھیں کے آزاد غلام تھے :

نقشِ خاتم :- لاقوۃ الّا باللہ (بجز خدا کے اور کسی میں طاقت نہیں) :

قاضی : فضالۃ بن عبید الانصاری :

حاجب : صفوان، جو اُن کے آزاد غلام تھے، اور بقولِ مجہول یزید کہ وہ بھی اُن کے آزاد غلام ہی تھے :

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

سنہ ۴۳ھ میں عمرؓو بن العاص بن وائل السہمی نے فُسطاط (دارالملکِ مصر) میں عیدالفطر کے روز انتقال کیا، وہاں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے والی ملکِ مصر تھے، نواسی (۸۹) برس کی عمر تھی، اور بقولِ مجہول نوّے (۹۰) برسؔ

ہم نے اُن کی وفات کا محض اس لیے تذکرہ کیا ہے کہ بہتیرے بے علم نادان کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے معاویہ کے انتقال کے بعد وفات پائی (رضی اللہ عن جمیع المومنین) :

وفاتِ اُمّہات المومنین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج (مطہّرات) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں واصل بحق ہوئیں جن میں خود اُن کی بہن اُمّ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) بھی تھیں :-

(۱) اُمّ حبیبہ رملہ (رضی اللہ عنہا) بنت ابی سفیانؓ، وفات سنہ ۴۴ھ :

(۲) حفصہ (رضی اللہ عنہا) بنتِ عمرؓ بن الخطّاب، سنہ ۴۵ھ :

(۳) صفیہ (رضی اللہ عنہا) بنت حُیَیّ بنِ اخطب، سنہ ۵۰ھ :

(۴) جُوَیرِیَہ (رضی اللہ عنہا) بنت الحارث المُصطَلِقیہ سنہ ۵۶ھ؎
(۵) عائشہ (رضی اللہ عنہا) بنت ابی بکرؓ سنہ ۵۸ھ؎
(۶) اُمِّ سَلَمَہ (رضی اللہ عنہا) سنہ ۵۹ھ؎

واقعات یزید بن معاویہ

یزید بن معاویہ کی کنیت ابو خالد تھی، ماں مَیسُون بنت بَحدَل کلبیہ تھیں، بَحدَل حارثہ کی اولاد میں تھے، حارثہ بن جناب بن ہُبَل بن عبد اللہ ابن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللّات بن رُفیدہ بن ثور بن کلب؎
رجب سنہ ۶۰ھ میں یزید کے (ہاتھ پر) بیعت ہوئی، ؎
(حضرت) حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور (حضرت) عبد اللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہما) سے عامل مدینہ نے، جو یزید کی جانب سے مامور تھا، بیعت لینی چاہی تو دونوں صاحبوں نے انکار کیا اور نکل کے مکہ چلے گئے، عبد اللہ بن الزُّبیر (رضی اللہ عنہما) تو وہیں رہ پڑے مگر (جناب) حسین (رضی اللہ عنہٗ) کے پاس اہل عراق کے متواتر خطوط اور مسلسل قاصد، اخذ بیعت و اظہار اطاعت کی غرض سے آرہے تھے، لہٰذا حضرت نے عراق کا قصد فرمایا اور اُدھر روانہ ہوئے؎

حادثۂ کربلا

(حضرت) اپنی روانگی سے پیشتر ہی اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہما) کو کوفہ بھیج چکے تھے، جب خود (حضرت) کوفہ کے قریب پہونچے تو اہل عراق نے بے وفائی کی، بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ ناکام رہیں، جو عہد و پیمان لکھ بھیجے تھے اور جس میثاق و شرط پر (حضرت کی اطاعت کرنے کا) سب نے بالاتفاق اقرار کیا تھا مطلق وفا نہ کی؎
عراقیوں نے (حضرت) مسلم (رضی اللہ عنہٗ) سے ٹوٹ کر اُنھیں عُبَید اللہ بن زیاد کے سپرد کر دیا جس نے انکو شہید کر ڈالا اور عمر بن سعد

ابنِ ابی وقّاص کی سرلشکری میں حضرت کے مقابلہ کو فوجیں روانہ کیں ؛

شہادتِ امامِ مظلوم

جمعہ کے روز کہ محرّم ۶۱ھ کی دس شبیں گزر چکی تھیں (حضرت) شہید ہوئے ؛

روایتِ مجہول میں آپ کا روزِ شہادت دوشنبہ ہے مگر زیادہ مشہور پہلی ہی روایت ہے اور اسی پر اکثر (مورخین) کا اتفاق ہے ؛

سرزمینِ عراق کے مقامِ کربلاء میں دفن ہوئے، ستاون (۵۷) برس کی عمر تھی ؛

شہدائے کربلاء

آپ کے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی اولاد میں سے آپ کی معیت میں چھ (بھائی) شہید ہوئے :

(۱) عبّاس (رضی اللہ عنہ) ؛

(۲) جعفر (رضی اللہ عنہ) ؛

(۳) عثمان (رضی اللہ عنہ) ؛

(۴) محمد الاصغر (رضی اللہ عنہ) ؛

(۵) عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) ؛

(۶) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ؛

خود اُن کی اولاد میں تین (صاحب) شہید ہوئے :

(۷) علی الاکبر

(۸) عبد اللہ، جو بالکل بچّہ تھے ؛

(۹) ابوبکر، فرزندانِ حسین بن علی، رضی اللہ عنہم ؛

من جملۂ اولادِ حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) ؛

(۱۰) عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) ؛

(۱۱) قاسم (رضی اللہ عنہ) ؛

اولادِ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہما):
(۱۲) عون (رضی اللہ عنہ)؛
(۱۳) محمد (رضی اللہ عنہ)؛
اولادِ عقیل بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ):
(۱۴) مسلم (رضی اللہ عنہ)؛
(۱۵) جعفر (رضی اللہ عنہ)؛
(۱۶) عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ)؛
(۱۷) عبداللہ (رضی اللہ عنہ) یہ چاروں صاحب عقیل (رضی اللہ عنہ) کے فرزند تھے؛
(۱۸) محمد بن ابی سعید بن عقیل (رضی اللہ عنہم)؛

حضرت عبداللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہما)

ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے یزید کی بیعت نہیں کی، وہ اُس کو "سکیر" (مست) اور "خمیر" (مخمور) کہتے تھے، مکہ سے یزید کے عامل کو نکال دیا اور اہلِ مدینہ کے نام خط لکھا جس میں یزید کی منقصت و فسق و فجور کا بیان تھا اور اُن کو دعوت دی تھی کہ یزید کے ساتھ لڑنے میں میری مدد کریں اور اُس کے عامل کو اپنے ہاں سے نکال دیں؛

یزید کی جانب سے مدینہ میں جو عامل مقرر تھا اہلِ مدینہ نے اُس کو، مروان بن الحکم کو، اولادِ مروان کو، اور اُن کے علاوہ بنی اُمیّہ کے اور لوگوں کو مدینہ سے نکال کر سب کا ملکِ شام کی جانب اخراج کر دیا؛

یزید کی لشکر کشی

یزید نے اہلِ مدینہ سے لڑنے کے لیے مسلم بن عقبۂ مرّی کو روانہ کیا جس کے ساتھ چار ہزار لشکر تھا اور (۱) زُفر بن حارثِ کلابی (۲) حُبیش ابن دُلجۂ قینی (۳) حُصین بن نمیر کندی (۴) عبداللہ بن مسعدۂ فزاری، وغیرہ

سرداران فوج بھی ہمراہ تھے۔

فتنۂ حرّہ

(۔)

مدینۂ شریفہ پر لشکر کشی

سرداران فوج کی مشایعت اور وصیّت کے لیے یزید خود نکلا، مسلم بن عقبہ کو جو وصیّتیں کیں اُن میں (خاص بات) یہ تھی کہ:-

(۱) اگر کوئی حادثہ تجھے پیش آئے تو حصین بن نُمیر سرلشکر ہو۔

(۲) مدینہ کے قریب پہونچنے پر وہاں داخل ہونے سے اگر کسی نے تجھے روکا یا لڑائی کا سامان کیا تو پھر تلوار ہی سے کام لینا تلوار ہی سے کام لینا اور اُن کو چھوڑ نہ دینا (بلکہ کسی کو باقی نہ رکھنا)۔

(۳) مدینہ کو تین دن تک تاخت وتاراج کرنا۔

(۴) جن کے خفیف زخم ہو انھیں اچھی طرح گھائل کرنا اور جو مُنہ موڑ کے بھاگے ہوں اُن کو قتل کر ڈالنا۔

(۵) لیکن اگر اہلِ مدینہ تجھ سے مُتعرض نہ ہوے تو مکّہ جا کے ابن زبیرؓ سے لڑنا، مجھے امید ہے کہ خدا اُن پر تجھے فتح عنایت فرمائے گا۔

یزید ایک اونچی جگہ چڑھ گیا، (سرداران فوج کے) جھنڈے اُس کے سامنے سے گزر رہے تھے، اور گھوڑے اُس کو گھیرے ہوے تھے، اس حالت میں کہتا ہے:

ابلغ ابابکر اذا الامر انبری

(ابوبکر کو یہ خبر دو مگر اُس وقت کہ یہ معاملہ واضح ہو جائے)

وانحطّت الرایات من وادی القریٰ

(اور جھنڈے وادی القریٰ سے نیچے اُتر جائیں۔ یعنی ہماری فوج مکّہ کے قریب پہونچ جائے)

أجمعَ سکرانَ من القوم ترے

(کیا تو ایسے لوگوں کی جمعیت دیکھ رہا ہے جو مست و مخمور ہیں؟)

ام جمع یقظان نفی عنہ الکرے

(یا ایسے لوگوں کی جمعیت ہے جو اس قدر بیدار و ہوشیار ہیں کہ خواب غفلت اُن سے بالکل ہی مسلوب ہے)

ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) کی کنیت ابوبکر و ابو خُبیب تھی (اور وہ یزید و اصحاب یزید کو مخموروں کی جماعت کہا کرتے تھے)۔

مسلم مدینہ کو روانہ ہوا، وہاں کے لوگوں نے وہی خندق پھر کھودی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن کھدوائی تھی اور مدینہ کو برابر برابر کی دیواروں سے محفوظ کر لیا۔

شاعرِ اہل مدینہ یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

ان بالخندق المکلل بالمجد

(اس خندق میں جس کے سر پر بزرگی و شرافت کا تاج ہے)

لضربا یبلدی عن النشوات

(ایسی مار ہے جو تمام نشہ کو بھلا دے گی)

لست منا ولیس خالک منا

(نہ تو ہم میں سے ہے نہ تیرا ماموں ہم میں سے ہے)

یا مضیع الصلاۃ للشہوات

(اے شہوتِ نفس کے لیے فریضۂ نماز کو ضائع کرنے والے)

فاذا ما قتلتنا فتنصر

(جب تو ہمیں قتل کر چکے تو عیسائی ہو جا)

واشرب الخمر واترک الجمعات

(شراب پی اور ادائے فریضۂ جمعہ ترک کر دے)

مقام حرّہ میں مقابلہ ہوا، یہ واقعہ ۶۳ھ کا ہے جب کہ ماہ ذی الحجہ میں تین شبیں باقی رہی تھیں۔

اہل مدینہ کی مدافعت

قریش اور اُن کے حلیفوں اور متعلقوں کے سرگروہ عبداللہ

ابن مطیع العدوی (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ابن عم تھے، انصار اور باقی لوگوں کے سرگروہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ بن ابی عامر الانصاری ثم الاوسی تھے؛

فریقین (یعنی اہل مدینہ و اہل شام) نے باہم سخت جنگ کی، حتیٰ کہ عبداللہ بن حنظلہ شہید ہو گئے اُن کے ساتھ مہاجرین و انصار اور اُن کے متعلقوں اور حلیفوں میں سے بھی متعدد افراد شہید ہوئے؛

قریش و انصار کے شہید مردوں کی تعداد سات سو (۷۰۰) تھی اور باقی لوگ جن میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں، اور لڑکے بھی تقریباً دس ہزار (۱۰۰۰۰) شہید ہوئے؛

یہ روایت محمد بن عمر الواقدی، صاحب مغازی و سیر کی ہے لیکن اقوال مجہولہ میں اس سے کم و بیش تعداد بیان کی گئی ہے؛

احرار اسلام بحیثیت غلام

مسلم نے مدینہ میں داخل ہو کر شہر کو لوٹ لیا اور تین دن تک لوٹ مار جاری رکھی، اہل مدینہ میں جو بقیۃ السیف رہ گئے تھے اُن سب سے اس اقرار کے ساتھ بیعت لی کہ وہ یزید کے "قن" ہیں؛

"قن"، مورو ثی غلام کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ (دونوں) غلام بنائے گئے ہوں اور "عبد" وہ غلام ہے کہ خود اسی کو غلام بنایا گیا ہو اور اُس کے ماں باپ مملوک نہ ہوں؛

اس غلامی کے اقرار سے فقط دو صاحب محفوظ رہے:

(۱) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کہ اہل مدینہ کی تحریک میں شریک و دخیل ہی نہیں ہوئے تھے؛

(۲) علی بن عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) جن کی حفاظت خود فوج (شام) کے قبیلۂ کندہ والوں نے کی جو اُن کے ننھیالی رشتہ دار تھے (حضرت) حسین بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کی شہادت

کے بعد اسلام کا یہ سب سے بڑا دردناک حادثۂ مصیبت تھا۔

یزید کی ہلاکت

علاقۂ دمشق کے مقامِ حُوارین میں جو مقاماتِ قار اور قُطَیفہ کے متصل شہرِ حمص کی سڑک پر براہِ خشکی، واقع ہے، یزید ہلاک ہوگیا، یہ واقعہ سنہ ۶۴ ھ کا ہے جب کہ صفر کی سترہ (۱۷) شبیں گزر چکی تھیں، یزید اس وقت تینتیس (۳۳) برس کا تھا، زمانۂ حکومت تین سال سات مہینہ بائیس دن ہے۔

گہرے رنگ کا گندم گوں، بڑا سر، چہرہ پر چیچک کے داغ نمایاں تھے، لذتِ عیش میں مبادرت اُس کا شیوہ تھا علانیہ معصیت کرتا، اپنی غلطی ہی کو اچھا کہتا، اور اگر اُس کی دُنیا ٹھیک اُترتی تو دینی معاملات کو سرسری و آسان سمجھتا۔

اعوان استبداد

کاتب: (۱) عُبَید بن اوس الغسانی (۲) زمل بن عمرو العذری (۳) سرجون بن منصور۔

نقش خاتم: ربنا اللہ (اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے)۔

قاضی: ابوادریس الخولانی۔

حاجب: خالد جو اُس کا آزاد غلام تھا، اور بقولِ بعض: صفوان۔

واقعاتِ معاویہ بن یزید بن معاویہ

معاویہ بن یزید بن معاویہ کی کنیت ابوعبد الرحمٰن تھی، ابولیلیٰ صِرف توبیخ کے طور پر کنیت مشہور ہوئی کیوں کہ حکومت سے وہ عاجز رہا تھا، مرد دل میں جو عاجز نکلتا تھا اہلِ عرب اُس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتے تھے، شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے:

انی اریٰ فتنۃً تَغلیٰ مَراجِلُھا

(میں ایک ایسا فتنہ دیکھتا ہوں جس کی دیگیں جوش کھا رہی ہیں)

والملك بعد ابی لیلی لمن غلبا
(ابولیلی یعنی مغلوب و عاجز آدمی کے بعد ملک اسی کے لیے ہے جو غالب آئے)
بقولِ ضعیف: شعر تو قدیم ہے، البتہ شاعر نے اُس کے زمانہ میں تمثیلاً پڑھا تھا۔

اُس کی ماں اُمّ خالد تھی، بنتِ ابی ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ۔
معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر اُسی دن بیعت ہوئی جس دن اُس کا باپ، مرا ہے، ربیع الاوّل ۶۴ھ میں بمقامِ دمشق اُس نے انتقال کیا اور وہیں دفن ہوا، صرف چالیس دِن اُس کا زمانہ رہا، اور بقولِ بعض، کم وبیش۔
میانہ قد وقامت کے لوگوں میں تھا، دُبلا جسم، زردی مائل۔

شعارِ حکومت

کاتب: (۱) زمل بن عمرو العذری (۲) سلیمان بن سعید الخُشَنی (۳) سرجون نصرانی۔
نقش خاتم: باللہ ثقة معاویہ (معاویہ کا بھروسہ اللہ پر ہے)۔
قاضی: ابو ادریس خولانی۔
حاجب: صفوان، جو اُس کا آزاد غلام تھا۔

واقعاتِ مروان بن حکم

مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی کنیت ابو عبد الملک اور ابو الحکم تھی، والدہ: آمنہ بنتِ علقمہ بن صفوان ابن اُمیہ۔

رجب ۶۴ھ میں بڑے قضیوں اور خرخشوں کے بعد بیعت ہوئی کیوں کہ شیعۂ بنی اُمیہ اور اُن کے ہوا خواہوں کے مابین اختلاف تھا کہ مروان کو خلیفہ بنائیں یا خالد بن یزید بن معاویہ کو؟
بات یہ ہے کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ کے بعد معاملہ درہم وبرہم ہوگیا۔

(۱) ضحاک بن قیس الفہری نے کہ اُن دنوں دمشق کے حکمران تھے، عبداللہؓ بن زبیرؓ سے بیعت کی (یعنی اُن کو خلیفہ مان لیا)؛
(۲) مصر میں نعمان بن بشیر انصاری نے؛
(۳) قنسرین میں زفر بن الحارث کلابی نے؛
(۴) فلسطین میں ناتل بن قیس الجذامی نے؛
حجاز و مصر، و شام، و جزیرہ، و عراق، و خراسان، اور بقیہ تمام بلادِ اسلام کے منبروں پر عبداللہ بن زبیرؓ کے لیے دعائیں کی گئیں، البتہ علاقۂ اُردن کا شہر طبریہ اس سے مستثنیٰ تھا، کیوں کہ وہاں حسّان بن مالک ابن بحدل کلبی موجود تھا جو بنی حارثہ بن جناب کے خاندان میں تھا؛
حسّان نے ابن زبیرؓ کے لیے دعا کرنے اور اُن کے (حلقۂ) اطاعت میں داخل ہونے سے انکار کر دیا؛

انتخابِ خلافت

حسّان نے خالد بن یزید کو خلیفہ بنانا چاہا جو اُن لوگوں کا بھانجا ہوتا تھا؛
بنی اُمیہ و شیعۂ بنی اُمیہ اور جو سرداران شام اُن کے ہوا خواہ تھے سب نے مجتمع ہو کے خالد بن یزید کو خلیفہ بنانے کے لیے مشورہ کیا، دوسرے لوگوں نے انکار کیا کہ بجز مروان کے اور کسی کو خلیفہ نہ بنائیں گے کیوں کہ خالد ایک لڑکا تھا جو ابن زبیرؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور مروان پیر مردِ آزمودہ کار اور اپنے زمانہ میں بنی اُمیّہ کے بقیّہ (سرداروں) میں سے تھا؛

مجلسِ شوریٰ

یہ مجلسِ شوریٰ شہر جابیہ میں منعقد ہوئی جو دمشق اور طبریہ کے درمیان واقع ہے؛
سب نے مل کے مروان کے حق میں فیصلہ کیا، لہٰذا بیعت خلافت مروان ہی کے لیے ہوئی؛

خالد بن یزید بن معاویہ کو مروان کا ولی عہد منتخب کیا گیا، اور خالد کے بعد عمرو بن سعید الاشدق کے لیے قرار داد ہوئی،

شیعۂ ابن الزبیرؓ کی چڑھائی

شہر دمشق سے نکل کے ضحاک نے ہوا خواہان ابن الزبیر کے ساتھ کوچ کیا اور ملک شام میں جو لوگ ابن الزبیرؓ کے مطیع تھے اُن سے امداد طلب کی، سب نے فوج و مال و زر و اسلحہ سے مدد دی،

ضحاک تیس ہزار جمعیت کے ساتھ نکلے جن میں بیشتر قبیلۂ قیس ابن عیلان کے اور اُن کے علاوہ قبیلۂ مُضر کے لوگ بھی تھے، اور زیادہ تر سوار تھے

شیعۂ بنی اُمیّہ کی مدافعت

مروان نے (مقابلہ کے لیے) تیرہ ہزار کے ساتھ کوچ کیا جو سب کے سب یمنی (قحطانی) تھے، بیشتر قبیلۂ کلب کے اور اُن کے علاوہ دوسرے قبائل یمن کے لوگ بھی تھے، مگر زیادہ تر پیدل تھے،

اسی واقعہ کے متعلق اور اسی دن مروان نے کہا ہے:

مروان کی طیاری

لمّا رأیتُ النّاس مالوا جنبا

(میں نے جب دیکھا کہ لوگ ایک جانب مائل ہوگئے، ایک ہی طرف کے ہو رہے)

والملک لا یوخذ الّا غصبا

(اور ملک و حکومت و سلطنت کی یہ کیفیت ہے کہ بے غصب کیے اُسے حاصل نہیں کر سکتے)

اعددتُ غسّانَ لھم و کلبا

(تو میں نے اُن لوگوں کے مقابلہ کے لیے قبیلۂ بنی غسان و قبیلۂ بنی کلب کو مستعد کیا)

والسّکسکیّین رجالا غُلبا

(سکسکیوں کو آمادہ کیا جو غالب آنے والے اور مغلوب نہ ہونے والے لوگ ہیں)

وطیئاً یأبون الا ضربا

(قبیلۂ بنی طے کو فراہم کیا جو بجز لڑنے مارنے کے اور کچھ مانتے ہی نہیں)

والقین تمشی فی الحدید نکبا

(غلاموں کو طیار کیا جو لوہے کے ہتھیاروں میں اپنے بنے ہوئے ٹیڑھے ترچھے چل رہے ہیں)

ومن تنوخ مشمخراً صعبا

(قبیلۂ تنوخ والوں کو ساتھ لیا جو بڑے سخت مغرور لوگ ہیں)

بالاعوجیات یثبن وثبا

(اور ایسے اصیل عربی گھوڑوں پر سوار ہیں جو کود کود کے حملہ کرتے ہیں)

وان دنت قیس فقل لا قربا

(اب اگر قبیلۂ بنی قیس جو فریق مقابل کے لوگ ہیں نزدیک آئیں تو کہہ دو کہ دور رہو)

ہزیمت شیعۂ ابن الزبیرؓ

مرج راہط میں فریقین کا مقابلہ ہوا اور سخت جنگ ہوئی جس میں ضحاک قبیلۂ بنی قیس کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مقتول، اور باقی سب منہزم ہوگئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مرغزار (راہط) میں فریقین بیس دن تک پڑے رہے اور ہر روز جنگ ہوا کی، کبھی ایک کو غلبہ ہوتا کبھی دوسرے کو، مروان نے اپنے حریفوں کو فریب دے کر آشتی و مسالمت و صلح کی دعوت دی جب وہ لوگ مطمئن ہوگئے تو ناگاہ حملہ کردیا، وہ مصالحت کے دھوکے میں بغیر کسی ساز وسامان کے (اطمینان سے بیٹھے) تھے، یہی اُن کی ہزیمت کا سبب ہوا۔

استقرار ملک بنی اُمیہ

اسی واقعہ نے بنی اُمیہ کو حکومت واپس دلائی، ورنہ مٹ چکی تھی اور بجائے بنی اُمیہ کے بنی اسد بن عبد العزیٰ میں جا چکی تھی، کچھ لوگوں کی یہ رائے اسی بنا پر ہے کہ مروان پہلا شخص ہے جس نے تلوار کے زور سے

خلافت حاصل کی۔

واقعات عرب میں اس واقعہ کا نہایت شہرہ اور بہت کچھ تذکرہ ہے قبائل نزار کے مقابلہ میں قبائل یمن اس پر نازاں ہیں اور اُن کے اکثر و بیشتر شعرا نے اس پر فخر کیا ہے، عمرو بن مخلاۃ الحمار الکلبی نے کہا ہے:۔

شفی النفس قتلی لم توسد خدودھا

(اُن مقتولوں نے طبیعت کو تسلی و تشفی دی جن کے رخساروں کو کبھی کفن کا سہارا نصیب نہ ہوا)

تلم بھا طلس الذئاب وسودھا

(مٹیالے رنگ کے کالے کالے بھیڑیے اُن کی جانب متوجہ ہیں اور اُن کی لاشوں کے قریب ہوتے جاتے ہیں)

بایدی کماۃ فی الحروب مساعد

(وہ ایسے بہادروں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں جو لڑائیوں کے دھنی اور آتش حرب کے شعلہ فروز ہیں)

علی ضامرات ما تجف لبودھا

(ایسے نحیف و لاغر گھوڑوں پر سوار ہو کے یہ آگ بھڑکاتے ہیں جن کے بال بھی دشمنوں کے لہو سے خشک نہیں ہوتے)

اتحنا حی الحیین قیس براھط

(ہم نے مرج راہط میں قیسیوں کے دونوں گروہوں کی جماعت محروسہ کو حلال کر ڈالا اور تلوار کے سپرد کر دیا)

وولت شلا اذا وا ستبیح شریدھا

(ان میں سے بہت تھوڑے بھاگ سکے اور جو بھاگے اُن سب کی جان و مال کو حلال قرار دیا گیا)

پھر کہا ہے:۔

رددنا لمروان الخلافۃ بعد ما

(ہم نے مروان کو خلافت واپس دلا دی، بعد اس کے کہ)

جری للزبیریین کل برید

(ہر ایک ڈاک چوکی زبیریوں ہی سے بھر چکی تھی اور انھیں کی حکومت ہو گئی تھی)

فالا یکن منا الخلیفۃ نفسہ

(اس حالت میں اگر خود ہم میں سے کوئی خلیفہ نہ ہوا تو نہ سہی)

فما نالھا الا ونحن شھود

(خلیفہ نے خلافت جو پائی ہے وہ ہمارے ہی حضور سے یعنی ہماری بدولت پائی ہے اور ہم اس میں شریک تھے)

فرارِ زُفَر

زُفَر بن حارث الکلابی (من جملۂ شیعۂ ابن الزّبیرؓ) نے اس معرکہ سے جب فرار اختیار کیا اور بدنامی ہونے لگی، تو اُس دن اپنے بھاگ جانے کی معذرت میں کہا ہے:

لعمری لقد ابقت وقیعۃ راھطٍ
(مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ مرج راہط کے واقعہ نے)
لمروان صدعًا بیّنًا متنائیًا
(مروان کے لیے ایک کھلا ہوا انتہائی فاصلہ کا صدمہ و درد سرباقی چھوڑا ہے)
أتذھب کلبٌ لم تنلھا رماحُنا
(کیا قبیلۂ کلب والے یوں ہی جاتے رہیں گے کہ ہمارے تیروں نے اُن کی خبر تک نہ لی ہو)
وتُترك قتلیٰ راھطٍ ھی ماھیا
(اور مقتولینِ مرج راہط جس حالت میں ہیں اُسی حالت میں چھوڑ دیے جائیں گے؟)
فقد ینبتُ المرعیٰ علیٰ دمن الثریٰ
(کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مزبلۂ بول و براز پر بھی چراگاہ کے سبزے اُگتے ہیں)
وتبقی حزازات النفوس کما ھیا
(اور طبیعتوں کی حسرت و درد و غیظ و غضب جی کا جی ہی میں رہ جاتا ہے)
أرِینی سلاحی لا ابالك انّنی
(اے بدر مُردہ عورت مجھے میرے ہتیار دکھا، کیوں کہ)
اری الحرب لا تزداد الا تمادیا
(میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگ بڑھتی ہی جاتی ہے)
فلم تُرمنّی نبوۃٌ قبل ھذہٖ
(اس سے پہلے مجھ سے کوئی لغزش نہیں دیکھی گئی)
فراری وترکی صاحبیّ ورائیا
(میرا بھاگنا اور اپنے دونوں رفیقوں کو پیچھے چھوڑ جانا، یہ میری پہلی لغزش ہے)

ونجّاك شدات الاغر کانّما

(اے مروان تجھے اُس روشن جبین کے حملوں نے نجات دلائی جس کی یہ حالت ہے کہ گویا)

یری الاکمَ من اجبال سلمی صحاریا

(کوہستان سلمی واقع یمن کے ٹیلے اُسے دشت و صحرا نظر آتے ہیں، یعنی وہ پہاڑ تک کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا)

فلمّا اٰمنت القومَ وامتدت الضحٰی

(جب لوگوں کے لیے میں نے امن وامان کا سامان کردیا اور دن خوب چڑھ گیا)

بِسنجارَ اذریتُ الدّموع الذّواریا

(تو مقام سنجار میں میں نے مسلسل آنسو بہائے)

فرار پر نکتہ چینی

جؔواس بن القعطل الکلبی نے اس کا جواب دیا ہے اور زُفر کی رد میں کہا ہے:

لعمری لقد ابقت وقیعۃ راھط

(میری جان کی قسم میدانِ راہط کے واقعہ نے)

علی زُفَرٍ داءً من الداءِ باقیا

(زفر کے سر پر ایک ایسی علت لگادی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے)

مقیمًا ثوی بین الضّلوع محلّہٗ

(یہ وہ علت ہے جو اُس کے اندر قائم ہو چکی ہے، اُس کی پسلیوں کے درمیان یہ علت چھپی ہوئی ہے)

وبین الحشا اعیا الطبیبَ المداویا

{اُس کی آنتوں کے بیچ میں ایسی جگہ کرلی ہے کہ دور کرنے والے طبیب کو بھی اُس نے
تھکا دیا ہے اور وہ بھی اُس کے علاج سے تھک گیا ہے،}

دعا بسلاح ثمّ احجم اذ رأی

(زُفر نے پہلے تو لڑنے کے لیے ہتیار منگائے پھر جب یہ دیکھا تو رُک گیا)

سُیوفَ جناب والطوال لمذاکیا

(کہ شہسواروں کی تلواریں چمک رہی ہیں اور گھوڑے تگاپو میں ہیں)

علیھا کاُسد الغاب فتیان نجدۃٍ

(اُس نے دیکھا کہ ان گھوڑوں پر ایسے جنگ آزما بہادر سوار ہیں جنھوں نے جب)

اذا ما انتضوا عند النزال العواليا

(لڑائی میں تلواریں علم کیں توشیران بیشہ نظر آنے لگے)

یومِ راہط کا اثر

اسی باب میں فرزدق نے کہا ہے:

وقد جعل الاسلام فی المرج والقنا

(اسلام وایمان نے اور تیر وپیکان نے مرج راہط میں)

لمروان ایاماً عظام الملاحم

(ایسی ایسی لڑائیاں مروان کے حق میں فیصل کیں جن کے فتنہ اور ہنگامہ بہت ہی بڑے تھے)

رأیت بنی مروان جلت سیوفہم

(میں نے بنی مروان کو خود دیکھا کہ ان کی تلواروں نے)

عشیً کان فی الابصار تحت العمائم

(بصارت میں جو خیرگی عماموں کے نیچے تھی اُس کا صفایا کر دیا)

ولو رام قیس غیرھم یوم راھط

(قبیلۂ قیس والے اگر جنگِ راہط میں بنی مروان کے علاوہ کسی اور کے پیچھے پڑے ہوتے)

للاقی المنایا بالسیوف الصوارم

(توشمشیرِ بُرّان سے اُس کو موت ہی سے ملنا پڑتا یعنی اُس کی جان قیسیوں کی تلوار سے کبھی نہ بچتی)

ولکن قیساً روغمت یوم راھط

(لیکن جنگِ راہط میں قیسیوں کو ناک رگڑنا پڑی)

بطود ابی العاص الشدید الدعائم

(بہادر وشجاع ابو العاص کی خاک راہ پر جبیں سائی کیے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آیا)

کُثیّر بن عبد الرحمٰن خزاعی نے عبد الملک کو خطاب کرتے ہوے کہا ہے:

ابوک حمی امیۃ حین زالت

(وہ تیرا باپ ہی تو تھا جس نے بنی اُمیہ کی اُس وقت حمایت وحفاظت کی)

دعائمها واصحر للضراب

(جب کہ ان کے استقلال کا ستون اپنی جگہ سے ہٹ چکا تھا اور اُن کی حکومت میں تزلزل و اضطراب آچلا تھا)

وکان الملکُ قد وھیت قواہُ

(سلطنت کی قوتیں ضعیف و کمزور ہو چکی تھیں)

فردّ الملک منھا فی النصاب

(پھر اُسی نے حکومت قائم کی اور گئی ہوئی چیز کو واپس لایا)

عبدالرحمٰن بن الحکم، برادرِ مروان بن الحکم، نے کہا ہے:

اری احادیثَ اھل المرج قد بلغتْ

(میں دیکھ رہا ہوں کہ مرجِ راہط والوں کی باتیں)

اقصی الفرات واھل الفیض والنیل

(منتہای علاقۂ فرات و باشندگانِ نہرِ بصرہ و مصر و رودِ نیل تک پہونچ چکی ہیں)

اموالُھم حُرّۃٌ فی الارض تلقطھا

(اُن کا مال و اسباب زمین پر لاوارث پڑا ہوا ہے جسے)

فرْسانُ کَلْبٍ علی الجرد الھذالیل

(شہسوارانِ قبیلۂ کلب دراز قامت اور سخت مضبوط گھوڑوں پر سوار ہو کر چُن رہے ہیں)

قبضۂ مصر

اس واقعہ کے بعد مروان نے مصر کی جانب یلغار کیا، اہل مصر عبداللہؓ بن الزبیرؓ کے مطیع تھے جن کے ساتھ مروان کی بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں، فریقین کے بہت سے لوگ ان میں قتل ہوئے، آخر مروان کی اطاعت انھیں قبول کرنی پڑی؛ ابن الزبیر کی جانب سے عبدالرحمٰن بن جحدم الفہری اس ملک کے عامل وحکمران تھے، مصریوں نے اُن کو نکال دیا اور مروان نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں اپنا قائم مقام مقرر کیا؛

یہ سنہ ۶۵ھ کا واقعہ ہے۔

قبضۂ جزیرہ و عراق

مصر سے دمشق واپس آکے مروان نے عُبَیدُ اللہ بن زیاد کو جزیرہ و عراق پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور بڑی گھنی فوجیں ساتھ کردیں، شرط یہ کی کہ عُبَیدُ اللہ کا جتنے شہروں پر قبضہ ہوتا جائے وہی اُن سب کا حاکم ہوگا۔

عُبَیدُ اللہ تقریباً اسّی (۸۰) ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوا، الجزیرہ (یعنی دوآبۂ دِجلہ و فُرات) کے علاقہ میں پہونچا تو اُس کو خبر ملی کہ سلیمان بن صُرَد الخزاعی و مُسَیَّب بن نَجَبہ تقریباً چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوے ہیں۔

جیشِ توّابین

سلیمان بن صُرَد الخزاعی و مُسَیَّب بن نَجَبہ تقریباً چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ (حضرت) حسین بن علی بن ابی طالب علیہما السّلام کے خون کا بدلہ لینے چلے تھے۔

یہ جماعت جیشِ توّابین کے نام سے موسوم کی جاتی ہے جو چلتے چلتے عین الوَرْدَہ کے پاس پہونچی کہ اُس جوئبار کے دہانہ کا نام ہے۔

عبیداللہ نے حصین بن نُمَیر وغیرہ سردارانِ شام کو اُن کے مقابلہ پر بھیجا جن سے وہیں مقابلہ ہوا اور باہم نہایت سخت جنگ پیش آئی، نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان بن صُرَد اور مُسَیَّب بن نَجَبہ دونوں قتل ہوے اور اِس فوج کے بیشتر لوگ کام آئے، جو باقی بچے رات ہوتے ہی کوفہ کو لوٹ گئے۔

یہ واقعہ اسی سال یعنی سنہ ۶۵ھ کا ہے۔

وفاتِ مروان بن الحکم

اسی سال (سنہ ۶۵ھ) کے ماہِ رمضان کی تین شبیں گزر چکی تھیں کہ دمشق میں مروان بن الحکم نے انتقال کیا اور وہیں تدفین ہوئی۔

اکسٹھ (۶۱) برس کی عمر تھی،
ایامِ حکومت: نو مہینہ چند روز،
قد و قامت دراز، بھورا رنگ، ازرق چشم، دوربین، معاملات میں نڈر، مہماتِ امور میں بے خوف در آنا، اور بے تامّل و اندیشہ تدبیر کر لینا، (یہ اوصاف تھے)؛

شعارِ حکومت

کاتب: (۱) ابوالزُّعیزعہ، جو مروان کا آزاد غلام تھا؛
(۲) ابن سرجون نصرانی؛
(۳) سلیمان بن سعید الخُشَنیؒ؛
(۴) عُبَیدؔ بن اوس الغسانی؛
نقشِ خاتم: العزّۃ للّٰہ (غلبہ و عزّت اللہ ہی کے لیے ہے) اور بقولِ بعض: (۱) اٰمنت باللّٰہ (میں اللہ پر ایمان لایا) (۲) اٰمنت باللّٰہ العزیز الحکیم (میں حکمت والے خدائے غالب پر ایمان لایا) (۳) اٰمنت بالعزیز الحکیم (میں اُس پر ایمان لایا جو صاحبِ غلبہ اور حکمت والا ہے)؛
قاضی: ابوادریس الخَوّلانی؛
حاجب: ابوسُہَیل اسود، جو مروان کا آزاد غلام تھا، اور بقولِ بعض: ابومنہال، کہ یہ بھی مروان ہی کا آزاد غلام تھا؛

واقعات عبد الملک بن مروان

نام: عبدالملک بنِ مروان؛
کنیت: ابوالولید؛
والدہ: عائشہ بنت معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص بن اُمَیَّہ؛
تاریخِ بیعت: رجب سنہ ۶۵ھ ۔ [یہ ولایتِ عہد کی تاریخ ہے، بیعتِ خلافت وفاۃِ مروان کے بعد ہوئی]؛

یہ وہ زمانہ تھا کہ (۱) حجاز (۲) عراق (۳) فارس (۴) خراسان (۵) و دیگر ممالک متصلہ، یہ سب عبداللہ بن الزبیرؓ کے ہاتھ میں تھے، اور مختار بن ابی عُبَیْد بن مسعود الثقفی نے کوفہ پر تغلب کر لیا تھا،:

انتقام شہداے کربلا

مختار بن ابی عُبَیْد بن مسعود الثقفی نے کوفہ پر متغلب ہو کے (امامت و خلافت) ابن الحنفیۃ (رضی اللہ عنہ) کی دعوت ظاہر کی اور قاتلان (حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) سے بدلہ لینے کے لیے اپنے آپ کو شمشیر برہنہ بنالیا، اور اُن میں سے بہتیری خلقت ہلاک و تباہ کر ڈالی، عُبَیْد اللہ بن زیاد نے موصل کا رُخ کیا تھا کہ مختار نے ابراہیم بن مالک الاشتر بن الحارث النخعی کو اُس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا:

قتل ابن زیاد

مختار نے ابراہیم بن الاشتر کو بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) فوج کے ساتھ مقابلہ کو بھیجا تھا، علاقۂ موصل کے مقام زاب میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور بڑے معرکہ کا رَن پڑا:

اس معرکہ میں عُبَیْد اللہ بن زیاد، حُصَیْن بن نُمَیْر السکونی، شُرَحْبِیل بن ذی الکلاع الحمیری قتل ہوے جن کے زمرہ میں اہل شام کی بہتیری خلقت بھی قتل ہوئی:

یہ واقعہ روز عاشوراء (۱۰ المحرم) سنہ ۶۷ھ کا ہے:

عُبَیْد اللہ کے واقعۂ قتل کے متعلق ابن مفرغ حمیری کہتا ہے:

ان الذی عاش ختارًا بذمتہ

(وہ جس کی زندگی اپنے عہد و پیمان کے توڑنے ہی میں بسر ہوئی)

ومات عبدًا قتیل اللہ بالزاب

(اور مرا تو غلام ہو کے مرا، وہ وہی ہے جسے خدا نے قتل کیا اور مقام زاب میں مارا گیا)

جنگِ مصعبؓ و مختار

مختار کا قیام برابر کوفہ ہی میں رہا تاآں کہ مصعبؓ بن الزبیرؓ نے جمعیت بصرہ کے ساتھ اُدھر کا رُخ کیا، مصعبؓ کے ساتھ مہلب بن ابی صفرۃ الازدی ثُمَّ العتیکی وغیرہ سرداران عرب بھی تھے،؛

مقابلہ ہوا تو مصعبؓ نے مختار کو شکست دی اور کوفہ کے ایوان حکومت میں محاصرہ کرلیا، آخر مختار نے موت کے لیے طیار ہو کے اپنے چند نفر ساتھیوں کی معیت میں یہاں تک جنگ آزمائی کی کہ جان دے دی؛

یہ واقعہ اسی سال یعنی سنہ ۶۷ھ کے نصف ماہ رمضان کا ہے؛

مختار کے ساتھیوں میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے اُن کی تعداد تقریبًا چھ ہزار تھی، اُن سب نے بلا شرط اپنے آپ کو مصعب کے سپرد کردیا اور اُنھوں نے سب کو قتل کرڈالا؛

یہ لوگ خشبیہ کہے جاتے تھے،؛

جنگِ عبدالملک و مصعبؓ

مسعودی کہتے ہیں:

عبدالملک نے عراق کی جانب کوچ کیا تو مصعبؓ بن الزبیر کے ساتھ مقابلہ ہوا، میدان جنگ ملک عراق کا مقام مسکن تھا، جمادی الاولی سنہ ۷۲ھ میں مصعبؓ نے شہادت پائی،؛

عُبَیدُ اللہ بن قیس الرقیات، جو شیعۂ آلِ زبیرؓ میں شامل ہیں، اسی واقعہ کی نسبت کہتے ہیں،:

ان الرزیۃ یوم مَسْکِنَ والمصیبۃ والفجیعۃ

(وہ حادثہ، وہ مصیبت، وہ دردناک واقعہ مسکن کی لڑائی میں پیش آیا)

بابن الحواری الذی لم یعدہ یوم الوقیعۃ

(یہ حادثہ فرزند حواریؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا گذرا کہ جو اُس کے اور کسی پر جنگ میں اس کا اثر نہ پڑا)

غدرت بہ مضر العراق وامکنت منہ ربیعہ

[عراق کے قبیلۂ مضر نے اُس کے ساتھ غداری و بے وفائی کی اور قبیلۂ ربیعہ نے اُس کی ہلاکت کا موقع بہم پہونچایا]

حجّاج بمقابلۂ ابن الزبیر

حجّاج بن یوسف کو عبدالملک نے اپنی فوجوں کے ساتھ عبداللہ بن الزبیرؓ ابن العوّام کی جانب روانہ کیا،

حجّاج بن یوسف کے والد کا نام یوسف تھا، ابن الحکم بن ابی عقیل ابن مسعود بن عامر بن مُعتّب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف ابن ثقیف،

ثقیف کا نام قسی تھا، ابن مُنبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ ابن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر،

حجّاج بن یوسف نے عبداللہؓ بن الزّبیرؓ کا پہلے تو مکّہ میں محاصرہ کیا، پھر (دائرہ کو تنگ کرکے) مسجدِ حرام میں اُن کو محصور کرلیا، اور وہیں سہ شنبہ ۷ جمادی الاولی سنہ ۷۳ھ کو وہ شہید ہوئے، تہتّر (۷۳) برس کی عمر تھی، حجّاج کے حکم سے اُن کی (لاش) کو سولی پر چڑھایا گیا،

عبداللہ بن الزّبیرؓ کی والدہ اسماءؓ ذات النطاقین تھیں جو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی بہن تھیں،

اُس وقت تک (حضرت) اسماءؓ زندہ تھیں، اور سَو برس کی ہوچکی تھیں، بااین ہمہ نہ کوئی دانت گرا تھا، نہ کوئی بال سفید ہوا تھا، نہ عقل میں اختلاط آیا تھا، البتہ اُن کی بصارت جاتی رہی تھی،

عبداللہ بن الزّبیرؓ کی حکومت و ابتلا کی مدّت آٹھ برس نو مہینہ تھی، من ابتداے موتِ معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان تا بہ شہادتِ ابن الزّبیر

ہنگامۂ ابن اشعث

(۱)

تنگ آمد بجنگ آمد

عبد الملک بن مروان کے زمانۂ حکومت و سلطنت کے متعلق جو عظیم و جلیل واقعات و حوادث پیش آئے اُن میں ایک خاص واقعۂ عظیمہ عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث بن قیس بن معدی الکرب الکندی کا ہے جس نے سنہ ۸۱ھ میں عبد الملک کو خلیفہ ماننے سے انکار کر دیا،

حجاج نے عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث کو ایک بڑی گھنی فوج کے ساتھ سیستان روانہ کیا تھا جو اتنے اچھے ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ تھی کہ اُسے "جیش الطواویس" (آراستہ لشکر مثل طاؤس) کہتے تھے، غرض یہ تھی کہ رُتبیل بادشاہ زابلستان سے جہاد کیا جائے،

ابن الاشعث نے زابلستانیوں کے بہت سے علاقے اور شہر فتح کر لیے (دگران فتوحات کا صلہ یہ ملا کہ) حجاج نے خط میں ابن الاشعث کو سخت و دُرشت باتیں لکھیں اور جہاد میں ضعیف و عاجز و ناچار و کمزور قرار دیا،

ابن الاشعث نے اپنے ساتھی سرداران عراق کو دعوت دی کہ حجاج کو خلع کر دیں، حجاج کے خوف و سطوت و بُغض و نفرت کے باعث سب نے یہ بات مان لی اور مخلوع و معزول کر دیا،

سیستان سے ابن الاشعث نے مراجعت کی کہ عراق سے حجاج کو نکال کر عبد الملک سے درخواست کی جائے کہ عراقیوں پر کوئی اور حاکم مقرر ہو،

جمعیت روز بروز بڑھتی گئی اور جس قدر عراق کے قریب آتے گئے اُس قدر اہل عراق اور اُن کے سردار و قاری و تعلیم یافتہ عابد و زاہد ملتے اور شامل ہوتے گئے،

قحطانی منتظر

ابن الاشعث نے اب عبد الملک کی معزولی کا بھی اعلان کر دیا اور

سب لوگوں نے خلعِ بیعت کر لیا، یہ واقعہ فارس کے مقام اِصطخر میں پیش آیا؛
ابن الاشعث نے "ناصر المومنین" اپنے آپ کو قرار دیا اور بیان کیا کہ وہ قحطانی بزرگ میں ہی ہوں جس کا اہل یمن انتظار کر رہے ہیں کہ انھیں سلطنت دلائے گا اور اُن میں حکومت کو واپس لائے گا، اس پر اعتراض ہوا کہ؛

جس قحطانی کا انتظار ہے اُس کے نام میں تو فقط تین حرف ہوں گے،

ابن الاشعث نے جواب دیا: میرا نام عبد الرحمٰن نہیں ہے صرف "عبد" ہے "رحمٰن" میرے نام میں داخل نہیں،؛

حجّاج سے جنگ

حجّاج نے ابن الاشعث سے مقابلہ کے لیے کوچ کیا اور علاقۂ اہواز میں شہر تُستَر کے سات فرسنگ ادھر مقابلہ کیا جس میں حجّاج کی جمعیت کو شکست ہوئی اور اُن میں تقریبًا آٹھ ہزار (۸۰۰۰) قتل ہوئے،؛
اب حجّاج نے بصرہ کی جانب کوچ کر کے مقامِ زاویہ میں قیام کیا اور ابن الاشعث نے چل کر خُرَیبہ میں قیام کیا،؛
یہ سنہ ۸۳ھ کا واقعہ ہے،؛
تقریبًا دو مہینے تک یہ دونوں جمعیتیں باہم لڑتی رہیں، جس کے بعد کوفہ پر قبضہ کرنے کے لیے بہت ہی تھوڑی جمعیت کے ساتھ ابن الاشعث نے شب میں کوچ کر دیا، جمعیت ابن الاشعث نے (جو اس عزم سے بے خبر تھی حیرت کی حالت میں) صبح کی اور آخر کار عبد الرحمٰن بن عباس ابن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے (ہات پر) بیعت کر لی، مگر حجّاج نے اُن سے مقابلہ کر کے شکست دے دی اور وہ (وہاں سے ہٹ کے) ابن الاشعث کے ساتھ شامل ہو گئے،؛

ایامِ دیرِ جماجم

ابن الاشعث نے کوفہ سے نکل کر دیرِ جماجم میں اور حجاج نے دیرِ قرہ میں مقام کیا، عبدالملک سے حجاج نے مدد بھی طلب کی تھی اور عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عبدالملک اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو (معِ فوجِ امدادی) بھیجا بھی تھا، ؛

دیرِ جماجم میں قریب قریب چار مہینہ تک فریقین لڑتے رہے اور جیساکہ کہا گیا ہے تقریباً اسّی (۸۰) لڑائیاں باہم ہوئیں، ابن الاشعث کی جمعیت قریب اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) اور حجاج کی اس سے کم تھی، واقعاتِ صفین کے بعد کوئی لڑائی اور کوئی حملہ ایسا نہیں ہوا تھا جو ان محاربات سے بڑا ہول انگیز رہا ہو، ؛

آخر ابن الاشعث کو شکست ہوئی، اہلِ عراق بھاگ نکلے، اور اُن کی ایک بڑی جماعت قتل ہوئی، ؛

ابن الاشعث نے بصرہ کا رخ کیا، حجاج نے بھی پیچھا کیا، ناچار وہاں سے بھی نکلنا پڑا، علاقۂ عراق کے مَسکِن میں پھر فریقین کا مقابلہ ہوا اور اہلِ عراق کو پھر شکست ہوئی اور بے دریغ قتل ہوئے، ؛

انجامِ ایام

ابن الاشعث نے اپنے شرکا و اتباع کے ساتھ سیستان کا رُخ کیا اور رُتبیل سے مراسلت کر کے سب وہیں جا پہونچے، ؛

حجاج نے ایک بڑی گھنی فوج سیستان روانہ کی اور رُتبیل کو لکھا کہ ابن الاشعث و اتباع ابن الاشعث کو اُس کے سپرد کردے، بہت سا معاوضہ اور بارِ جزیہ و خراج سے سبکدوش کردینے کی ترغیب بھی دلائی اور یہ ترہیب بھی کی کہ انکار کی صورت میں فوج کے ساتھ مجھے سیستان پہونچا ہوا سمجھ لے، ؛

رُتبیل نے غداری کی اور ابن الاشعث کو حجاج کے قاصد کے

سپرد کر دیا جو حجاج کے پاس لے کر چلا، ابن الاشعث نے راستہ کی ایک منزل میں، شہر رخج کے ایک بالاخانہ پر سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور جان دے دی، قاصد نے سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیج دیا جسے حجاج نے عبدالملک کے پاس اور عبدالملک نے اپنے بھائی عبدالعزیز کے پاس مصر بھیج دیا۔

یہ واقعہ سنہ ۸۵ھ کا ہے، اور اسی کی نسبت شاعر کہتا ہے:

یا بُعدَ مصرعِ جثّۃٍ من راسھا

(وہ بھی کیسا عجیب مقتل تھا اور اُس کے جسم و سر کے درمیان کتنا بڑا فاصلہ واقع ہو گیا)

راسٌ بمصرَ و جثّۃٌ بالرُّخّج

(سر تو ملکِ مصر میں اور دھڑ رخج میں رہا)

قتلوہ بغیاً ثمّ قالوا بایعوا

(اُس کو غداری سے قتل کر ڈالا اور پھر لوگوں سے کہا کہ آؤ بیعت کرو)

وجوی البرید براس اروع ابلج

(ایسے شریف سردار کا سر ڈاک چوکی پر روانہ کیا گیا)

وفاۃ عبدالملک

تاریخ وفاۃ : ۱۰ شوال سنہ ۸۶ھ۔

مدفن : دمشق۔

مدۃ عمر: باسٹھ (۶۲) برس، اور بقول بعض: اس سے زیادہ۔

مدۃ حکومت: اکیس سال، دو مہینہ، دس دن۔

ذاتی خصوصیت: بھورا گندمی رنگ، میانہ قد، دراز ریش،

معاملات کو خود انجام دینا، امورِ سلطنت میں بیدار مغز رہنا، دور اندیش و محتاط و عاقبت بیں، دشمنوں اور جنگ آوروں کے متعلق بذات خاص انتظام کرنا اور کسی دوسرے کے بھروسے نہ رہنا، یہ اوصاف تھے، اکثر امور میں غلطیاں بھی ہوا کرتیں، مگر نتیجہ اچھا ہی نکلتا اور سلامتی اُس کو دھوکے میں ڈال دیا کرتی تھی۔

ارکانِ حکومت

کاتب: (۱) قبیصہ بن ذویب الخزاعی (۲) ابو الزعیزعہ (۳) عمرو ابن الحارث، جو بنی عامر بن لوئی کے آزاد غلام تھے (۴) سرجون بن منصور رومی:

نقشِ خاتم: "امنت بہ مخلصاً (میں اس پر مخلصانہ ایمان لایا ہوں)":

قاضی: ابو ادریس الخولانی (۲) عبد اللہ بن قیس بن مخرمہ بن عبد مناف:

حاجب: یوسف جو عبد الملک کا آزاد غلام تھا، ابو الزعیزعہ نے بھی حجابت کا کام کیا ہے:

ابن عباسؓ

عبد الملک ہی کے زمانہ میں (حضرت) عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہما) نے طائف میں وفات پائی، بصارت جاتی رہی تھی، سنہ ۶۸ میں وفات واقع ہوئی، اکہتر (۷۱) برس کی عمر تھی، ہجرت سے تین برس پہلے پیدا ہوئے تھے، (حضرت) محمد بن الحنفیہ ابو القاسم محمد بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہما) نے (ان کے جنازہ) کی نماز پڑھائی:

محمد بن الحنفیہ

(حضرت) محمد بن الحنفیہ (رضی اللہ عنہ) نے مدینہ میں وفات پائی، محرم سنہ ۸۱ھ میں یہ حادثہ ہوا، پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر تھی، ابان بن عثمانؓ نے کہ ان دنوں عبد الملک کی جانب سے والی مدینہ تھے، ان پر نماز پڑھی، شیعۂ کیسانیہ ان کے متعلق بہت سی طویل باتیں کرتے ہیں اور بہتیرے دعوے رکھتے ہیں:

واقعات ولید بن عبد الملک

نام: ولید بن عبد الملک بن مروان:

کنیت : ابوالعباس ؛
والدہ : ولادہ بنتِ عباس بن جزء بن الحارث العبسی ؛
مقامِ بیعت : دمشق، اور یہی مقامِ وفات بھی ہے ؛
تاریخ بیعت : جس دن عبدالملک نے انتقال کیا ؛
تاریخ وفات : ۱۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۶ھ ؛
مدتِ عمر : تینتالیس (۴۳) برس ؛
مدفن : دمشق ؛
مدتِ حکومت : نو برس آٹھ مہینہ پانچ دن ؛
حلیہ : دراز قد، گندم گوں، چپٹی ناک، جسم پر چیچک کے داغ تھے ؛

شمائل و خصائل

دراز قد، گندم گوں، چپٹی ناک، چہرہ پر چیچک کے داغ، ڈاڑھی کے آگے والے بال سفید ہو گئے تھے مگر خضاب سے اُن کو رنگین نہیں کیا تھا ؛
تکلّم و تلفّظ میں غلطیاں کرنا، سخت سطوت و جبروت، غیظ و غضب کی حالت میں ذرا بھی تامّل سے کام نہ لینا، انجامِ کار پر نظر تک نہ کرنا، سطوت و جبروت کے وقت کسی کی مجال نہ تھی کہ کلام کر سکے، خوں ریزی کوئی بڑی بات نہ تھی (یہ سب عادات و اطوار تھے)

شعارِ حکومت

کاتب : (۱) عبداللہ بن ہلال الثقفی (۲) صالح بن عبد الرحمٰن، جو قبیلۂ بنی مُرّہ بن عُبَید کا آزاد غلام تھا (۳) قعقاع بن خلید العبسی (۴) سلیمان ابنِ سعید الخشنی ؛
نقشِ خاتم : یا ولید انّک مَیّتٌ (اے ولید تو مرنے والا ہے) ؛
قاضی : ابوبکر بن حزم ؛
حاجب : یزید جو ولید ہی کا آزاد غلام تھا ؛

حجّاج بن یوسف

ولید اور ولید کے والد (عبدالملک) کے عامل (گورنر یا فرماں فرما)
مُلکِ عراق حجّاج بن یوسف بنِ عقیل نے رمضان سنہ ۹۵ھ میں وفات پائی،
یہ واقعہ عراق کے شہرِ واسط میں، ولید کی وفات سے نو مہینے قبل پیش آیا، ؛

حجّاج نے بیس (۲۰) برس تک عراق پر حکومت کی اور بیت المال میں
دس کروڑ درم سے کئی کروڑ زائد چھوڑے ؛

عراق کی ولایت جب حجّاج کے ہاتھ آئی ہے تو وہاں کا خراج اُس وقت
دس کروڑ درم تھا مگر حجّاج نے اپنی درشتی و بد تدبیری سے یہاں تک نوبت پہونچائی
کہ ڈھائی کروڑ درم رہ گیا، ؛

ہند بنتِ اسماء بن خارجۃ الفزاری، حجّاج کی مطلّقہ بیوی تھی، اُس نے
حجّاج (کی لاش) کو چادر میں لپٹا ہوا دیکھ کر کہا، :

الا یا ایھا الجسد المسجّی[1]
(اے اوڑھے لپیٹے کفن سے ڈھنکے ہوے جسم آگاہ ہو)
لقد قرّت بمصرعك العیونُ
(کہ تیرے مرنے سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں)
و کُنتَ قرین شیطانٍ رجیمٍ
(تو ایک راندہ شیطان کا ساتھی تھا)
فلمّا مت سلّمك القرین
(جب تو مرگیا تو اُس ساتھی نے تجھے تنہا چھوڑ دیا)

جو لوگ حجّاج کے حملوں اور لڑائیوں میں قتل ہوے وہ تو الگ رہے،
جن کو حجّاج نے پکڑ کے قتل کیا ہے فقط اُن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار
(۱۲۰۰۰۰) تھی جن میں (حضرت) عبدؔاللہ بنِ عبّاسؓ کے رفیق و مصاحب سعید
ابنِ جُبَیرؔ بھی تھے، ؛

سعید کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور یہ قبیلۂ بنی والبہ بنِ حارث بنِ ثعلبہ

ابن دُودان بن اسد بن خزیمہ کے آزاد غلام تھے، رنگ سیاہ تھا، عبدالرحمٰن بن محمد ابن اشعث کا ساتھ دینے اور خروج کرنے کے باعث حجاج نے سنہ ۹۴ھ میں ان کو قتل کیا:

انھیں مقتولین میں قبیلۂ بنی صُہبان کے کُمیل بن زیاد النخعی بھی تھے جو (حضرت) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے مصاحب تھے،:

حجاج نے جب وفات پائی ہے قید خانہ میں اُس وقت پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) مرد اور تیس ہزار (۳۰۰۰۰) عورتیں مقید تھیں،:

زندانِ حجاج بالکل مہلک تھا جس میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو قیدیوں کو گرمی سردی سے بچا سکے، جو پانی اُن کو پلایا جاتا تھا اُس میں راکھ (مٹی) ملی ہوتی تھی:

واقعات سلیمان بن عبدالملک

تاریخ بیعت: جس دن سلیمان کے بھائی ولید نے انتقال کیا:

نام : سلیمان بن عبدالملک بن مروان: کُنیت: ابوایوب

والدہ : ولادہ، کہ سلیمان کے بھائی ولید کی ماں بھی وہی تھیں

مقام وفات: مَرج دابق، علاقۂ قنسرین، سلیمان کے بھائی مَسلَمہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، سلیمان نے مسلمہ کو مدد دینے کے لیے مرجِ دابق کو اپنا لشکر گاہ بنایا تھا اور اسی حالت میں وہیں انتقال کیا:

تاریخ وفاۃ: روز جمعہ، ۲۰ صفر سنہ ۹۹ھ:

مدۃ عمر: ۳۹ سال:

مدتِ حکومۃ: دو سال، آٹھ مہینہ، پانچ شبیں:

شمائل و خصائل: دراز قد، گورا رنگ، خوبصورت، نحیف الجثۃ گھونگروالے بال، بالوں میں سفیدی آنے کی عمر تک نوبت نہیں پہونچی تھی، فصیح زبان، بہت ہی مودب و مہذب، نرم مزاج، اپنی جوانی و خوبصورتی میں نہایت مگن، خوراک بہت تھی اور کھانے کا بڑا شوق تھا، کثیر المباشرۃ، خونریزی میں جلدبازی کی عادت نہ تھی لیکن مزاج میں حسد بہت تھا:

کاتبِ عہدِ سلیمانی: (۱) عبدالعزیز بن الحارث بن الحکم بن ابی العاص (۲) سلیمان

ابن نُعیم الحمیری (۳) ابنِ بطریق النصرانی ؛

نقش خاتم : آمنت باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا) ؛

قاضی : محمد بن حزم ؛

حاجب : ابو عُبَید ہ ، جو سلیمان کا آزاد غلام تھا ، اور بقولِ بعض ، مسلم ، کہ وہ بھی سلیمان ہی کا آزاد غلام تھا ؛

خلافتِ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ

نام : عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم ؛

کنیت : ابو حفص ؛

والدہ : امِّ عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطّاب (رضی اللہ عنہ) ؛

تاریخ بیعت : جس دن سلیمان نے انتقال کیا ؛

عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ ہوتے ہی مَسلَمہ کو محاصرۂ قسطنطینیہ سے واپس بلا لیا ، اسی کتاب (کے حصّہ اوّل) میں بضمن تذکرۂ سلاطین روم بعدِ ظہورِ اسلام پادشاہ تیذوس مشہور بہ ارمنی کے حالات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ مَسلَمہ نے کتنی مدّت تک قسطنطینیہ کو محصور رکھا تھا ؛

مقام وفات : دیرِ سمعان ، علاقۂ حمص ، متّصل قنسرین ؛

سببِ وفات : بقولِ بعض اُن کو اُنھیں کے گھر والوں کی جانب سے زہر دیا گیا ؛

تاریخ وفات : روز جمعہ ۲۰ رجب سنہ ۱۰۱ھ ؛

مدّت عمر : ۳۹ سال ؛

مدّت خلافت : ۲ سال ۵ مہینہ ، ۵ دن ؛

شکل و شمائل : گندم گوں ، خوش رو ، نحیف ، لاغر جثّہ ، اچھی ڈاڑھی ، آنکھیں اندر دھنسی ہوئی ، چہرہ پر کسی سواری کے جانور کی چوٹ کا نشان ، جس نے لڑکپن میں اُن کو لات ماری تھی ، بال سفید ہو چلے تھے مگر مرتے دم تک خضاب نہ لگایا ؛

عادات و خصائل: فاضل تھے، دین کو دُنیا پر ترجیح دیتے، ایسے شخص کی طرح کام کرتے جو آج (کی دنیاوی زندگی میں احتسابِ عمل) سے ڈرتا اور کل (روزِ قیامت میں اجر و جزا) کی اُمید رکھتا ہو، جو بند و بست کرتے اُس میں اُن کے خاندان والے بھی اُن کی دین داری و تدیُّن کا اقرار کرتے :

کاتب : لیث بن ابی رقیہ :

نقشِ خاتم: لکل عمل ثواب (ہر ایک کام کا ایک نہ ایک اجر ہے) اور بقول بعض: عمر یؤمن باللہ مخلصاً (عمر اللہ پر مخلصانہ ایمان رکھتا ہے):

قاضی : عبد اللہ بن سعد الأیلی :

حاجب : مزاحم، جو اُن کے آزاد غلام تھے، اور بقولِ بعض: حسین :

واقعات یزید بن عبد الملک

نام : یزید بن عبد الملک بن مروان :

کنیت : ابو خالد :

والدہ : عاتکہ بنت یزید بن معاویہ :

تاریخِ بیعت: جس دن (حضرت) عمر بن عبد العزیز نے انتقال کیا :

مقامِ وفات: بلقاء علاقۂ دمشق :

تاریخِ وفات: روز جمعہ ۲۵ شعبان سنہ ۱۰۵ھ

مدتِ عمر : اُنتالیس (۳۹) برس :

مدتِ حکومت: چار برس ایک مہینہ :

شمائل و خصائل: دراز قد، بھاری جسم، گورا رنگ، گول چہرہ، بالوں میں ہنوز سفیدی نہیں آئی تھی، طبیعت میں جوانمردی، مزاج میں نہایت، نخوت و تکبر نمایاں تھا، لہو و لعب سے الفت تھی، حجاب (کا طریقہ) زیرِ عمل تھا (یعنی ہر شخص کو اجازت نہ تھی کہ بخلافِ عہدِ سابق، جب چاہے بدون اطلاع خلیفہ کے حضور میں چلا جائے) کسی کام کو اچھا جان کے کرنے اور بُرا سمجھ کر چھوڑ دینے کی مطلق عادت نہ تھی، :

کاتب : (۱) اسامہ بن زید السلمی (۲) زید بن عبد اللہ :

نقش خاتم: قِنِي الحساب (یا اللہ مجھے حساب سے بچانا)؛
حاجب: سعید جو ولید بن عبد الملک ہی کا آزاد غلام تھا، اور بقول بعض بخالد؛

واقعۂ یزید بن مُہلّب

یزید بن عبد الملک کے عہد میں حکومت وسلطنت کے متعلق بہت ہی بڑا واقعہ جو پیش آیا وہ یہ تھا کہ یزید بن مُہلّب بن ابی صُفرہ نے یزید بن عبد الملک کو (خلافت سے) خلع کر دیا؛

ابو صُفرہ کا نام ظالم تھا، ابن سَرّاق بن صُبح بن کِندی بن عمرو بن عدی بن وائل ابن الحارث بن العتیک بن الاسد بن عمران بن عمرو مزیقیا بن عامر ماء السماء ابن حارثہ الغطریف بن ثعلبہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الازد؛ ازد (کا اصلی) نام دِرّاء تھا، ابن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا؛

یزید بن مُہلّب عمر بن عبد العزیز کے قید خانہ میں اس مطالبہ کی بنا پر تھے کہ ممالک جرجان وطبرستان کو جب انھوں نے فتح کیا تھا تو سلیمان بن عبد الملک کو لکھا تھا کہ (ان فتوحات سے اس قدر) مال (غنیمت) حاصل ہوا ہے، اب اسی مال کا اُن سے مطالبہ تھا، رجب سنہ ۱۰۱ھ میں جب عمر بن عبد العزیز نے وفات پائی تو یزید بن مُہلّب نے قید خانہ سے بھاگ کر بصرہ کا رُخ کیا جہاں کی حکومت عدی بن ارطاۃ الفزاری کے ہات میں تھی؛

عدی نے جیسے ہی سنا تھا کہ یزید نے ادھر کا رخ کیا ہے اُسی وقت یزید کے کئی بھائیوں کو گرفتار کر لیا تھا، یزید نے مال وزر دے کے انھیں رہا کرانے کی خواہش کی مگر عدی نے انکار کر دیا؛

یزید کے پاس عظیم الشان مجمع ہوتا گیا، مال وزر خرچ کر کے اور بھی اپنی جمعیت بڑھالی عدی کی جانب توجہ کی اور اس کو گرفتار کر کے قید کر لیا، (ممالک) بصرہ (۲) اہواز (۳) فارس (۴) کرمان پر یزید کا قبضہ ہو گیا اور یزید بن عبد الملک کو خلع بھی کر دیا؛

مقاتلہ و مقتل

یزید بن عبد الملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک اور اپنے بھتیجے عباس بن الولید بن عبد الملک کو بہت بڑی گھنی فوجیں دیکر یزید بن مُہلّب کے مقابلہ پر مامور کیا، یزید بن مُہلّب بھی بصرہ سے نکل کر چلے، اُن کے ساتھ بھی بہت بڑی جمعیت تھی علاقۂ بابل کے مقام عُقر پر مقابلہ ہوا اور نہایت سخت جنگ ہوئی جس میں یزید بن مہلب اور اُن کے کئی بھائی عراق کی ایک جماعت کے ساتھ کام آئے اور باقی لوگ بھاگ گئے، یہ واقعہ سنہ ۱۰۲ھ کا ہے؛

کہا جاتا ہے کہ یزید بن مُہلّب کو قحل نے قتل کیا تھا، قحل بن عیاش ابن حسان بن سمیر بن شراحیل بن عزین بن ابی جابر بن زہیر بن جناب؛

مفاخرات قبائل

مُسیّب بن الرفل الکلبی نے اسی واقعہ پر فخر کیا ہے:

قتلنا یزید بن المهلّب بعدما

(ہم نے یزید بن مہلب کو قتل کر ڈالا بعد اس کے کہ)

تمنّیتم ان یغلب الحقّ باطلہ

(تم نے تو یہ تمنا کر رکھی تھی کہ حق پر باطل غالب آجائے)

فما کان من اهل العراق منافقٌ

(عراق سے کوئی ایسا منافق نہیں اُٹھا)

عن الدّین الا من قضاعة قاتلہ

(کہ اس کا قاتل قبیلۂ قضاعہ سے نہ رہا ہو)

رُفیع بن ازیر الاسدی نے یزید بن مہلب کے قتل ہی کی نسبت یزید ابن عبد الملک بن مروان سے خطاب کیا ہے:

الیك امیر المؤمنین مسیرنا

(اے امیرالمومنین ہمارا سفر تیری جانب ہے)

علی المقربات والمحذ فتہ البتر

(اعلیٰ درجہ کے گھوڑوں پر سوار ہم تیری جانب آرہے ہیں، ایسے گھوڑے جن کی دمیں کٹی ہوئی ہیں)

نزید امیرالمومنین بارضہ

(امیرالمومنین ہی کے ملک میں ہم اُس کی دولت وثروت پر اضافہ کرتے ہیں)

رؤوسا جناھا بین بابل والعقر

(اور یہ اضافہ اُن سروں کا ہے جو مقاماتِ بابل وعقر کے درمیان کٹے ہیں)

ولاقی یزید بن المھلب باکرا

(یزید بن مہلب نے صبح ہی صبح ملاقات کی)

من الموت ساقتہ الحتوف ومایدری

(یہ موت سے ملاقات تھی جہاں اُس کو قضا لے گئی اور وہ جانتا بھی نہ تھا)

انجام آلِ مُہلّب

آلِ مُہلّب اور اُن کے تابعین میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے جہازوں پر سوار ہو کے علاقۂ سندھ (ہندوستان) کے مقام قندابیل[۱] کو چلے گئے۔

مسلمہ نے ہلال بن احوز المازنی کو اُن کے تعاقب میں روانہ کیا جس نے قندابیل میں انھیں پایا، کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا اور بقیۃ السیف کو قید کر لیا۔

مُہلّب نے مرتے وقت یزید بن مُہلّب کو اپنا جانشین بنایا تھا

---

[۱] قندابیل: اس قدیم عربی شہر کو آج کل "گنداوہ" کہتے ہیں جو خان قلات (فرماں رواے بلوچستان) کی عملداری میں واقع ہے، اب یہ ایک معمولی قصبہ کی حیثیت میں رہ گیا ہے مگر اُن دنوں ایک بڑا شہر تھا ہندوستان کے فتوحاتِ عرب میں اس کا اکثر تذکرہ آتا ہے، اور ہندوستان میں قدیم عربی تمدن کا ایک مرکز یہ بھی رہ چکا ہے۔

اور یزید کے تمام بھائیوں کو یزید کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔
ذی الحجہ سنہ ۸۲ھ میں مہلب نے علاقۂ خراسان کے مقام مرورود میں انتقال کیا تھا جہاں کے اُن دنوں وہ حاکم تھے، نہار بن توسعۃ التمیمی انھیں کی نسبت کہتے ہیں:

الا ذھب العز المقرب للتقی
(آگاہ ہو کہ وہ عزت جاتی رہی جو تقویٰ و پرہیزگاری سے قریب کرنے والی تھی)
ومات الندیٰ والجود بعد المھلب
(اور مہلب کے مرتے ہی فیاضی و سخاوت بھی مرگئی)
اقاما بمرو الروذ رھنی ضریحہ
(فیاضی و سخاوت یہ دونوں آ کے مہلب کی قبر کی مجاور ہوگئیں)
فقد غیبا عن کل شرق ومغرب
(کیوں کہ تمام مشرق و مغرب ان دونوں سے خالی ہے اور کہیں اُن کا پتہ نہیں چلتا)

واقعات ہشام بن عبدالملک

نام : ہشام بن عبدالملک بن مروان۔
کنیت : ابوالولید۔
والدہ : اُم ہشام بنت ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن الولید بن المغیرۃ المخزومی۔
تاریخ بیعت : جس دن یزید (ابن عبدالملک) نے وفات پائی۔
مقام وفات : رصافہ، علاقۂ قنسرین، متصل صحرا۔
تاریخ وفات : چہار شنبہ ۶ ربیع الاول سنہ ۱۲۵ھ۔
مدت عمر : ترپن (۵۳) سال۔
مدت حکومت : اُنیس برس، سات مہینے گیارہ شبیں۔
شکل و شمائل : گورا رنگ مائل بہ زردی، احول چشم، ہتھیلیاں جلد جلد پھیرتی ہوتیں ڈاڑھی میں سیاہ خضاب، لوگوں کے دیکھنے قد و قامت معتدل و میانہ، جسم اچھا تھا۔

عادات و خصائل: سخت مزاج، درشت اخلاق، باریک بین، مال و زر فراہم رکھنے اور عطیات میں کم خرچ کرنے کی عادت تھی، امورِ سلطنت میں بیدار مغز، رعیت کے نظم و نسق میں ماہر سیاست، بذاتِ خود کام کرنا، مہمات کو آپ انجام دینا، امورِ مملکت داری کی ہر بات سے باخبر رہنا اور کسی پہلو سے غافل نہ ہونا، یہ خصوصیت تھی؛

کاتب: (۱) محمد بن عبد اللہ بن حارثۃ الانصاری (۲) اُسامہ بن زید السلیحی (۳) سالم، جو سعید بن عبد الملک کا آزاد غلام تھا؛

نقش خاتم: الحکم للحکیم (حکمت والے - خدا - ہی کی حکومت ہے)

قاضی: (۱) محمد بن صفوان الجُمحی (۲) نمیر بن اوس الاشعری؛

حاجب: غالب، جو ہشام ہی کا آزاد غلام تھا؛

شہادت حضرتِ زید رضی اللہ عنہ

ہشام کی حکومت کے سترھویں سال، یعنی سنہ ۱۲۲ھ میں (حضرت) زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) نے کوفہ میں ظہور کیا، تھوڑے ہی آدمی ساتھ تھے، کوفہ کا حاکم (اُن دنوں) یوسف بن عمر الثقفی تھا؛ پہلے تو بہت سے لوگوں نے (حضرت) زیدؓ سے بیعت کی تھی مگر آخر میں بیٹھ رہے اور بے وفائی کی؛

یوسف بن عمر نے بڑی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا، (حضرت) زیدؓ نے سخت جنگ کی، تا آں کہ اسی سال (سنہ ۱۲۲ھ) کے ماہ صفر میں مع اپنے ساتھیوں کے شہید ہو گئے اور مزبلۂ بول و براز پر اُن (کی لاش) کو پھانسی پر چڑھایا گیا؛

واقعاتِ ولید بن یزید بن عبد الملک

نام: ولید بن یزید بن عبد الملک؛

کنیت: ابو العباس؛

والدہ : اُمّ الحجاج بنت محمّد بن یوسف بن الحکم بن ابی عقیل الثقفی؛
تاریخ بیعت: جس وقت ہشام نے انتقال کیا؛
ولید نے قبائلِ نزار کو تو پیش پیش رکھا، ہر بات میں ترجیح دی، اور اپنا خاص مقرب بنالیا، مگر قبائل یمن کے ساتھ بڑی خشک مزاجی و بدسلوکی سے پیش آیا، سب کو نظروں سے گرادیا اور اُن کے شرفاء و عمائد کے ساتھ استخفاف کرنے لگا؛

خالد قسری، یعنی خالد بن عبداللہ بن یزید بن اسد بن کُرز بن عامر بن عبداللہ ابن عبد شمس بن غمغمہ بن جریر بن شق الکاہل بن صعب بن یشکر بن رُہم ابن افرک بن افصیٰ بن یزید بن قسر بن عبقر بن انمار، اپنے زمانہ میں قبائل یمن کے سردار تھے، تمام اہلِ قبائل کی نظریں اُنھیں پر پڑتی تھیں وہ خود مُلک عراق اور اُس کے مضافات، اہواز و فارس وجبال (صوبۂ کوہستان یا قہستان) کے والی تھے اور اُن کے بھائی اسد بن عبداللہ خراسان کے فرماں روا تھے، ولید بن یزید نے خالد کو اپنے عامل عراق یوسف بن عمر الثقفی کے سپرد کردیا، جس نے انھیں کوفہ میں لے جاکے اتنا عذاب دیا کہ مار ہی ڈالا، اس موقع پر ولید نے ایک طویل قصیدہ کہا ہے جس میں قبائل یمن کو جھڑکیاں دی ہیں، اُن پر دانت کٹکٹائے ہیں، خالد کا ذکر کرکے قبائلِ نزار پر فخر کیا ہے، مطلع یہ ہے:

الم تہتج فتذکر الوصالا

(کیا تجھے ابھی جوش نہیں آیا، طبیعت میں ہیجان نہیں پیدا ہوا کہ اتصال باہمی کو یاد کرے)

وحبلا کان متصلا فزالا

(اور اُس رسی کو یاد کرے جس کے سرے ملے ہوئے تھے مگر اب نہیں رہے)

اسی قصیدہ میں ہے:

شددنا ملکنا ببنی نزارٍ

(ہم نے اپنی حکومت و مملکت کو قبائل نزار کے ذریعہ سے مضبوط کرلیا)

وقوّمنا بھم من کان مالا

(اور جو لوگ منحرف ہوگئے تھے اِنھیں نزاریوں کے ذریعہ سے اُنھیں سیدھا کردیا)

وھذا خالدٌ فینا اسیراً

(اسی خالد کو نہیں دیکھتے کہ ہمارے قبضہ میں گرفتار ہے)

الا منعوہ ان کانوا رجالا

(یہ لوگ اگر مرد تھے تو اس کو بچا کیوں نہ لیا)

عمیدھم وسیّدھم قدیماً

(خالد ان قبائل کا پرانا امیر تھا، قدیم سردار تھا)

جعلنا المخزیات لہ ظلالا

(ہم نے اسی کے لیے رسوائیوں اور فضیحتوں کا سایہ بان بنا لیا)

ناراضی عوام اور بادشاہ کا انجام

ولید سے پے در پے ایسے افعال سرزد ہونے لگے جنھیں سب نے بُرا جانا، نتیجہ یہ ہوا کہ یزید بن الولید بن عبد الملک نے لوگوں کو ولید بن یزید ابن عبد الملک کے معزول کرنے کی دعوت دی جس کو تمام قبائل یمن نے بالاتفاق مان لیا، سب نے یزید کی مدد کی اور یزید کے ساتھ ہو کر ولید کے عامل دمشق کو گھیر لیا، اب اہل دمشق نے بھی یزید کی بات مان لی اور یزید کی بیعت کر لی، ولید اُس قلعہ میں تھا جو حصن البخراء کے نام سے مشہور ہے اور حمص و دمشق کے درمیان خشکی کے متصل واقع ہے، یزید کے ساتھ وہاں پہونچ کے ولید کو قتل کر ڈالا، ؛

یہ واقعہ پنجشنبہ سنہ ۱۲۶ھ کا ہے جب کہ ماہ جمادی الآخرہ میں دو راتیں باقی رہی تھیں، ولید کی عمر اس وقت بیالیس (۴۲) برس کی تھی، ؛

حکم اور عثمان یہ دونوں ولید کے لڑکے اور ولی عہد تھے، جمہور نے ولید کو قتل کرنے کے بعد اُن کو بھی پکڑ لیا اور یہ دونوں بھی یوسف بن عمر الثقفی کے ساتھ دمشق میں قتل کر ڈالے گئے ؛

ترانۂ کامیابی

اصبغ بن ذوالۃ الکلبی اسی باب میں کہتا ہے:

وَمَن مُبلغٌ قیسًا وخندف کلّھا

(کون ہے جو تمام قبیلۂ قیس و خندف کو جا کر خبر دے)

وسادا تھا من عبد شمسٍ وھاشم

(اور اُن قبائل کے سرداروں کو بھی اطلاع دے جو بنی عبد شمس اور بنی ہاشم ہیں)

قتلنا امیر المومنین بخالدٍ

(وہ یہ جا کے کہے کہ ہم نے خالد قسری کے بدلے امیر المومنین کو قتل کر ڈالا)

وبعنا ولیّی عھدہٖ بالدراھم

(اور امیر المومنین کے دونوں ولی عہدوں کو چند درم پر بیچ ڈالا)

خلف بن خلیفۃ البجلی کہتا ہے:

ترکت امیر المومنین بخالدٍ

(خالد قسری کے انتقام میں امیر المومنین کو ہم نے اس حالت میں چھوڑا ہے)

ملکبًّا علی خیشومہ غیر ساجد

(کہ وہ اپنی ناک اور سر کے بل اوندھا ہو گیا ہے مگر سجدہ میں نہیں ہے)

وان سافر القسری سفرۃ ھالکٍ

(خالد قسری نے اگرچہ سفر موت کیا اور وہ مر گیا)

فان ابا العبّاس لیس بعائدٍ

(مگر ابو العباس یعنی ولید بھی اب لوٹ کر واپس آنے والا نہیں)

اقرّی معدًّ بالھوان فاننا

(اے قبیلۂ معد والو اب اپنی ذلت کا اقرار کر لو)

قتلنا امیر المومنین بخالدٍ

(کیوں کہ خالد کے قصاص میں ہم نے امیر المومنین کو مار ڈالا)

واقعات مروان بن محمد

نام و نسب: مروان بن محمد بن مروان بن الحکم۔

کنیت: (۱) ابو عبد اللہ (۲) ابو عبد الملک۔

والدہ : ایک اُمِ ولد لونڈی تھی جس کو زبادہ کہتے تھے، یہ پہلے ابراہیم بن الاشتر النخعی کی لونڈی تھی، ابراہیم کے قتل ہونے کے وقت محمد ابنِ مروان کی ملک میں آئی، یہ اُس جنگ کا واقعہ ہے جب کہ ابراہیم مصعب ابن الزبیرؓ کے اور محمد اپنے بھائی عبد الملک بن مروان کے مقدمۃ الجیش تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لونڈی ابراہیم سے حاملہ تھی، محمد ابنِ مروان کے ہاں آنے کے بعد اُس کے بطن سے مروان بن محمد پیدا ہوا

کنیزک زادوں کی خلافت بنی اُمیّہ کو گوارا نہ تھی، اس لیے کہ ان کی رائے قائم ہو چکی تھی کہ سلطنتِ بنی اُمیّہ کا زوال ایک کنیزک زادہ کے ہاتھوں ہو گا، آخر مروان بن محمد کی بدولت وہی ہوا۔

تاریخ بیعت : دوشنبہ، ۱۴ صفر سنہ ۱۲۷ھ۔

دار الملک : حرّان، جو علاقۂ جزیرہ میں ہے، اس سے پہلے جتنے سلاطین بنی اُمیّہ فرماں روا ہوئے سب کا مستقر دمشق ہی تھا، بعض ایسے بھی تھے کہ کچھ زمانے کے لیے دوسرے مقامات میں جا رہے مگر دمشق کی حیثیت برقرار رکھی، یہ مروان ہی تھا کہ حرّان کو دار الملک بنایا۔

شورشیں اور ہنگامے

اُس کا زمانہ تمام تر فتنہ و فساد و جنگ و جدال ہی کا زمانہ رہا حالات اور معاملات کبھی درست نہ ہوئے، اہلِ حمص نے مخالفت کی اور اُس کی اطاعت سے آزاد ہو گئے، مروان نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کئی باران سے جنگ کی۔

اہلِ مصر نے بھی اس کو معزول کر دیا، مگر جب اُس نے فوجیں روانہ کیں تو پھر مطیع ہو گئے۔

سلیمان، ولایان وغیرہ فرزندانِ ہشام بن عبد الملک نے بھی مخالفت کی جن کے ساتھ خاندانِ بنی امیہ کے اور بھی بہت سے لوگ ہو گئے، ان سب نے متعدد مرتبہ مروان سے جنگ کی۔

ثابت بن نعیم الجذامی نے بھی مخالفت کی اور فلسطین وغیرہ ملکِ شام کے

بہت سے صوبوں اور علاقوں نے اُس کا ساتھ دیا ؛

فتنۂ خوارج

مُحلّم بن ذہل بن شیبان الخارجی الصُفری کی اولاد میں سے ضحاک بن قیس الشیبانی نے عراق پر قبضہ کر لیا، خوارج میں نہ اس سے پہلے کوئی عراق پر قابض ہو سکا تھا اور نہ اس کے بعد کوئی غالب آیا،

مروان سے مقابلہ کے لیے ضحاک نے عظیم الشان فوجوں کے ساتھ کوچ کیا، سلیمان بن ہشام بن عبد الملک نے بھی مع اپنے تمام غلاموں اور ساتھیوں اور بہادروں کے ضحاک کا ساتھ دیا، اور محض ساتھ ہی نہیں بلکہ ضحاک کی اقتدا بھی کی اور ماتحتی بھی قبول کر لی، بعض شعرائے خوارج نے اسی باب میں فخریہ کہا ہے :

الم تر ان اللہ انزل نصرہ

(کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد و نصرت نازل فرمائی)

وصلت قریش خلف بکر بن وائل

(اور قریش نے با ایں ہمہ غرور عظمت قبیلۂ بکر بن وائل کے پیچھے نماز پڑھی)

علاقۂ جزیرہ کے مقام کفر توثا میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور بہت دنوں تک نہایت ہی سخت لڑائیاں ہوتی رہیں تا آں کہ ضحاک و جانشین ضحاک خیبری دونوں قتل ہوئے اور جو لوگ خوارج میں باقی رہ گئے تھے اِدھر اُدھر منتشر و پراگندہ ہو گئے ؛

یہ واقعہ سنہ ۱۲۹ھ کا ہے ؛

مکّۂ مبارکہ پر چڑھائی

عبد اللہ بن یحییٰ الکندی، الملقب بہ طالب الحق، کی جانب سے فرقۂ خوارج اباضیہ نے ملکِ یمن سے کوچ کیا، ان کے سرلشکر (۱) ابوحمزۃ المختار ابن عوف الازدی (۲) اور بلج بن عقبہ تھے، اسی سال عین حج کے دن،

یہ لوگ مکہ میں آکر ٹھہر گئے، عامل مکہ عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک ابن مروان نے اختتام موسم حج تک کے لیے ہنگامی آشتی کرلی حج ہوچکا تو بھاگ کر مکہ کو خالی چھوڑ دیا اور مدینہ میں پناہ لی، خوارج مکہ میں جب داخل ہوگئے تو عبدالواحد نے اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک فوج طیار کی اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمرو (بن عثمانؓ) کو سالارِ فوج مقرر کیا۔

جنگ قُدَیْد

صفر سنہ ۱۳۰ھ میں بمقام قُدَیْد مقابلہ ہوا جس میں عبدالعزیز کی جان گئی اور ایک بڑی جمعیت (عبدالعزیز کی جانب سے) کام آئی، اس جمعیت میں خاص مدینہ کے سات سو آدمی تھے جن میں بیشتر قریش ہی کے لوگ تھے اِکّا دُکّا جو بھاگ گئے وہ تو بچ رہے اور کسی کی جان نہ بچی، اسی کے متعلق مدینہ کی ایک سوگوار عورت کہتی ہے:

مالِلزمان و مالیہ

(زمانہ کو کیا ہوگیا اور خود مجھے بھی کیا ہوگیا)

افنت قُدَیْدُ رجالیہ

(قدید نے تو میرے تمام بہادروں کو ہلاک کر ڈالا)

فلابکینّ سریرۃً

(اب میں پوشیدہ طور پر فی الواقع رویا کروں گی)

ولابکینّ علانیہ

(اور پوشیدہ ہی نہیں بلکہ علانیہ بھی گریہ و بکا میں سرگرم رہوں گی)

مدینۂ شریفہ خوارج کے قبضہ میں

مدینہ میں خوارج داخل ہوگئے اور تین مہینہ تک اُس پر قابض رہے مروان نے ان کے مقابلہ کے لیے عبدالملک بن محمد بن عطیۃ السعدی کو روانہ کیا۔

سعدی منسوب بہ قبیلۂ سعد بن بکر بن ہوازن، ؛

عبدالملک کے ساتھ چار ہزار فوج تھی، وادی القری میں دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوئیں ؛

خوارج کی شکست

بلج بن عقبہ (سرلشکر) اور بیشتر خوارج اس جنگ میں قتل ہوئے، ابوحمزہ نے بچ کر مکہ کا رخ کیا مگر عبدالملک نے جا پکڑا اور مکہ ہی میں ابوحمزہ اور اصحاب ابوحمزہ کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ؛

عبدالملک نے (ان سب سے فراغت حاصل کر کے) یمن کی راہ لی (جو خوارج کا مرکز تھا) وہاں عبداللہ بن یحییٰ سے نواحِ صنعا میں مقابلہ ہوا اور بڑے معرکہ کا رن پڑا جس میں عبداللہ اور بیشتر رفقائے عبداللہ قتل ہوئے ؛

یہ تمام واقعات اسی سال (سنہ ۱۳۰ھ) میں پیش آئے ؛

آغازِ امرِ بنی عبّاس

خراسان میں ابومسلم کی کامیابیاں

خراسان میں (اس وقت) ابومسلم (داعی دولتِ عبّاسیہ) کا معاملہ سختی و استواری اختیار کر چکا تھا، نصر بن سیار کو جو مروان کی جانب سے خراسان کا عامل (فرماں فرما) تھا ابومسلم نے وہاں سے نکال دیا تھا ؛

قحطبہ بن شبیب الطائی کو لشکرِ جرّار کے ساتھ (مروانیوں کے مقابلہ کے لیے) روانہ کیا، جرجان میں مروان کا عامل نباتہ بن حنظلۃ الکلابی تھا جس نے تقریباً تیس ہزار (۳۰۰۰۰) فوج کے ساتھ مقابلہ کیا مگر قحطبہ نے اس کو شکست دی اور قتل کر ڈالا ؛

اصفہان کا عامل عامر بن ضبارۃ المری تھا، اُس نے چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) فوج سے مقابلہ کیا، قحطبہ نے اس کو بھی شکست دی اور قتل کر ڈالا ؛

عراق پر قبضہ اور سفّاح کی بیعت

قحطبہ اب اپنی فوجیں لیے ہوئے عراق کی جانب روانہ ہوا، اُدھر سے مقابلہ کے لیے یزید بن عمر بن ہُبَیرۃ الفزاری چلا، جو (عراق میں) مروان کا عامل تھا۔ دریائے فرات کے کنارے کوفہ کے متصل مقابلہ ہوا جس میں ابن ہُبَیرہ کو شکست ہوئی اور قحطبہ نے (جو فاتح تھا) اتفاقاً دریا میں ڈوب کر جان دی۔

مُسَوَّدَہ[1] اب کوفہ کو روانہ ہوئے جہاں پہونچ کر ابو العبّاس السفاح کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لی۔ (سَفَّاحُ: خوں ریز)۔

مروان سے مقابلہ

عبداللہ بن علیؓ بن عبداللہؓ بن العبّاسؓ جو سفّاح کے چچا تھے ایک انبوہِ عظیم کے ساتھ مروان کے مقابلہ کو روانہ ہوئے، مروان بھی عظیم الشان فوجیں لے کر بڑھا جو تعداد میں بہت بڑی اور جمعیت میں سخت ہولناک تھیں۔

سنہ ۱۳۲ھ، شنبہ کے دن، جب کہ ماہِ جُمادی الآخرہ میں گیارہ (۱۱) شبیں باقی رہی تھیں، علاقۂ موصل کے مقامِ ذاب میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا جس میں مروان کو شکست ہوئی، عبداللہ بن علیؓ مروان کی فوج پر متصرّف ہو گئے اور مروانیوں کی ایک بڑی جماعت قتل کر ڈالی۔

---

[1] مُسَوَّدَہ (بروزنِ مُکَرَّمہ): سیاہ پوشوں کی جماعت، بنی عبّاس کے پیرو جن کا لباس رسمی سیاہ تھا، مُبَیَّضَہ (سفید پوش) و مُحَمَّرَہ (سرخ پوش) وغیرہا کی جماعتیں بھی انھیں کے بالمقابل قائم ہوئی تھیں، جن کے حالات تاریخ میں مبسوط ہیں۔

مضامین و تحریرات کے لیے جو مُسَوِّدَہ اور مُبَیِّضَہ مشہور ہے وہ فی الاصل مُسْوَدَّہ (بسکونِ سین و فتحِ واؤ و تشدیدِ دال) اور مُبْیَضَّہ (بسکونِ با و فتحِ یا و تشدیدِ ضاد) ہے۔ ادبِ اُردو کو اس واقعی تفریق کے باقی رکھنے کی ضرورت ہے، ورنہ تاریخ میں التباس آجائیگا۔

مقتل مروان

مروان وہاں سے بھاگا اور بھاگتا ہی رہا، حتیٰ کہ شام میں پہونچا، مگر فوجیں اُس کے تعاقب میں تھیں، آخر مصر کو گیا جہاں صعید (بالائی قطعۂ ملکِ مصر) کے مقامِ بوصیر اُشمونئین میں قتل ہوا، ؛

یہ واقعہ اسی سال (سنۂ ۱۳۲ھ) کی شبِ یکشنبہ کا ہے جب کہ ماہِ ذی الحجہ میں تین (۳) راتیں باقی رہی تھیں، ؛

مروان کی عمر ستر برس (۷۰) تھی، اور بقولِ بعض اس سے کم؛

عہدِ حکومت، تا بقتل پانچ برس، دس مہینہ، گیارہ دِن، ؛

مروان کی سیاست

مروان کی لال لال آنکھیں، گورا رنگ، مائل بہ سرخی، بھاری سر، چوڑے مونڈھے، بڑی ڈاڑھی تھی، ؛

آزمودہ کار، مستقل مزاج، جفاکش، تعب و تکلّف میں ثابت قدمی کا خوگر تھا، قبیلوں کے درمیان شورشہ چھوڑ دیتا، ناراضی پیدا کرا دیتا، اشتعال دِلاتا، اور انھیں آپس میں لڑا دیتا تھا، ؛

ادبار آچکا تھا مگر اس حالت میں بھی معاملات کو ہات میں لیتا تو ور براہ لانے کی کوشش کرتا، ؛

قبیلۂ قیسِ عیلان کو اُس نے اپنا خاص مقرب بنالیا اور قبائلِ یمن سے بالکل منحرف ہو گیا، اور علانیہ اُن سے عداوت کرنے لگا، نتیجہ یہ ہوا کہ تمام یمنی اُس کے دشمن ہو گئے اور سب نے اُس سے جنگ کی ٹھان لی؛

عبد الحمید کاتب

مروان کے کاتب عبد الحمید تھے، ابن یحییٰ بنِ سعد بن عبداللہ بنِ جابر ابنِ مالک بن حجر بنِ مَعیص بن عامر بنِ لوئی بن غالب، ؛

عبد الحمید بڑے زباں آور، بلیغ انشا پرداز تھے، ان کے رسائل کا مجموعہ نقل در نقل چلا آتا ہے اور اُس کے اسلوب کا اتباع کیا جاتا ہے؛

میں نے فسطاط (دار الملک) مصر میں عبد الحمید کی اولاد بھی دیکھی تھی جو مہاجر کے نام سے مشہور ہیں، ان میں متعدد اصحاب (امراے) آلِ طُولون کی کتابت پر مامور تھے؛

نقش خاتم: مروان کا نقشِ خاتم فوضت امری الی اللہ تھا، (یعنی میں نے اپنے اَمر کو اللہ کے سپُرد کر دیا)؛

قاضی : عثمان بن عمر البتّی؛

حاجب: صقلاب، جو مروان کا آزاد غلام تھا؛

مدّتِ سلطنتِ بنی اُمیّہ

ابوالحسن علی بن الحسین بنِ علی المسعودی کہتے ہیں:

بنی اُمیّہ کی مدّتِ سلطنت، جیسا کہ ہم تاریخ میں بیان کر چکے ہیں، اُس وقت سے کہ (حضرت) حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) سے صلح کی اور انھیں خلافت سپُرد کر دی، اُس زمانہ تک کہ خاتمِ ملوکِ بنی اُمیّہ مروان بن محمد قتل ہوا ہے، اکیانوے (۹۱) برس، سات مہینہ، ستائیس (۲۷) دن تھی؛

تاریخ و سیر کے راویوں اور حالاتِ پادشاہانِ عالم پر توجہ کرنے والوں نے اس مُدّت کے متعلق اختلاف کیا ہے اور ہمارے بیان سے چند مہینہ اور چند روز کم و بیش مدّت بیان کی ہے، مگر زیادہ مشہور وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں؛

علمِ ہیأت کے زیچ نویسوں نے ان سے بھی اختلاف کیا ہے اور اپنی کتابوں میں مقدارِ زمانۂ سلطنتِ بنی اُمیّہ کچھ اور ہی لکھی ہے؛

بنی اُمیّہ و سلاطینِ مابعد کی مدّتِ سلطنت کے متعلق، اس وقت تک کہ سنۂ ۳۴۵ھ ہے، جس فریق نے جو کچھ کہا ہے (۱) کتاب مُروج الذہب و معادن الجواہر فی تحف الاشراف من الملوک و اہل الدرایات

(۲) کتاب فنون المعارف و ماجری فی الدّہور السّوالف (۳) کتاب الاستذکار لما جری فی سالف الاعصار میں کہ ہماری یہ کتاب (تنبیہ اشراف) اسی کا تتمہ اور اسی پر مبنی ہے، بیان کر چکے ہیں ؛

اس کتاب کی صرف اتنی غرض ہے کہ اُن امور پر کچھ تھوڑی سی روشنی پڑ سکے تشریح و توضیح مقصود نہیں ہے، یہ اسی لیے ہے کہ پڑھنے والے بہ آسانی پڑھ سکیں اور روایت کرنے والوں کو یاد رکھنے میں سہولت ہو ؛

ماجرا احوال بنی اُمیّہ بعد قتل مروان بن محمّد

مختلف ممالک میں بنی اُمیّہ کا تفرق و انتشار

اندلس پر عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام کا قبضہ

اولاد عبدالرحمٰن تا بہ ایں دم اور اس کے متعلقات

مروان بن محمّد بن مروان کے قتل ہوتے ہی بنی اُمیّہ اپنی جان بچانے کے لیے مختلف ممالک میں منتشر ہو گئے ؛

ان میں سے تقریباً اسی (۸۰) آدمیوں کو عبداللہ بن علیؓ بن عبداللہ بن عباسؓ نے، علاقہ فلسطین کے ساحل نہر ابی فطرس پر ناک کان کاٹ کے قتل کر ڈالا تھا ؛ عبداللہ کے بھائی داؤد بن علی نے حجاز میں ایسا ہی کیا اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں طرح طرح پر مثلہ کر کے بنی اُمیّہ کی جان لی تھی ؛

مروان کے قتل ہوتے وقت دونوں فرزندان مروان عبداللہ و عبیداللہ، کہ ولی عہد بھی تھے، مروان کے ساتھ ہی تھے، اہالی و موالی وخاصان عرب و متعلقین خراسان کہ شیعۂ بنی اُمیّہ تھے، ان میں سے

جس نے ساتھ دیا ہمراہ لیے ہوئے مفرور ہو گئے اور جاتے جاتے صعید مصر کے علاقۂ اسوان میں پہونچے، وہاں سے رود نیل کے کنارہ کنارہ ہو لیے تاآں کہ ملک نوبہ میں داخل ہوئے اور نوبیوں کے علاوہ دوسرے حبشی اقوام کے ملکوں میں بھی در آئے، پھر علاقۂ بجہ کے اندر بیچوں بیچ کا راستہ پکڑا اور بحر قلزم کے ساحلی خطوں میں سے مقام باضع کے ارادہ سے چل کھڑے ہوئے؛

عبیداللہ بن مروان

مفرورین بنی امیہ اور اُن کی جماعت رفقا کو اس سفر میں بڑی بڑی مصیبتیں پیش آئیں، جن قوموں میں سے ہو کر گزرے اُن کے ساتھ لڑنا پڑا جنگ و جدل کرنا پڑا، سخت زحمت و اذیت اور بڑی ہی مضرت سے دوچار ہوئے؛

حتیٰ کہ عبیداللہ بن مروان کی تو اپنے متعدد ہمراہیوں کے ساتھ جان ہی پر آبنی، کچھ قتل ہوئے، کچھ پیاس کے مارے مرے اور بعض تکلیفیں برداشت کرتے کرتے واصل بحق ہوئے؛

جو باقی بچے تھے اُنھوں نے بھی طرح طرح کی سختیاں دیکھیں اور گوناگوں عجائب و شدائد میں مبتلا ہوئے؛

عبداللہ بن مروان

عبداللہ بن مروان کے ساتھ کچھ لوگ بچ رہے تھے، علاقۂ بجہ سے ساحل عدن کے مقام باضع میں پہونچے، پھر سمندر کو قطع کر کے جدہ جو مکہ کا بندرگاہ ہے؛

اہالی و موالی جو بچے بچائے ہمراہی تھے سب اپنے اپنے بھیس بدلے چھپے چھپائے ملکوں ملکوں پھرتے رہے؛

پہلے تو پادشاہ تھے مگر اب اسی پر راضی تھے کہ ادنیٰ بازاری بن کر تو جینے پائیں؛

ابوالعباس سفاح کے زمانہ میں عبداللہ بن مروان پکڑ لیے گئے اور قید میں ڈال دیے گئے، جب تک ابوالعباس زندہ رہے، پھر ان کے بعد منصور، پھر مہدی، پھر ہادی کے زمانہ تک قید ہی رہے، رشید (ہارون) نے (اپنے زمانہ میں) رہا کیا، قید خانہ سے نکالا تو عبداللہ اندھے ہو چکے تھے اور بوڑھے تھے، کیفیت پوچھی تو کہا:

یا امیر المومنین اُحبِسْتُ غلامًا بصیرًا واُخرِجتُ شیخًا ضریرًا

(امیر المومنین! میں جب قید ہوا ہوں تو لڑکا تھا اور میری آنکھیں روشن تھیں اب جو نکالا گیا ہوں تو بوڑھا ہوں اور بصارت زائل ہو چکی ہے)۔

کہا جاتا ہے کہ رشید ہی کے زمانہ میں عبداللہ انتقال کر گئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رشید کے زمانہ میں وفات نہیں پائی بلکہ امین کے زمانہ میں۔

عامل افریقیہ کے کرتوت

مروان کی جانب سے افریقیہ کا عامل (فرماں فرما۔ حکمدار۔ گورنر جنرل) عبدالرحمٰن ابن حبیب الفہری تھا، مروان جن دنوں مصر میں تھا عبدالرحمٰن نے اُس سے مراسلت کی تھی اور اپنے پاس آنے کی ترغیب دلائی تھی، خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ میری فوجیں بہت ہیں تعداد کثیر ہے، اور مُلک محفوظ ہے۔

لکھنے کو تو لکھ دیا مگر اس رائے پر نظرِ ثانی کی تو معلوم ہوا کہ مروان اگر آ گیا تو (میری) منزلت جاتی رہے گی خود مختاری مٹ جائے گی، اور (مروان کے متعلقین وافواج میں ایک نفر جیسا میں بھی رہ جاؤں گا، پھر مسوّدہ بھی مروان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور وہ اُس کا تعاقب کریں گے۔

اس خیال کا آنا تھا کہ مروان کو دوسرا خط لکھا کہ یہاں کے لشکر کو یہ امر ناگوار ہے۔

لیکن مروان نے جلدی کی (خط پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ افریقیہ کے ارادہ سے وہ چل کھڑا ہوا) رودِ نیل کو عبور کر کے صعید پہونچا اور وہاں قتل ہو گیا۔

دوسری روایت

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبد الرحمن نے جس خط میں مروان سے افریقیہ آنے کی استدعا کی وہ مروان کو اُس وقت ملا جب کہ مُسَوَّدَہ فسطاط مصر میں داخل ہو چکے تھے، مروان کو ان سے بچ کر نکل جانے کی جلدی تھی، لہٰذا رود نیل کو مغربی ساحل سے عبور کرکے بوصیر اُشمُونَین پہونچا جو صعید کے علاقہ میں ہے، غرض یہ تھی کہ واحات کے راستہ سے افریقیہ پہونچ جائے، مگر مُسَوَّدَہ بھی عبور کرکے پہونچ گئے، شبخون پڑا، اور مروان قتل ہو گیا۔ عبد الرحمن نے کوئی ایسا خط نہ لکھا تھا جس میں مروان کو اپنے پاس آنے سے روکا یا تذبذب میں ڈالا ہو۔

(واحات: جمع وَاحَہ، ریگستانی نخلستان، جس طرح سمندر میں جزیرہ ہوتا ہے اُسی طرح بے آب وگیاہ ریگستان میں جو سرسبز و شاداب نکل آتا ہے اُسے وَاحَہ کہتے ہیں۔ جزیرہ، سمندر کا ٹاپو۔ وَاحَہ، خشکی کا ٹاپو۔)

دو شاہزادے عامل افریقیہ نے قتل کر ڈالے

مروان جب قتل ہو گیا تو بنی اُمَیَّہ کی ایک جماعت عبد الرحمن بن حبیب الفہری کے پاس پہونچی، یہ لوگ اپنے متعلق امید لے کر یہاں آئے تھے، خاص خاص لوگ اُن میں یہ تھے:

(۱) عبد الرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم۔

(۲) لوی بن الولید بن یزید بن عبد الملک۔

(۳) عاص بن الولید بن یزید۔

عبد الرحمن بن حبیب کو فرزندان ولید کی کوئی حرکت ناگوار گزری لہٰذا دونوں کو قتل کر ڈالا، اس واقعہ نے عبد الرحمن بن معاویہ کو اس کی جانب سے نہایت خوف زدہ کر دیا، وہ بھاگے اور وہاں سے مفرور ہو گئے۔

عبد الرحمٰن الداخل

وہ آبنائے (مجازؔ) جو بحرِ محیط اوقیانوس سے بحرِ روم تک افریقیہ و اندلس کے درمیان ہے، عبد الرحمٰن بن معاویہ اُس کو عبور کر کے اندلس پہونچے جس کا عامل یوسف بن عبد الرحمٰن الفہری تھا،؛

اندلس میں قبائلِ یمن و قبائل نزار کے مابین کئی سال سے تعصّب پھیلا ہوا تھا اور سخت ہنگامہ ہوتے چلے آرہے تھے،؛

عبد الرحمٰن بن معاویہ کو اندلس پر قبضہ ہوجانے کی امید بندھ گئی، قبائلِ یمن سے مراسلت کی، انھیں اپنی حکومت تسلیم کرانے کی دعوت دی، اور اپنے آزاد غلام بدر کو اُن کے پاس بھیجا، یمانیوں نے عبد الرحمٰن کی بیعت کرلی اور فی الفور اُن کے حلقۂ اطاعت میں آگئے؛

یوسف بن عبد الرحمٰن الفہری کو اس معاملہ کی اطلاع ہوئی تو قبائل نزار وغیرہ اعوان و انصار کو لیے ہوئے مقابلہ کو چلا، فریقین میں سخت جنگ ہوئی، یوسف بن عبد الرحمٰن منہزم ہوا اور اُس کے ساتھی بُری طرح قتل ہوئے!؛

یہ واقعہ سنہ ۱۳۹ھ کا ہے؛

عبد الرحمٰن ملکِ اندلس پر قابض ہوگئے؛

مملکتِ اندلس

یہ ایک جلیل القدر اقلیم اور عظیم الشان مملکت ہے، اس کا رقبہ چالیس (۴۰) دن کی مسافت اور عرضاً بھی اسکی قدر ہے، اس میں بکثرت شہر اور مسلسل آبادیاں اور عمارتیں ہیں،؛

مخالفین کو عبد الرحمٰن نے بزورِ شمشیر مطیع کیا، سرکشوں سے لڑ لڑ کے حکومت استوار کرلی، حتّٰی کہ سب کے سب فرماں بردار ہوگئے،؛

بنی عباس میں سے کسی ایک کا خطبہ بھی آج تک اندلس میں جاری نہ ہوسکا، اسی لیے ہم نے یہ ایک مستقل باب جدا کر دیا ہے کہ سلاطینِ اندلس کے

نام بیان کردیں، کیوں کہ بنی اُمَیّہ کی ایک مستقل سلطنت ہے اور آج تک انھیں کے قواعد وضوابط وہاں قائم ہیں، نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ اس خاندان سے کسی دوسری شاخ میں یہ ملک منتقل ہوا ہے؛

سلاطین بنی اُمَیّہ اندلس

(۱) عبدالرحمٰن نے تینتیس (۳۳) برس چار مہینہ اندلس پر حکومت کی، اور غرۂ جُمادی الاولیٰ سنہ ۱۷۲ھ کو انتقال کر گئے؛

(۲) ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ، مدّتِ حکومت سات (۷) برس نو مہینہ، وفات ماہ صفر سنہ ۱۸۰ھ؛

(۳) حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن، ستائیس (۲۷) برس ایک ماہ پچیس دن، وفات ۲۷۔ ذی الحجہ سنہ ۲۰۶ھ؛

(۴) عبدالرحمٰن بن الحکم بن ہشام، بتّیس (۳۲) برس، چار مہینہ، وفات ربیع الآخر سنہ ۲۳۸ھ؛

(۵) محمد بن عبدالرحمٰن بن الحکم، چونتیس (۳۴) برس، دس مہینہ بیس دن، وفات ۲۹۔ صفر سنہ ۲۷۳ھ؛

(۶) مُنذِر بن محمد بن عبدالرحمٰن، ایک سال گیارہ مہینہ تیرہ دن، وفات ۱۵۔ صفر سنہ ۲۷۵ھ؛

(۷) عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن، برادرِ مُنذِر بن محمد پچیس (۲۵) برس پندرہ دن، وفات شبِ ہلال ربیع الاول سنہ ۳۰۰ھ؛

(۸) عبداللہ بن محمد کے بعد اُن کے پوتے عبدالرحمٰن بادشاہ ہوئے عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن الحکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن (الداخل) ابن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم، آج تک کہ سنہ ۳۴۵ھ ہے عبدالرحمٰن ہی اندلس کے پادشاہ ہیں، پینتالیس (۴۵) برس سے وہ سلطنت کر رہے ہیں، ان کا مُلک آباد ہے اور ملک بھر میں عدل و انصاف شاملِ حال ہے؛

اندلس میں خلافت

عبدالرحمٰن کے آباء و اجداد جو اُندلس کے پادشاہ تھے، اور اُن کے نام ہم لکھ چکے ہیں، کسی کا بھی اُن میں امیرالمومنین لقب نہ تھا، بلکہ بنی الخلائف (یعنی فرزندانِ خلفاء) کہے جاتے تھے، عبدالرحمٰن پادشاہ ہوئے تو اُن کو (قوم کی جانب سے) امیرالمومنین کا خطاب دیا گیا، جو فرمان اُن کی طرف سے جاری ہوئے اور جو معروضہ اُن کے حضور میں گزرے سب میں اسی لقب کا استعمال ہوا اور بر سر منبر امیرالمومنین کی حیثیت میں اُن کا خطبہ پڑھا گیا۔

عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے حَکَم بن عبدالرحمٰن کو اپنا ولی عہد بنایا ہے اور اپنی تمام اولاد میں سے انھیں کو منتخب کیا ہے، کیوں کہ حکم کے آثارِ نجابت کا عبدالرحمٰن تجربہ کر چکے ہیں اور جہاں گیری اور جہاں بانی میں اُن کی سیاست واضح ہو چکی ہے۔

اِجمالُ الاحوال

(۱) مجملاتِ اندلس

مسعودی کہتے ہیں:

"اخبار المسعودیات" میں کہ ہمیں سے منسوب ہے اور کتاب "اصل المجالس" میں اندلس کے مذکور الصدر فرماں رواؤں کے حالات ہم بیان کر چکے ہیں، ان سب کی سیاست بھی لکھی ہے اور ہمسایہ فرنگی اقوام جلالقہ وجاسقس و دشکلنش و قرمانیش و غوطشں وغیرہ کے ساتھ بحر و بر میں اُن کی جو لڑائیاں ہوئیں ان سب کی تشریح بھی کر دی ہے۔

طارق نے کہ موسیٰ بن نُصَیر کے آزاد غلام تھے سنہ ۹۲ھ میں بعہد حکومت ولید ابن عبدالملک، اندلس کو فتح کیا تھا اور سمندر کو پار کر کے وہاں پہونچے تھے اور پادشاہِ اسپین لُزریق (راڈرک) کو قتل کیا تھا۔

طارق کے بعد خود موسیٰ بن نُصیر بھی سمندر پار کر کے اندلس پہونچے اور اقوام اندلس سے مقابلہ کیے، عجائب وغرائب مشاہدہ میں آئے، مائدۂ ذہب (سونے کی میز، یا سونے کا خوان) ہات لگا اور وہ گھر ملاحظہ میں آیا جس میں قدیم پادشاہانِ اسپین کے تاج رکھے تھے،

یہ تمام واقعات، اُس وقت سے آج تک کے، کتب مذکورہ میں مبسوط ہیں

(۲) مجملات افریقیہ

کتاب "فنون المعارف وماجری فی الدہور السوالف" میں ممالک افریقیہ کی لڑائیاں اور واقعات اور حلے یہ سب ہم بیان کر چکے ہیں، جب سے یہ ملک فتح ہوا ہے اُس زمانہ سے (اب تک کے) حالات مدوّن ہیں،

افریقیہ میں موسیٰ بن نُصیر کے واقعات، موسیٰ کے بعد جتنے فرماں فرما گزرے (اُن سب کے حالات کا تذکرہ ہو چکا ہے) تا آں کہ رشید (ہارون عباسی) کے عہد میں ابراہیم بن الاغلب بن سالم بن تمیم بن شوادہ التمیمی افریقیہ کے حاکم ہوئے اُن کے اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کے حالات بھی بیان ہو چکے ہیں حتّٰی کہ داعیٔ طالبیین ابو عبداللہ شیعی معروف بہ محتسب نے بنی الاغلب کے ملک پر قبضہ کر لیا اور ان لوگوں کے ہات سے حکومت نکل گئی

حکومتِ شیعہ

ابو عبداللہ شیعی نے قومِ بربر کے قبیلۂ کتامہ کو لے کر بنی الاغلب پر خروج کیا، فریقین میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں (جب بنی الاغلب کا استیصال ہو گیا اور ابو عبداللہ کا تسلط بیٹھ گیا تو) اُس نے عبیداللہ (مورثِ سلطنت عبیدیہ افریقیہ) کو حکومت سپرد کر دی، عبیداللہ نے اُس کو قتل کر ڈالا،

اُس کے بعد بہت سے واقعات پیش آئے، عبیداللہ نے شہر مہدیہ آباد کیا اور ملکِ مصر پر قبضہ کرنے کے لیے بار بار فوجیں روانہ کیں،

یہ واقعہ سنہ ۳۰۲ ھ کا ہے،

آخر وفات پائی:

خروج ابویزید خارجی

عبید اللہ کے بعد ابو القاسم عبد الرحمن کو حکومت ملی، ابویزید مخلد ابن کیداد نے ابو القاسم پر خروج کیا، یہ شخص قوم بربر کے قبیلۂ زناتہ میں خاندانِ بنی یفرن کا (سرگروہ) تھا، خوارج کے فرقۂ اباضیہ کا ایک شعبہ نکاریہ ہے، یہ اسی شاخ کا ثمرہ تھا، اباضیوں کی جمعیت ساتھ تھی:

ابو القاسم کی فوجوں کے ساتھ بہت سے واقعات پیش آئے بہتیری لڑائیاں ہوئیں، کتنے ہی لوگ مارے گئے، حتیٰ کہ افریقیہ کے بیشتر ممالک پر قبضہ ہو گیا اور اُس نے (دارالملک) مہدیہ میں ابو القاسم کا محاصرہ کر لیا:

یہ محاصرہ اتنے زمانہ تک رہا کہ ابو القاسم نے اسی حالت محصوری میں وفات پائی:

اسماعیل بن ابی القاسم

ابی القاسم کے مرنے پر اُن کے بیٹے اسماعیل نے محاصرہ توڑ دیا اور شہر سے نکل کر ابویزید سے مقابلہ کیا، متعدد معرکے ہوئے، ابویزید کی جمعیت کم ہوتی گئی، اور (اسی کی) فوجیں اُس سے جدا ہوتی گئیں، اب اسماعیل نے گھیر لیا اور ابویزید کو محصور ہونا پڑا، حتیٰ کہ سنہ ۳۳۶ھ کے ماہ محرم کی پانچ شبیں باقی تھیں کہ ابویزید قتل ہو گیا:

ان لڑائیوں میں جو لوگ مارے گئے (آغاز خروج سے ابویزید کے انجام تک) اُن میں جس قدر تعداد شمار میں آسکی وہ تقریباً چار لاکھ تھی:

المعز لدین اللہ بانی خلافتِ مصر

اسماعیل کے مرنے پر اُن کے بیٹے فرماں روا ہوئے جن کا نام معد اور کنیت ابوتمیم تھی (انھوں نے بڑی سطوت و جبروت سے سلطنت کی) جوہر صقلی

انھیں کا سپہ سالار تھا جو اصل میں سسلی کا ایک عیسائی لڑکا تھا اور اسلامی فتوحات کی ذیل میں دربارِ مہدیہ تک پہونچا تھا، اُس نے اُس کو اتنی ترقی دی کہ قائدِ اعظم ہوگیا، مُلکِ مِصر کا فاتح اور شہرِ قاہرہ کا بانی وہی تھا، اس مُلک کے فتح ہونے پر پادشاہ نے اسی کو مرکزِ سلطنت بنا لیا، اپنی خلافت کا اعلان کیا جو نہایت شان و شکوہ کی تھی، خطابِ خلافت المعز لدین اللہ تھا) اب تک (یعنی تا بعہدِ مصنّف) یہی پادشاہ حکمراں ہے، ؛

یہ اور اس کے علاوہ جو واقعات پیش آئے کتاب "تقلیب الدول و تغییر الآراء والملل"، میں شرح و بسط سے ہم بیان کر چکے ہیں، اس مختصر میں تو صرف مجملات ہیں کہ ہماری کتابوں میں ان سب عنوانات کے متعلق جو تذکرے ہیں اُن کو یاد دلائیں ؛

القابِ مِلوکِ بنی اُمیّہ

(؛)

دو روایتیں

جو لوگ تمام بنی ہاشم سے منحرف ہیں، خواہ وہ بنی ہاشم کی اُس شاخ کے ہوں جو ابو طالب سے نکلی ہے یا اُس شاخ کے جس کی اصل (حضرت) عبّاس (رضی اللہ عنہ) تھے، یہ لوگ بنی اُمیّہ کے جانب دار اور اُن کے خلیفہ و امام ہونے کے قائل ہیں، ان میں سے ایک مُتأخر مورخ کو میں نے دیکھا ہے جس نے بیان کیا ہے کہ بنی اُمیّہ میں جتنے فرماں روا گزرے ہیں سب کے خطاب بھی تھے اور خلفاے بنی عباس کی طرح وہ بھی لقب رکھتے تھے، مورخ مذکور نے اس باب میں دو روایتیں ذکر کی ہیں ؛

پہلی روایت

محمد بن عبد اللہ بن محمد القرشی نے مُصعَب بن عبد اللہ سے، مُصعَب نے عبد اللہ سے، عبد اللہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ عبد الملک بن مروان

کے آزاد غلام "سابق" نے مجھ سے بیان کیا کہ امیر المومنین عبد الملک کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے :-

(۱) امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان کا لقب "الناصر لحق اللہ" تھا (یعنی اللہ کے حق کی نصرت کرنے والے)؛

(۲) یزید بن معاویہ : المستنصر علی الزیغ (گمراہی پر فتحیاب ہونے والا)؛

(۳) معاویہ بن یزید : الراجع الی اللہ (خدا کی جانب رجوع کرنے والا)؛

(۴) مروان : المومن باللہ (خدا پر ایمان لانے والا)؛

دوسری روایت

ابو مطرف نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے :

(۵) عبد الملک کا لقب "الموثر لامر اللہ" تھا (یعنی اللہ کے حکم کو ترجیح دینے والا)؛

(۶) ولید بن عبد الملک : المنتقم للہ (خدا کے لیے دشمنانِ خدا سے انتقام لینے والا)؛

(۷) سلیمان بن عبد الملک : المهدی (ہدایت یافتہ) یہ خطاب لوگوں نے سلیمان کو دیا تھا کیوں کہ برسرِ منبر جو کچھ ہوتا تھا (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کو برسر منبر جو گالیاں دی جاتی تھیں) اس کا سلسلہ منقطع کر دیا اور عمر بن عبد العزیز کو اپنا ولی عہد بنایا، ورنہ خود سلیمان نے اپنا لقب "الداعی الی اللہ" قرار دیا تھا (یعنی اللہ کی جانب دعوت کرنے والا)؛

(۸) عمر بن عبد العزیز : المعصوم باللہ (خدا کی عنایت سے محفوظ رہنے والے)؛

(۹) یزید بن عبد الملک : القادر بصنع اللہ (خدا کے حسنِ صنعت سے سب کچھ قدرت رکھنے والا)؛

(۱۰) ہشام بن عبد الملک : المتخیر من اللہ (خدا سے خیر حاصل کرنے والا)؛

ہشام کا نام "منصور" رکھا گیا تھا، سبب یہ ہے کہ ہشام کی پیدائش اس وقت

ہوئی جب مصعب بن الزبیرؓ کے قتل کا خط آیا ہے، عبدالملک کے سامنے یہ جب یہ بچہ روبرو لایا گیا اور اُس کا نام بتایا گیا تو عبدالملک نے کہا: یہ نام تو ہمارے خاندان کا نہیں ہے، اس کا اس کے نانا کے نام پر ہشام نام رکھو اور منصور سے ملقب کیا کرو، یہ نام و خطاب اُس وقت تک رہا کہ یزید نے ہشام کو ولی عہد قرار دیا، جس کے بعد "المتخیر من اللہ"، لقب پڑا۔

(۱۱) ولید بن یزید: المکتفی باللہ (خدا ہی پر کفایت کرنے والا)۔

(۱۲) یزید بن الولید: الشاکر لانعم اللہ (خدا کی نعمتوں کا شکر کرنے والا)۔

(۱۳) ابراہیم بن الولید: المتعزز باللہ (خدا سے عزت و غلبہ حاصل کرنے والا)۔

(۱۴) مروان بن محمد: القائم بحق اللہ (خدا کے حق کے ساتھ قائم رہنے والا)۔

(۱۵) عبدالعزیز بن مروان جب ولی عہد تھا تو منبروں پر "المعظم لحرمات اللہ" (خدا کی حرمتوں کی بزرگداشت کرنے والا) کے خطاب سے اُس کے لیے دعا کی جاتی تھی۔

(۱۶) مسلمہ بن عبدالملک نے خلیج قسطنطینیہ پر جب اپنا شہر آباد کیا تو اُس کا نام "مدینۃ القہر" (غلبہ والا شہر) رکھا اور اپنا نام "القاہر بعون اللہ" (خدا کی مدد سے غلبہ پانے والا) قرار دیا۔

کیا یہ روایتیں صحیح ہیں؟

مسعودی کہتے ہیں:

مورخ مذکور نے اگرچہ یہ دونوں روایتیں کی ہیں مگر تمام مورخین اس کے مخالف ہیں، جو بات اُس نے بیان کی ہے اگر درست ہوتی تو ظاہر و مشہور و متواتر ہوتی مجہول نہ ہوتی، ایسی منقول روایتوں میں اور مورو ثہ امور میں اُس کا تذکرہ آتا جن کو رد کرنے کے لیے کوئی عذر و حیلہ ممکن نہ ہوتا، جب تمام حاملان اخبار و ناقلان سیر و آثار نے بالاتفاق اس کا ذکر تک نہیں کیا اور نہ مصنفین کتب تاریخ و سیر نے کہ بنی اُمیّہ کے حالات بیان کیے ہیں اور اُن کے واقعات کی تشریح کی ہے، اور ان میں ایسے بھی ہیں جو بنی اُمیّہ کے دوست تھے، اُن سے موالات رکھتے تھے

اور وہ بھی ہیں جو اُن سے منحرف تھے، جب ان سب میں سے کسی نے بھی یہ باتیں نہیں لکھیں تو معلوم ہوا کہ یہ سب بے اصل ہیں۔

تاریخ مناقب بنی اُمیّہ

سنہ ۳۲۴ھ میں علاقۂ اُردن واقع ملک شام کے شہر طبریہ میں ایک صاحب کے پاس جو بنی اُمیّہ سے موالات رکھتے ہیں، علم و ادب کے مدعی اور عثمانیت کے جانب دار ہیں، میں نے ایک کتاب دیکھی جس میں تقریباً تین سو ورق تھے اور گٹھا ہوا گنجان خط تھا، اس کتاب کا نام "البراہین، فی امامۃ الامویین، ونشر ماطوی من فضائلہم" تھا (یعنی بنی اُمیّہ کی امامت و خلافت کے دلائل اور اُن کے فضائل کی اشاعت جن پر آج کل پردہ پڑا ہوا ہے) اس کتاب کے ابواب و عنوانات اور تفصیلِ مباحث کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اس کتاب میں (حضرت) عثمان بن عفّان (رضی اللہ عنہ) و معاویہ و یزید بن معاویہ و معاویہ بن یزید و مروان بن الحکم و عبدالملک بن مروان اور بعد کے مروانیوں کی خلافت کا تذکرہ ہے تا بہ مروان بن محمد بن مروان بن الحکم۔

(۲) عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک کا بیان ہے اور لکھا ہے کہ مروان بن محمد نے اُن کی خلافت پر نص کیا تھا اور اپنے بعد انھیں کو ولی عہد بنایا تھا۔

(۳) عبدالرحمٰن کی اولاد میں باقی جتنے فرماں روایان بنی اُمیّہ نے اندلس میں سلطنت کی ہے اور جن کا تذکرہ ہم پہلے ہی کر چکے ہیں، اُن سب کے حالات سنہ ۳۱۰ھ تک بیان کیے ہیں۔

(۴) اندلس کے فرماں روائے حال عبدالرحمان بن محمد کے واقعات بیان کیے ہیں، جو اس وقت کہ سنہ ۳۴۵ھ ہے، وہاں کے پادشاہ ہیں۔

(۵) ان میں سے ہر ایک کے فضائل و مناقب لکھے ہیں اور اُن امور کی تشریح کی ہے جن کے باعث وہ خلافت و امامت کے مستحق ٹھہرے، سب کے نام دیے ہیں، ناموں کے متعلق نصوص بیان کیے ہیں کہ اعیانِ بنی اُمیّہ میں ہر فرد کی خلافت منصوص تھی اور ہوگی۔

(۶) ایسی روایتیں لکھی ہیں جن کی نسبت تواتر کا دعوےٰ ہے اور روایاتِ متواترہ کی حیثیت میں انھیں پیش کر کے شیعۂ عثمانیہ و اولیاے ابی سفیان و انصارِ مروان سے اُن کو منسوب کیا ہے ؛

(۷) ان روایات کے ساتھ ہی ساتھ (الف) منصوصات و منقولات میں اہلِ امامت یعنی جمہورِ شیعہ سے معارضہ ہے ؛

(ب) اصحابِ اختیار، یعنی معتزلہ، زیدیہ، خوارج، مُرجیہ، حشویہ، نابتہ کے اقوال پر استدلال کیا ہے اور ان کو فاسد بتایا ہے ؛

(ج) اُن اہلِ حدیث سے مناقضہ کیا ہے جو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کو منصوص قرار دیتے ہیں، ایسے ہی مناقضات خوارج کے فرقۂ بَیْہَسیّہ و فرقۂ بکریّہ وغیرہا سے بھی کیے ہیں، بکریّہ منسوب بہ بکر خواہرزادۂ عبدالواحد ؛

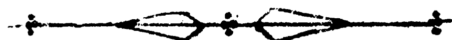
(د) سب کو ملزم بنایا ہے، سب سے معارضہ کیا ہے، اور سب کے متعلق معترضانہ مسائل پیش کیے ہیں ؛

(۸) سب کے بعد آنے والے حوادث کا بیان ہے جو زمانۂ مستقبل میں پیش آئیں گے، پیش گوئیاں درج کی ہیں کہ (الف) پھر بنی اُمیّہ کو غلبہ ہو گا اور انھیں کو سلطنت ملے گی ؛

(ب) خاندانِ ابوسفیان کا ایک شخص مُلکِ شام کی وادی یابس (خشک ندی) کے پاس ظہور کرے گا جس کے ساتھ قبائلِ غسّان و قضاعہ و لخم و جذام ہوں گے، وہ حملہ کرے گا اور لڑائیاں لڑے گا ؛

(ج) بنی اُمیّہ اندلس سے مُلکِ شام میں چلے آئیں گے ؛

(د) ان کے گھوڑے سفید مائل بہ سیاہی اور جھنڈے زرد رنگ کے ہوں گے، جو واقعات اُن کو پیش آئیں گے، جو لڑائیاں، حملے، اور پیش قدمیاں انھیں کرنی پڑیں گی، اُن کا بھی تذکرہ ہے، اس کتاب میں نہ بنی اُمیّہ کے خطاب و القاب ہیں اور نہ کچھ اس عنوان کا بیان ہے ؛



واقعاتِ بنی العبّاس

(۳)

خلافت ابی العبّاس السفّاح

نام : عبداللہ ؛
کنیت : ابوالعباس ؛
لقب : سفّاح (خوں ریز) پہلے "المہدی" کا خطاب تھا ؛
نسب : عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن العبّاسؓ بن عبدالمطلب ؛
سلسلۂ مادری : سفاح کی ماں ریطہ تھیں، بنتِ عبید اللہ بن عبداللہ ابن عبدالمدان بن الدیان بن قطن بن زیاد بن الحارث بن مالک بن ربیعۃ ابن کعب بن الحارث بن کعب بن عمرو بن علۃ بن جلد بن مالک بن اُدد بن زید ابن یشجب بن یعرب بن قحطان ؛
تاریخ بیعت : شبِ جمعہ، ۱۳ - ربیع الآخر ۱۳۲ھ ؛
مقام بیعت : کوفہ ؛

خلافتِ عبّاسیہ کی ابتدا کیوں کر ہوئی ؟

کوفہ و خراسان وغیرہ اسلامی ممالک میں بنی عبّاس کے لیے دعوتِ خلافت کی ابتدا سنہ ۱۰۰ھ میں ہوئی ؛

واقعہ یوں ہوا کہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن الحنفیۃ سنہ ۹۸ھ میں سلیمان بن عبدالملک کے پاس آئے تھے، سلیمان نے خوش ہو کر اُن کی ضرورتیں پوری کر دیں اور (کامیاب) واپس کیا، کسی کو ساتھ کر دیا تھا جس نے راستہ میں اُنھیں زہر دے دیا، ابو ہاشم کو یہ کیفیت محسوس ہوئی تو محمد بن علیؒ ابن عبداللہؓ بن العبّاس بن عبدالمطلب کے پاس گئے جو اُن دنوں حمیمہ میں (اور بقولِ بعض کرار میں) تھے، یہ مقام علاقۂ دمشق کے کوہستان شراۃ و بلقاء میں واقع ہے ؛

ابو ہاشم نے محمد بن علی سے دعوت (اہل بیت) کے اسرار کہہ دیے، داعیوں سے اُن کا تعارف کرا دیا، اور جتا دیا کہ خلافت انھیں کی اولاد کو ملنے والی ہے جن میں (پہلا) خلیفہ ابن الحارثیہ ہوگا، یہ بھی کہا گیا کہ اس دعوت کا اعلان اُس وقت ہو جب ہجرتِ (نبوی) کے سو سال پورے ہو جائیں ؛

ابراہیم الامام

محمدؒ جب مشرف بہ وفات ہوئے تو اپنے بیٹے ابراہیم کو اپنا وصی بنایا، اب یہ دعوت انھیں کی جانب منتقل ہو گئی اور امام اُن کا نام پڑا، ابو مسلم نے خراسان میں انھیں کے لیے دعوت کی ؛

مروان بن محمد الجعدی (خاتمِ بنی اُمیۂ دمشق) کو جب اس کی خبر ہوئی تو اپنے عامل دمشق ولید بن معاویہ بن مروان بن الحکم کے پاس حکمنامہ بھیجا کہ چند آدمیوں کو جو بھروسہ کے ہوں حمیمہ یا کرار بھیج کے ابراہیم الامام کو پکڑ بلوائے اور میرے پاس بھیج دے ؛

ولید بن معاویہ نے اس حکم کے مطابق ابراہیم کو مروان کے پاس بھیج دیا جس نے انھیں اسی سال یعنی سنۂ ۱۳۲ھ کے ماہ محرم میں قید کر دیا اور دو مہینہ کے بعد قید خانہ ہی میں وہ قتل بھی ہو گئے ؛

ابراہیم نے اپنے بھائی ابو العباس عبد اللہ بن محمد کو اپنے بعد ولی عہد مقرر کیا، ابن الحارثیہ وہی تھے ؛

وفات سفاح: ابو العباس نے مقامِ انبار میں خاص اپنے شہر کے اندر جسے خود ہی تعمیر کیا تھا اور "ہاشمیہ" اُس کا نام رکھا تھا، وفات پائی ؛

تاریخ وفات: یکشنبہ، ۱۲- ذی الحجہ، سنۂ ۱۳۶ھ ؛

مدتِ عمر: تینتیس (۳۳) برس ؛

مدتِ خلافت: چار برس آٹھ مہینہ ایک دن ؛

شکل و شمائل: دراز قد، گورا رنگ، اُبھری ناک، تنگ نتھنے، بیچ میں ڈبے ہوئے، خوش رو، گھونگر والے بال، زلفیں رکھے ہوئے تھے ؛

سیاست سازجسائل: رائے صائب تھی، جو عزم کرتے پورا کر کے رہتے، اخلاق شریفانہ تھے، زرو مال بخشنے میں بڑے سخی، مزاج ایسا تھا کہ اپنے دشمنوں میں ایک عالم کی خوں ریزی کا حکم دینا آسان اور معمولی بات تھی، یہ بھی نہ دیکھتے کہ حقیقت کیا ہے؟

اسلام میں پہلا وزیر

(۱)

"وزیرِ آلِ محمّد" صلّی اللہ علیہ وسلّم

دولتِ عبّاسیہ میں پہلے پہل جس شخص پر وزارت کا اطلاق ہوا وہ ابوسلمۃ الخلّال حفص بن سلیمان تھا جو قبیلۂ ہمدان کے خاندان سبیع کا آزاد غلام تھا، اُس نے ابوالعبّاس السفّاح کی وزارت کی اُس کو "وزیرِ آلِ محمّد" (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہا جاتا تھا، ایک شاعر اُسی کے متعلق کہتا ہے:

ان المساءة قد تسرّ وربما

(بُرائی اور بدی بھی کبھی مسرّت انگیز ہوتی ہے)

کان السرور بما کرهت جدیرا

(اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس بات کو تم بُرا جانتے ہو اُس پر خوش ہونا چاہیئے تھا)

ان الوزیر وزیر آل محمّدٍ

(حقیقت میں وہ وزیر جو اہلِ بیتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وزیر تھا)

اَوْدیٰ فمن یشناك کان وزیرا

(وہ ہلاک ہوگیا، اب یہ پہلو کہ وہ وہی وزیر تھا جو تم سے بغض و نفرت رکھتا تھا اور عداوت کیا کرتا تھا)

ابوسلمہ کے حالات اور اس کے قتل کا سبب کتاب "مروج الذہب و معادن الجواہر" میں ہم بیان کر چکے ہیں، وہ پہلا وزیر تھا جس نے بنی عباس کی وزارت کی حالتِ وزارت میں اس کا باپ بھی زندہ موجود تھا۔

تاریخِ وزارت

(۱) عہدِ بنی اُمیّہ: سلاطینِ بنی اُمیّہ اس امر کو بُرا جانتے تھے کہ اپنے

کسی کاتب (معتمد، یا سکرٹری) کو وزیر کا خطاب دیں، وہ کہتے تھے کہ "وزیر" لفظِ "وزارۃ" سے مشتق ہے، اور خلیفہ کی شان اس سے کہیں بزرگ تر ہے کہ وہ موازرت کا محتاج ہو۔ [وزیر: پادشاہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے والا، باربردار، معاون، موازرت: معاونت]؛

(۲) سلاطینِ یمن: عرب کے سلاطینِ یمن وشام وغیرہ پادشاہ کے وزیر کو (۱) راہن (۲) وزعیم (۳) وکافی (۴) وکامل، کہتے تھے، ان القاب وخطاب سے اُن کا مطلب یہ ہوتا کہ یہ وزیر تدبیر میں مرتہن رہتا ہے اصابتِ رائے کا زعیم ہے، مہتم بالشان امور میں پادشاہ کے لیے کافی ہوتا ہے، فضائل میں کامل ہے۔

[راہن: آمادہ وطیار وثابت قدم ومستقل مزاج۔ زعیم: وہ شخص جو شریف بھی ہو، بزرگ بھی ہو، سردار بھی ہو اور مسلح بھی رہتا ہو]؛

(۳) سلاطینِ ایران: ایرانیوں نے اپنے پادشاہ کے وزیر کا نام (۱) باربردار (۲) تکیۂ بازو (۳) کفایت کرنے والوں کا سردار (۴) بڑے بڑے کاموں کا مُدبّر، رکھا تھا؛

ان خطابات کا سبب یہ تھا کہ حکومت کا نظام، مملکت کی آرائش، اور سلطنت کی رونق، وزیر ہی پر منحصر ہوتی ہے، وزیر ہی پادشاہ کی زبانِ گویا، خازنِ زر ومال، امینِ رعیت وملک ہیں، تمام لوگوں سے زیادہ یہ خصوصیت انھیں میں ہے کہ پادشاہ ورعیت دونوں سے مستغنی ہیں مگر سب سے بڑھ کے فیاضی وبزرگداشت کے مستحق ہوتے ہیں؛

(۴) سلاطینِ روم: رومیوں نے پادشاہ کے وزیر کا نام (۱) مدار المہام (۲) ومرجع رائے وتدبیر رکھا تھا؛

(۵) دولتِ اسلام: جب اسلام آیا، قرآن نازل ہوا، اور اُس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں بیان فرمایا: واجعل لی وزیرًا من اهلی، هارون اخی، اشدد به ازری، واشرکه فی امری (یا اللہ میرے خاندان میں سے میرا ایک وزیر بنا جو میرا بھائی ہارون ہو کہ میں

اُس سے اپنی کمر مضبوط کروں اور اپنی حکومت میں اُس کو شریک کرلوں) تو بنی عباس نے یہی بہتر سمجھے کہ کاتب کو وزیر کے خطاب سے نامزد کیا جائے؛

خصائص وزراے اسلام

خلفا و سلاطین اپنے کاتبوں کے زمرہ سے وزیر کا انتخاب کرتے، انتخاب وزارت میں شرط یہ تھی:

(الف) وزیر صاحبِ کمال ہو، امین ہو، عفیف ہو، اور خاصان سلطنت میں سے ہو؛

(ب) خیر خواہ ہو، راست باز و راست گفتار و راست کردار و کارگزار آدمی ہو؛

(ج) اسرارِ سلطنت کا امین اور مال و دولت کا مؤتمن ہو؛

(د) بادشاہ اپنے معاملاتِ حکومت میں اُس کے حزم و احتیاط و عاقبت اندیشی و فضیلت رائے و حسنِ تدبیر پر بھروسا کرسکے؛

سفاح کا دوسرا وزیر: ابو العباس نے ابو سلمہ کے بعد ابو العباس خالد ابن برمک کو اپنا وزیر بنایا؛

نقش خاتم: اللّٰه ثقة عبد اللّٰه و به یؤمن (اللہ ہی پر عبداللہ کا بھروسا ہے اور وہ اسی پر ایمان لایا ہے)؛

قاضی : (۱) ابن ابی لیلی الانصاری ثم الاوسی (۲) یحییٰ بن سعید الانصاری؛

حاجب : ابو غسان صالح بن الہیثم، جو سفاح کا آزاد غلام تھا؛

خلافت ابی جعفر المنصور

نام و نسب : عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس؛

کنیت : ابو جعفر؛

لقب : المنصور؛

سلسلۂ مادری: منصور کی ماں سلامہ بنت بشیر بصرہ کی مُولّدات میں، اور بقولِ بعض قوم بربر کی تھیں؛

تاریخ بیعت: منصور اُسی دن خلیفہ ہوئے جس دن سفّاح نے وفات پائی؛ منصور نے ابومسلم کو قتل کیا جس نے بنی عباس کی سلطنت قائم کی تھی اور اُن کے دشمنوں سے اُن کا انتقام لیا تھا، ابومسلم رومیۃ المدائن میں قتل ہوا، یہ واقعہ شعبان سنہ ۱۳۷ھ کا ہے؛

محمدؒ (النفس الزکیہ)

محمدؒ بن عبداللہؒ بن الحسنؒ بن الحسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب نے جمادی الآخر سنہ ۱۴۵ھ کی دو شبیں باقی رہی تھیں کہ مدینہ میں ظہور کیا، شہریوں اور بدویوں کی بہت بڑی جماعت نے اُن سے بیعت کی، اُنھوں نے اپنا نام "مہدی" رکھا؛ منصور نے اُن سے مقابلہ کے لیے عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا، مدینہ کے سامنے مقابلہ ہوا جس میں محمد اپنے کچھ رفقا کے ساتھ قتل ہوئے؛

یہ واقعہ اسی سال (سنہ ۱۴۵ھ) کے ماہ رمضان کا ہے؛

ابراہیمؒ بن عبداللہ

محمد کے بھائی ابراہیمؒ نے رمضان کی چاند رات والے دن بصرہ میں ظہور کیا اور بصرہ و اہواز و سواد کسکر کے علاقوں پر قابض ہو گئے؛

ابراہیم کی جمعیت بہت بڑھ گئی اور وہ کوفہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے؛

منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کی سرکردگی میں فوجیں بھیجیں، مقام باخمریٰ میں مقابلہ ہوا جو کوفہ سے سولہ (۱۶) فرسنگ ہے؛

یہ واقعہ بھی اسی سال کا ہے جب کہ ماہ ذی القعدہ میں چار شبیں باقی رہی تھیں؛

اس جنگ میں ابراہیمؒ اپنے رفقا کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ قتل ہوئے اور جو لوگ باقی بچے تھے بھاگ گئے؛

محمدؒ و ابراہیمؒ کے قتل ہونے کے بعد ابوجعفر کو "منصور" کا لقب ملا؛

منصور کی وفات: منصور نے "بیر میمون" میں جو مکہ سے چھ (۶) میل

کے فاصلہ پر واقع ہے، وفات پائی؛

تاریخِ وفات : ۶- ذی الحجہ، سنہ ۱۵۸ھ؛

مدّتِ عمر : ترسٹھ (۶۳) سال؛

مدفن : حرم (بیت اللہ)؛

مدتِ خلافت: اکّیس برس گیارہ مہینہ بیس دن؛

شکل و شمائل : دراز قد، گندم گوں جسم کے دبلے پتلے، رخساروں پر گوشت کم تھا اور ڈاڑھی گھنی نہ تھی، سیاہ رنگ سے خضاب کرتے تھے؛

عادات و خصائل : تجربہ کار، رائے و تدبیر میں دوراندیش، شکنجۂ روزگار میں کسے ہوئے، زمانہ نے اُن کی سطوت کے عقدے کھول رکھے تھے؛ علم (حدیث) کی روایت کی تھی اور حلال و حرام (فقہ) میں عرفان حاصل تھا؛

جب کوئی حادثہ پیش آتا منصور میں مطلق فتور، اور کسی خوف کی حالت میں سستی عارض نہ ہوتی؛

مال و دولت کو (مصرفِ صحیح میں) اس قدر بخشتے اور لٹاتے کہ کہا جاتا: تمام انسانوں میں یہی شخص سب سے بڑا فیاض ہے، اور بعض اوقات (جب موقع نہ ہوتا) اتنی کفایت شعاری کرتے کہ کہا جاتا: تمام انسانوں میں یہی شخص سب سے بڑا بخیل ہے؛

سیاست : منصور کی سیاست پادشاہانہ تھی حملہ آور شیر کی طرح (ضرورت کے وقت) اُٹھ کھڑے ہوتے اور اس بات کی ذرہ برابر پروا نہ کرتے کہ غیر کی ہلاکت ہی میں اُن کے مُلک کی حفاظت منحصر ہے؛

مال و دولت : منصور نے اس قدر مال و زر جمع کیا جتنا اُن سے پیشتر اور اُن کے بعد کسی خلیفہ سے جمع نہ ہوسکا، اس اندوختہ کی مقدار چھیانوے کرور (۹۶۰۰۰۰۰۰) تھی، مہدی کو جب خلافت ملی تو، سب کا سب خرچ کرڈالا؛

وزیرِ سلطنت : کچھ مدت تک خالد بن برمک نے منصور کی وزارت کی (۲) پھر ابوایوب الموریانی الخوزی مزاج میں دخیل ہوگیا اور خلیفہ نے اُس کو وزیر بنالیا اُس کے قتل کے حالات اور اُس کے بعد وزرا کو جو واقعات پیش

آئے، ہم اپنی گزشتہ کتابوں میں لکھ چکے ہیں (۳) ان دونوں کے بعد منصور نے اپنے آزاد غلام ربیع کو وزیر بنایا:

کاتب: وزراء سلطنت کے علاوہ متعدد افراد کاتب بھی تھے، مثلاً (۱) سلیمان بن مجالد (۲) عبدالحمید بن عدی (۳) ابن ابی عطیۃ الباہلی:

نقش خاتم: اللہ ثقۃ عبد اللہ وبہ یومن (اللہ ہی پر عبداللہ کا بھروسا ہے اور وہ اُسی پر ایمان لایا ہے):

قاضی: (۱) یحییٰ بن سعید الانصاری (۲) ابان بن صدقہ (۳) عثمان ابن عمر البتی (۴) عبداللہ بن محمد بن صفوان:

حاجب: (۱) عیسیٰ بن روضہ (۲) ابوالخصیب مرزوق (۳) ربیع، ابوالخصیب و ربیع یہ دونوں منصور کے آزاد غلام تھے، وزارت سے پہلے حجابت ہی ربیع کے سپرد تھی:

خلافۃ المہدی محمد بن عبداللہ المنصور

نام ونسب: محمد بن عبداللہ المنصور:

لقب: المہدی:

کنیت: ابوعبداللہ

سلسلۂ مادری: مہدی کی ماں اُمِ موسیٰ تھیں، بنت منصور بن عبداللہ ابن شہر الحمیری ثم الرعینی:

تاریخ بیعت: جس وقت منصور نے انتقال کیا:

وفات: ماسبذان (ایران) کا مقام "الرذو الراق" جو علاقۂ جبال میں واقع ہے[۱]:

---

[۱] جغرافی تقسیم عرب کے مطابق ماسبذان کو علاقۂ سیروان و جرجان میں تلاش کرنا چاہیے، مہدی کا مدفن "الرذو الراق"، بتانے میں تحریف ہوئی ہے، اُس مقام کا نام "الرزن و الران" تھا اور جس خاص بستی میں انتقال ہوا اُسے "رذین" کہتے تھے، مصنف نے خود بھی کتاب المروج میں یہی لکھا ہے، باب ۱۰۹، ذکر خلافت مہدی ص ۲۲۵ (عمادی) ۱۲

تاریخ وفات: ۲۳- محرم سنہ ۱۶۹ھ؛
مدت عمر : بیالیس (۴۲) برس؛
مدت خلافت: دس برس پینتالیس دن؛
شکل و شمائل: خوب رو، خوش اندام، گندم گوں، دراز قد، داہنی آنکھ میں ایک سفید داغ تھا؛
عادات و خصائل: شریفانہ مزاج، طبیعت میں شرف و کرم، ہر دل عزیز، فیاض منش تھے؛
سیاست : قصور کو نہایت کشادہ پیشانی سے معاف کرتے، اور جب کسی دشمن پر کامیابی ہوتی تو اُس کے ساتھ بہت ہی شرافت کا برتاؤ کرتے، کسی خوف کے موقع پر مزاج میں غفلت طاری نہ ہوتی، معاملاتِ حکومت میں کسی ایسے شخص پر بھروسہ نہ کرتے جو بھروسہ کے قابل نہ ہوتا، قرابت داروں کے ساتھ حق صلۂ رحم بجالاتے، اہلِ خاندان کے ساتھ عمدہ سلوک مرعی رکھتے، طبیعت میں نرمی تھی، عہدہ داروں کو اکثر منصوب و معزول کرتے اور بے سبب کرتے؛
وزیر : (۱) ابو عبید اللہ معاویۃ بن عبید اللہ الاشعری الطبرانی، منسوب بہ شہر طبریۃ (۲) یعقوب بن داؤد، جو قبیلۂ بنی سلیم کے آزاد غلام تھے (۳) ابو صالح الفیض؛
نقش خاتم: اللہ ثقۃ محمد وبہ یومن (اللہ ہی پر محمد کا بھروسہ ہے اور وہ اُسی پر ایمان لایا ہے)؛
قاضی : (۱) عافیۃ بن یزید الازدی (۲) ابن علاثۃ العقیلی؛
حاجب : (۱) ربیع (۲) خضر بن سلیمان (۳) فضل بن الربیع؛

خلافتِ موسیٰ الہادی بن محمد المہدی

نام : موسیٰ بن محمد المہدی؛
لقب : الہادی؛
کنیت : ابو جعفر؛
سلسلۂ مادری: ہادی کی والدہ ایک اُمّ وَلَد لونڈی تھیں جن کو "خیزران"

کہتے تھے، یہ ملک یمن کے مقام جُرَش کی مُولدہ تھیں :

تاریخ بیعت : جس وقت مہدی نے انتقال کیا :

مقامِ وفات : عیسیٰ آباد قریب مدینۃ السلام (بغداد) :

تاریخ وفات : ۱۸۔ ربیع الاوّل سنہ ۱۷۰ھ :

تعدادِ عمر : پچیس (۲۵) برس :

مدتِ خلافت : ایک سال ایک ماہ پچیس دن :

شکل و شمائل : دراز قد، بھاری جسم، گورا رنگ، کشادہ مونھ، اوپر کے ہونٹ میں سفیدی تھی، شجاع و بہادر، جسم کے اعتبار سے بڑے ہی شدید و سخت اور بہت ہی دلیر، پیش قدمی میں سب سے زیادہ جرأت کرنے والے، مزاج میں یک گونہ تندی و تیزی و جبر تھا جس کے باعث لوگ اُن کو شوریدگی کے ساتھ منسوب کرتے تھے :

کاتب : عبیداللہ بن زیاد بن ابی لیلیٰ :

وزیر : ربیع۔ ہادی نے پہلے کاتب ہی پر کفایت کی تھی، بالآخر ربیع کو وزارت سپرد کی جو اُنھیں کا آزاد غلام تھا :

علاوہ بریں ہادی نے عمر بن بزیع اور ابراہیم بن ذکوان الحرانی سے بھی کتابت کا کام لیا :

"اخبار الوزراء"

مسعودی کہتے ہیں :

جو روایت ہم نے پہلے بیان کی ہے یہی اکثر مورخین کا بیان ہے، لیکن اسی ذیل میں دوسری روایت بھی ہے، :

ابو عبداللہ محمد بن داؤد بن الجراح نے، جو وزیر خلافت عباسیہ ابو الحسن علی بن عیسیٰ کے چچا تھے، ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "اخبار الوزراء" ہے، ابو العباس احمد بن عُبیداللہ بن عمار نے اس کتاب پر اضافہ کئے ہیں اور مجملات کی تشریح کردی ہے، :

کتابِ مذکور میں ہے کہ موسی الہادی نے ابراہیم بن ذکوان الحرانی الاعور صاحبِ طاقِ حران کو وزیر بنایا، اُس کے دائرۂ وزارت میں بغداد سے مقررِ حدّت سے منتہائے ممالکِ مغربیۂ بنی عباس تک کے علاقے شامل تھے اور زمامِ حکومت کے تمام محکمے اور خاتمِ خلافت ربیع کے ہات میں دی؛

ابو عبداللہ محمد بن عبدوس الجہشیاری نے بھی "اخبار الوزراء والکتاب" لکھی ہے، اُس میں ہے کہ ہادی نے مدینۃ السلام (بغداد) پہونچ کر اپنے آزاد غلام ربیع کو وزیر بنایا مگر کچھ دنوں کے بعد وزارت سے الگ کر کے ابراہیم ابن ذکوان الحرانی کو وزیر اور ربیع کو دواوین زمام کا متولی مقرر کیا، ربیع کی وفات تک جو سنۂ ۱۶۹ھ میں واقع ہوئی، یہی کام سپرد رہا، وفات کے وقت ربیع کی عمر اٹھاون (۵۸) برس تھی، اس کے بعد ہادی نے ابراہیم بن ذکوان ہی کو دیوانِ زمام کی افسری بھی تفویض کی؛

دوسرے مصنفین نے بھی "اخبار الوزراء والکتاب" میں کتابیں لکھی ہیں:

(۴) متاخرین میں ابو عبداللہ محمد بن عبدوس؛

(۵) ابنِ ماشطۃ الکاتب؛

(۶) ابوبکر محمد بن یحیٰی الصولی الجلیس؛

(۷) علی بن الفتح المعروف بالمطوّق؛

ان مصنفین نے سنۂ ۳۲۰ھ تک کے وزیروں اور کاتبوں کے حالات لکھے ہیں اور ان میں بھی ایسی ہی روایت ہے؛

ہادی کا نقشِ خاتم: اللہ ربی (میرا پروردگار خدا ہے)؛

قاضی : (۱) ابو یوسف رفیق (امامِ اعظم) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت؛

قاضی ابو یوسف کا نام یعقوب تھا، ابن ابراہیم بن حبیب، جو خاندانِ انمار کے تھے، انمار بن اراش بن عمرو بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان کا انصارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں شمار تھا، انصاریوں میں بنی عمرو بن عوف کے سلسلہ میں تھے جو قبیلۂ اوس کی ایک شاخ ہے؛

(۲) سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی؛

خلافتِ (ہارون) الرشید

نام : ہارون بن المہدی ؛

لقب : الرشید ؛

کنیت : ابو جعفر ؛

والدہ : خیزران، کہ وہی اُن کے (بڑے) بھائی ہادی کی والدہ بھی تھیں ؛

تاریخِ بیعت : جس وقت ہادی نے انتقال کیا اُسی وقت خلافت کی بیعت ہوئی ؛

رشید نے اپنے بیٹے محمد بن زُبیدہ (الامین) کے لیے اپنے بعد اور عبد اللہ المامون کے لیے محمد کے بعد بیعت لی، مامون کو مُلکِ رَے و خراسان و مضافات کا والی مقرر کیا، دونوں (بھائیوں) سے وفای عہد و میثاق کی قسمیں لیں، مامون کے بعد اپنے (تیسرے) بیٹے قاسم کے لیے بھی ولایت عہد کی بیعت لی، مگر شرط یہ کردی کہ خلیفہ ہونے کے بعد مامون کو اختیار رہے کہ مناسب سمجھیں تو قاسم کو ولی عہد رہنے دیں ورنہ برطرف کردیں ؛

مقامِ وفات : رشید نے ایک گانوں میں وفات پائی جسے سنایاد کہتے ہیں، یہ گانوں سرزمینِ خراسان کے علاقہ طوس (مشہد) میں واقع ہے ؛

تاریخِ وفات : شنبہ ۔ ۴ جمادی الآخرہ سنہ ۱۹۳ھ ؛

مدتِ عمر : چوالیس برس چار مہینے ؛

مدتِ خلافت : تیئیس برس دو مہینے سولہ دن ؛

شکل و شمائل : کامل الخلقۃ، حسین و جمیل، بلند بالا، گورا رنگ، فربہ جسم، بالوں میں سفیدی آچلی تھی، سر پہ سپید تھے، جب حج کرتے تو مونڈا ڈالتے ؛

عادات و خصائل : تمام آداب و اخلاق میں کامل و مکمل، فیاض، بہادر و شجاع، حج اور جہاد کا بڑا شوق تھا، اپنی خلافت کے عہد میں آٹھ حج اور آٹھ ہی جہاد کیے،

سیاست : خلیفہ ہونے کے کچھ زمانہ بعد رشید بیدار ہو گئے اور تمام معاملاتِ حکومت سے آگاہی حاصل کرلی، جو لوگ سلطنت کے پروردہ و دست گرفتہ

تھے انھیں خراب کر ڈالا اور مال وزر کی فراہمی پسند کی،:

وزارت : برامکہ یعنی یحییٰ بن خالد بن برمک اور جعفر وفضل فرزندان یحییٰ کو وزیر مقرر کیا، پھر صفر سنہ ۱۸۷ھ میں ان کا استیصال کر دیا، جعفر کو اپنی خلافت کے سترھویں سال قتل کیا،:

برامکہ کو تباہ کرنے کے بعد علی بن یقطین کو خاتم خلافت سپرد کی، فضل بن ربیع اور اسماعیل بن صبیح مرتے دم تک مزاج میں نہایت دخیل رہے، اسماعیل کے باپ صبیح، سالم افطس کے اور سالم افطس بنی امیہ کے آزاد کردہ غلام تھے،:

برامکہ کے بعد رشید کے کاروبار میں خلل آگیا اور لوگوں میں خلیفہ کی بدتدبیری وسوء سیاست کھل چلی:

نقش خاتم، باللہ یثق ھارون (اللہ ہی پر ہارون بھروسا کرتا ہے):

قاضی : فریضۂ قضاء بہت سے لوگوں نے ادا کیا، مثلاً (۱) علی ابن حرملہ (۲) عون بن عبداللہ المسعودی (۳) حفص بن غیاث (۴) شریک ابن عبداللہ بن ابی شریک النخعی (۵) محمد بن سماعۃ الحنفی:

حاجب : (۱) بشر بن میمون (۲) محمد بن خالد بن برمک (۳) فضل بن ربیع:

خلافۃ الامین

نام : محمد بن ہارون الرشید:

لقب : الامین:

کنیت : ابو موسیٰ:

والدہ : ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابی جعفر المنصور:

تاریخ بیعت: شنبہ، ۱۵ جمادی الآخرہ، سنہ ۱۹۳ھ:

مامون نے بھی خراسان میں امین کی بیعت کی اور عہد و پیمان سابق کے مطابق اپنی اطاعت گزاری و انقیاد و فرماں برداری لکھ بھیجی، لیکن امین نے مامون کو معزول کرنے کی کارروائی شروع کردی اور اس کے لیے حیلے اور بہانے

تلاش ہونے لگے؛

بعض مناصب اور عہدے جو مامون سے متعلق تھے، ان سے دست کش ہو جانے کو لکھا کہ یہ خدمتیں انھیں کو ملیں گی جنھیں میں خود مامور کروں، مامون نے جب اس کو تسلیم نہ کیا تو حکمنامہ بھیجا کہ تدبیر مملکت میں مدد دینے کے لیے میرے پاس چلے آؤ، مامون نے عذر خواہی کی اور جواب میں جو اسباب معذرت بیان کیے، ان کے مرتبہ ولایت عہد میں امین نے اپنے بیٹے کو مامون سے مقدم رکھنے کی خواہش کی اور اس کے متعلق ترغیب و ترہیب سے بھی کام لیا، مامون نے اس کو بھی نہ مانا اور فضل بن سہل (الملقب بہ) ذی الریاستین نے امین سے جنگ کرنے پر مامون کا قصہ مستقل بنا دیا؛

"الناطق بالحق"

سفارت نے واپس آکر جب مامون کے عزم و استقلال کی خبر سنائی تو امین نے اپنے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت خلافت لی اور اس کو "الناطق بالحق" کا خطاب دیا (یعنی گویائی حقیقت) یہ ولی عہد اُس وقت بہت چھوٹا ننھا سا بچہ تھا؛

علی بن عیسیٰ بن ماہان کو عظیم ترین طاقت و ساز و سامان کی پچاس ہزار فوج کے ساتھ بھیجا کہ مامون کو پکڑ لائے؛

"ذوالیمینین"

مامون نے ابن ماہان سے مقابلہ کے لیے طاہر بن الحسین بن مُصعب ابن زریق بن حمزۃ الرستمی کو روانہ کیا جو (مشہور بہادر اور) سخت کوش رستم دستاں کی اولاد میں تھا، اسلام میں یہ خاندان قبیلۂ خزاعہ کا مولیٰ تھا اور یہ لوگ اسی قبیلہ کے ساتھ اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے؛

طاہر نے رَے میں نزول کیا اور چلتے چلتے علی بن عیسیٰ بن ماہان بھی رَے کے قریب آگیا؛

فریقین میں مقابلہ ہوا اور سخت جنگ ہوئی، جس میں علی بن عیسیٰ مارا گیا، اُس کی جمعیت درہم وبرہم ہو گئی، اور طاہر اُس کی فوج پر قابض ہو گیا،:

یہ واقعہ، ۱۰ شعبان سنہ ۱۹۵ھ کا ہے،:

اسی موقع پر مامون کو "امیر المومنین" کے لقب سے سلام کیا گیا اور طاہر کا نام "ذوالیمینین" پڑا جو وہاں سے چل کر ایک ایک شہر کو فتح کرتا ہوا اور مقابلہ کرنے والی فوجوں کو شکست دیتا ہوا حلوان میں پہنچ کر فروکش ہوا:

ہرثمہ بن اعین

ہرثمہ بن اعین ایک لشکر جرار لیے ہوئے حلوان میں طاہر کے ساتھ شامل ہو گیا:

مامون نے طاہر کو لکھا تھا کہ ہرثمہ کو (براہِ راست) مدینۃ السلام (بغداد) جانے دے اور خود اہواز کے راستہ سے کوچ کرے:

اس قرارداد کے مطابق ہرثمہ نے کوچ در کوچ کرتے ہوئے مدینۃ السلام کے مشرقی گوشہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا، اور طاہر نے جا کے اہواز و واسط و مدائن کو فتح کر لیا، کوفہ و بصرہ پر قابض ہو گیا، اور مدینۃ السلام کے مغربی گوشہ کے سامنے چھاؤنی چھائی،:

یہ واقعہ سنہ ۱۹۶ھ کا ہے:

حصارِ بغداد

ہرثمہ اور طاہر دونوں نے (دونوں طرف سے) بغداد کا محاصرہ کر لیا اور صبح وشام وشب وروز بغدادیوں سے جنگ ہونے لگی،:

مدینۃ السلام میں طاہر و ہرثمہ کے پہونچنے سے پیشتر ہی حسین بن علی بن عیسیٰ ابن ماہان پہونچ چکا تھا، یہ شخص شہر رقہ سے آیا تھا اور ایک بڑی فوج اپنے ساتھ لایا تھا، پہلے یہ عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن العباس کے ساتھ تھا، عبدالملک نے جب انتقال کیا تو اسی سال (۱۹۶ھ) کی تیسری رجب کو

مدینۃ السّلام پہونچ کر محمّد (امین) کو تو معزول قرار دیا اور مامون کی خلافت کے لیے دعوت کرنے لگا جسے لوگوں نے بھی مان لیا؛

امین کی نظر بندی اور پھر آزادی

حسین نے محمّد (امین) کو، اُن کی والدہ (زبیدہ خاتون) کو، اور محمّد کے لڑکوں کو شہر ابوجعفر میں (یعنی قدیم بغداد میں جسے خلیفہ ابوجعفر منصور نے آباد کیا تھا) قید کر دیا؛

فوج نے حسین سے اپنی تنخواہیں طلب کیں، اُس کے پاس کیا تھا کہ انھیں دیتا، اُمید دلائی کہ ہرثمہ کو آجانے دو (اُس وقت تنخواہ دی جائے گی)؛

فوج نے (ناراض ہوکر) محمّد کو رہا کر دیا جو دو روز تک قید رہے تھے اور پھر اُسی حالت پر پہونچا دیا اور از سر نو بیعت کی، یہ بیعت جمعہ کے دن ہوئی، جب کہ اسی سال کے ماہِ رجب کی سولہ (۱۶) شبیں گزر چکی تھیں؛

حسین بن علی کو سپاہی پکڑ لائے، مگر محمّد نے درگذر کیا اور قصور معاف کر دیا، اپنے معاملات کی سربراہ کاری اُس کے سپرد کی اور خاتمِ خلافت اُس کے ہات میں دی، مگر اُس نے غدّاری کی اور ہرثمہ کے پاس جانے کے قصد سے بھاگ گیا، تعاقب کرنے والوں نے اُس کو جا پکڑا، بغداد سے ایک ہی فرسنگ کی مسافت پر نہروان کے راستہ میں قتل ہوا اور اُس کا سر محمّد کے پاس لایا گیا؛

سقوطِ بغداد

محرّم سنۂ ۱۹۸ھ میں ہرثمہ بغداد کے مشرقی حصّہ اور طاہر مغربی حصّہ کے اندر داخل ہوگیا، طاہر نے جنگ میں اس قدر کوشش کی کہ مغربی جانب کے بیشتر حصّوں پر قابض ہوگیا اور محمّد (امین) کو ابوجعفر منصور کے شہر میں محصور کر لیا؛

امین نے ہرثمہ کے پاس جانے کے لیے درپردہ مراسلت کی کیوں کہ طاہر سے زیادہ اُس پر بھروسہ تھا، ہرثمہ نے اس کا انتظام کرلیا اور اپنے ایک حرّاقہ (آتش زن کشتی) پر سوار ہو کر ایک گھاٹ کی جانب چلا، امین بھی اُسی حرّاقہ پر سوار ہو گئے ؛

طاہر کو اطلاع ملی تو اُس نے اپنے چند مخصوصین بھیجے جنھوں نے حرّاقہ پر سنگ باری کی (اور وہ غرق ہو گیا) مگر امین کی جان بچ گئی اور وہ پیر کر کنارہ پہونچ گئے لیکن یہاں طاہر کے کچھ لوگوں کے ہات پڑے اور گرفتار کر لیے گئے ؛

مقتل امین

طاہر کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اُس نے کسی کو بھیج کر امین کو قتل کرا دیا، امین کا سر اُس کے پاس لایا گیا جسے اُس نے مامون کے ہاں خراسان بھیج دیا ؛

اسی سال یعنی سنہ ۱۹۸ھ کی پچیسویں محرم کو یکشنبہ کی شب میں واقعۂ قتل پیش آیا، امین کی عمر اُس وقت تینتیس (۳۳) برس تھی اور مدّتِ خلافت چار برس سات مہینے دس دن ؛

حلیۂ امین : خوش رو، پورا قد و قامت، فربہ بدن، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، کشادہ و فراخ مونڈھے، سخت و شدید جسم، سخاوت و فیاضی میں ہات کھلا ہوا تھا، سیاست : بدخصلت، ضعیف الرّائے، نہایت خوں ریز، ہوا و ہوس (کے گھوڑے) پر سوار، معاملات کو مہمل چھوڑ دیتے، مہماتِ امور میں غیروں پر بھروسا کرتے اور ایسوں پر وثوق رکھتے جو اُن کے خیر خواہ نہ ہوتے ؛

وزارت : امین نے فضل بن ربیع کو وزیر بنایا، لیکن کچھ زمانہ کے بعد جب فضل پر ثابت ہو گیا کہ امین کی حکومت مختل ہوئی جاتی ہے اور مٹی جاتی ہے تو روپوشی اختیار کرلی، اب کاتبوں کی جماعت میں سے جو لوگ موجود تھے وہی وزارت کا کام بھی کرنے لگے، مثلاً : اسماعیل بن صبیح ؛

امین کے مزاج میں بہت سے لوگ دخیل ہو گئے تھے، مثلاً : محمد بن عیسیٰ

ابن کہیک۔ سندی بن شاہک (یہ شخص دراصل ہندوستانی تھا) اور سلیمان ابن ابی جعفر المنصور:

نقش خاتم: نعم القادر اللہ (اللہ کیا اچھا قدرت والا ہے) اور بقول بعض:

سائل اللہ لایخیب (اللہ سے مانگنے والا ناکام نہیں رہتا):

قاضی: (۱) محمد بن سماعہ (۲) محمد بن حبیب (۳) اسماعیل بن حماد ابن ابی حنیفہ (۴) ابوالبختری وہب بن وہب القرشی:

حاجب: عباس بن الفضل بن الربیع:

خلافۃ المامون

نام: عبداللہ بن ہارون:

لقب: المامون:

کنیت: ابوجعفر:

والدہ: مامون کی ماں بادغیس کی ایک امّ ولد لونڈی تھیں جن کا نام مراجل تھا:

تاریخ بیعت: عام طور پر مامون کے لیے بیعت خلافت اُس وقت ہوئی جب خلیفۂ مخلوع (امین) قتل ہوگئے، یعنی بروز یکشنبہ ۲۵ محرم سنہ ۱۹۸ھ:

ولایت امام رضا (رضی اللہ عنہ)

مامون نے علی الرضی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب (رضوان اللہ علیہم) کے لیے بیعت لی اور اپنے بعد اُن کو ولی عہد بنایا، سیاہ لباس کو (جو شعارِ خلافتِ بنی العبّاس تھا) ترک کردیا اور بجائے اس کے سبز لباس پہنا اور لوگوں پر بھی اسی کو لازم قرار دیا:

مدینۃ السّلام (بغداد) میں جس قدر بنی ہاشم تھے اس واقعہ نے سب کو مضطرب کردیا، اہل بغداد پر عموماً اور بنی ہاشم پر خصوصاً یہ بات گراں گزری کہ اُن کے قبضہ سے نکل کے ابوطالب کی اولاد میں حکومت منتقل

ہو جائے ؛

منصور بن المہدی

قوم نے حسن بن سہل کو جو ذی الرّیاستین (فضل بن سہل) کا بھائی تھا بغداد سے نکال دیا، یہ شخص ملک میں مامون کا قائم مقام تھا، منصور ابن مہدی کے ہات پر سب نے بیعت کی (یعنی منصور کو خلیفہ بنایا) مگر منصور ایک ضعیف الرّائے اور کمزور فطرت کا آدمی تھا، کام نہ چل سکا اور اُس کی خلافت یوں ہی رہ گئی ؛

ابراہیم بن المہدی

منصور کے بعد قوم نے اُس کے بھائی ابراہیم بن المہدی سے بیعت کی ۵۔محرم سنہ ۲۰۲ھ کو خلیفہ بنایا، اور مدینۃ السّلام وغیرہا کے منبروں پر اُن کے لیئے دعا کی گئی ؛

ابراہیم نے حسن بن سہل سے جنگ کرنے کے لیے، جو نواح مدائن میں تھا فوجیں روانہ کیں، لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا جن میں کبھی ایک فریق کو شکست ہوتی تھی کبھی دوسرے کو ؛

تالیف قلوب واسترضائے عوام

بغداد چلنے کے لیے مامون نے مرو سے کوچ کیا، علی بن موسی الرضی (رضی اللہ عنہ) بھی ساتھ تھے اور ذوالرّیاستین فضل بن سہل جو مامون کا وزیر اور اس سلطنت کا قائم کرنے والا تھا ؛

سرخس کے ایک حمام میں ناگہاں فضل بن سہل قتل ہوگیا، یہ واقعہ اسی سال ۵۔شعبان روزِ دوشنبہ کا ہے ؛

غرۂ ماہ صفر سنہ ۲۰۳ھ کو طوس میں رضی بھی قتل ہو گئے (رضی اللہ عنہ) ؛

شورش مٹ گئی

مامون کا بغداد کے قریب پہونچنا تھا کہ ابراہیم کو جن لوگوں کی نصرت پر

اعتماد تھا برگشتہ ہو گئے اور بیشتر افراد بنی ہاشم وغیرہم جو بیعت کر چکے تھے منھ پھیر رہے،
ناچار ابراہیم نے روپوشی اختیار کر لی۔

یہ واقعہ اسی سال کی گیارھویں ذی الحجہ کا ہے۔

عباسیوں کی شکایت میں ابراہیم کہتے ہیں۔

فلا جزیت بنو العباس خیرا — علی رغمی ولا اغتبطت بری

(بنی عباس کو جزائے خیر نہ ملے، اگرچہ یہ میری خواہش کے خلاف ہے، اور نہ قابل رشک سیرابی ان کو حاصل ہو)

اتونی مہطعین وقد اتاہم — بوار الدھر بالخبر الجلی

(وہ میرے پاس بڑے تذلل کے ساتھ آئے کیونکہ ان پر زمانے کی ہلاکت علانیہ بربادی کی خبر لیئے ہوئے آ چکی تھی)

وقد ذھل الحواضن عن بنیھا — وصد الثدی عن فم الصبی

(حالت یہ تھی کہ مائیں اپنے بچوں کو بھول گئی تھیں، اور بچے کے منہ سے چھاتی ہٹا لی گئی تھی)

وحل عصائب الاملاک منھا — فشدت فی رقاب بنی علی

(عصائب حکومت بنی عباس کے گلے سے اتار کے بنی علی کی گردنوں میں باندھ دیئے گئے تھے)

فضجت ان تشد علی رؤوس — تطالبھا بمیراث النبی

(بنی عباس چیخ اٹھے تھے کہ مبادا یہ دستار ایسے سروں پر نہ بندھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا ان سے مطالبہ کرتے ہیں)

ابراہیم کا عہد حکومت یعنی ابتدائے بیعت تا روپوشی، ایک سال گیارہ مہینے چند دن تھا۔

قدوم بغداد

شنبہ ۱۰- صفر ۲۰۴ھ کو مامون دار السلام میں داخل ہوئے اور آٹھ دن کے بعد حکم دیا کہ سیاہ لباس (جو شعار خلافت عباسیہ تھا) پھر اختیار کیا جائے اور سبز رنگ کو (جو شعار بنی علی تھا) پارہ پارہ کر دیا جائے۔

ابراہیم کا انجام

مدینۃ السلام میں مدتوں ابراہیم روپوش اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سرگرداں رہے، یہاں تک کہ اسی عالم میں شب یکشنبہ ۱۷۔ ربیع الآخر ۲۱۰ھ کو پکڑے گئے، مامون نے اُن کو معاف کر دیا، پہلے تو کچھ روز نظر بند رہے، پھر آزاد کر کے تمام مال و اسباب واپس دیا اور پھر وہی پہلی منزلت عنایت فرمائی۔

مامون کی وفات

مقام وفات: چشمۂ بدندون، واقع ملک روم، متصل طرطوس۔

تاریخ وفات: ۱۲۔ رجب ۲۱۸ھ۔

مدت عمر: ۴۹ برس۔

مدفن: طرطوس۔

مدت خلافت: ۲۰ سال ۵ ماہ ۸ یوم۔

شکل و شمائل: گورا رنگ، زردی مائل، دراز ریش، تنگ پیشانی۔

عادات و خصائل: باکمال، صاحب علم، فیاض، بہت ہی معاف کرنے والے، قدرت حاصل ہونے پر شریفانہ برتاؤ کے خوگر، بابرکت و بلند اقبال۔

سیاست: تدبیر و انتظام عمدہ، اچھے اچھوں کی تربیت، بڑے فراخ حوصلہ، نہ ہوس اُن کو فریب دے سکتی تھی اور نہ فریب اُن پر کارگر ہو سکتا تھا، ممالک محروسہ کے دور دست مقامات سے بھی ویسی ہی واقفیت تھی جیسے قریبی مقامات سے، کبھی ایسا بھی ہوا کہ اشتعال و غیظ و غضب کے عالم میں جلد سزا دے دی۔

وزرائے خلافت: (۱) فضل بن سہل۔

(۲) حسن بن سہل، برادر فضل

حسن جب مختلف عوارض کی وجہ سے کام نہ کر سکے

ابراہیم کا انجام

مدینۃ السلام میں مدتوں ابراہیم روپوش اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سرگرداں رہے، یہاں تک کہ اسی عالم میں شب یکشنبہ ۱۷۔ ربیع الآخر ۲۱۰ھ کو پکڑے گئے، مامون نے ان کو معاف کر دیا، پہلے تو کچھ روز نظر بند رہے، پھر آزاد کر کے تمام مال و اسباب واپس دیا اور پھر وہی پہلی منزلت عنایت فرمائی۔

مامون کی وفات

مقام وفات: چشمۂ بذندون، واقع ملک روم، متصل طرطوس۔

تاریخ وفات: ۱۳۔ رجب ۲۱۸ھ۔

مدت عمر: ۴۹ برس۔

مدفن: طرطوس۔

مدت خلافت: ۲۰ سال ۵ ماہ ۸ یوم۔

شکل و شمائل: گورا رنگ، زردی مائل، دراز ریش، تنگ پیشانی۔

عادات و خصائل: باکمال، صاحب علم، فیاض، بہت ہی معاف کرنے والے، قدرت حاصل ہونے پر شریفانہ برتاؤ کے خوگر، بابرکت و بلند اقبال۔

سیاست: تدبیر و انتظام عمدہ، اچھے اچھوں کی تربیت، بڑے فراخ حوصلہ، نہ ہوس ان کو فریب دے سکتی تھی اور نہ فریب ان پر کارگر ہو سکتا تھا، ممالک محروسہ کے دور دست مقامات سے بھی ویسی ہی واقفیت تھی جیسے قریبی مقامات سے، کبھی ایسا بھی ہوا کہ اشتعال و غیظ و غضب کے عالم میں جلد سزا دے دی۔

وزرائے خلافت: (۱) فضل بن سہل۔

(۲) حسن بن سہل، برادر فضل

حسن جب مختلف عوارض کی وجہ سے کام نہ کر سکے

(۳) تاریخ محمد بن عبدوس الجہشیاری (۴) تاریخ ابن ماشطہ کاتب، ان میں بعض نے تو ان وزراکو وزیر لکھا ہے اور بعض نے نہیں، سبب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

نقش خاتم: اللہ ثقۃ عبد اللہ وبہ یومن (عبد اللہ کا بھروسا اللہ پر ہے اور وہ اسی پر ایمان لایا ہے)۔ [مامون کا نام عبد اللہ تھا]۔

قاضی: محمد بن عمر الواقدی۔ یحیٰی بن اکثم

حاجب: شبیب بن حُمَید بن قحطبہ۔ علی بن صالح صاحب المصلی۔ محمد بن حماد بن دُنقش۔

خلافت المعتصم باللہ

نام : محمد بن ہارون الرشید۔

لقب : المعتصم باللہ۔

کنیت : ابو اسحاق۔

والدہ : ایک ام ولد تھیں جن کا نام ماردہ تھا۔

تاریخ بیعت: جس وقت مامون نے وفات پائی۔

قدوم بغداد: غرۂ ماہ رمضان سنہ ۲۱۸ھ کا ہے۔

بابک خُرّمی

معتصم نے افشین وغیرہ امراو سرداران فوج کو بابک خرمی سے لڑنے کے لیئے آذربایجان روانہ کیا، یہ واقعہ سنہ ۲۲۰ھ کا ہے، ماہ رمضان، اور بقول بعض شوال، سنہ ۲۲۲ھ میں فتح ہوئی، بابک قید کر لیا گیا اور (شہر) سُرّمن رائی میں لایا گیا جہاں صفر سنہ ۲۲۳ھ میں قتل ہوا۔

مقتولین بابک

جو محض مسلمان ہونیکے باعث قتل ہوئے

بابک نے (اپنے) بائیس برس کے (عہد تغلب میں) افواج مامون و معتصم کے جتنے سالار و سر لشکر قتل کیے اور اُن کے علاوہ جس قدر عام طبقے والوں کو ذبح کیا، اُن کا شمار کم سے کم تعداد بیان کرنے والے پانچ لاکھ (۵۰۰۰۰۰) بیان کرتے ہیں، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے بہت زیادہ تعداد تھی، حتیٰ کہ (ان مقتولین کی) کثرت تعداد شمار میں آسکتی ہی نہیں۔

بابک نے سنہ ۲۰۰ھ میں، اور بقول بعض سنہ ۲۰۱ھ میں، خروج کیا تھا، یہ خلافت مامون کا زمانہ تھا، مقام خروج کوہ بذین تھا جو علاقۂ آذربائیجان میں واقع ہے، فرقۂ جاویدانیہ والے اُس کے ساتھ تھے، یہ لوگ جاویدان بن شہرک خرمی کے رفیق تھے جو خود بابک کا ساتھی اور مصاحب تھا، ان کے علاوہ بابک کے ساتھیوں میں اور لوگ بھی تھے۔

فرقۂ خرمیہ اور اس کے مذاہب

مسعودی کہتے ہیں:

ہم اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات" اور "سر الحیاۃ" میں فرقۂ خرمیہ کے مذاہب بیان کر چکے ہیں، ان میں ایک گروہ تو "خرمیہ" کو دکیہ کہتا ہے اور دوسرا "خرمیہ" کو دشاہیہ کا، نواح اصفہان، برج، کرج ابی دلف، زرین یعنی زز معقل، زز ابی دلف، رستاق ورسنجان، قسم،

گردشت جو مہرجان قذق کے علاقہ ہیمرہ میں واقع ہے، بلاد سیروان (شیروان یا شہروان) اریجان جو علاقہ ماسبذان میں واقع ہے، ہمدان، ماہ کوفہ، ماہ بصرہ، آذربائیجان، ارمینیہ، قم، قاسان (کاشان) رے، خراسان، اور بقیہ عجمی ممالک میں یہ لوگ آباد ہیں، ان میں مذہبی تنازع بھی ہے، خود کودکیہ کو دشاہیہ میں اختلاف ہے اور پھر ان دونوں کے اور فرقہائے محمرہ مزدکیہ دماسنیہ وغیرہا کے درمیان بھی اختلافات ہیں، ان مقامات میں جن لوگوں کے ساتھ ہماری ملاقات ہوئی اُن سے ہمارے مناظرے بھی ہو چکے ہیں، مستقبل کے متعلق یہ فرقے منتظر ہیں کہ آئندہ زمانے میں اُنھیں کو سلطنت ملیگی اور فرماں روائی اُنھیں میں عود کر آئیگی۔

غرضکہ ان سب کے حالات ہم بیان کر چکے ہیں۔

ہرمزان بھی اسی قبیل کا تھا

ہرمزان ایک ایرانی سردار تھا، لڑائی میں گرفتار کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینۂ مبارکہ لایا گیا بظاہر تو مسلمان ہو گیا مگر درپردہ مجوسی ہی رہا۔ اسلام سے انتقام لینے کی تدبیریں لگا رہتا تھا، یہ سازش کامیاب ہوئی اور ایک ایرانی غلام "فیروز" دیلمی کے خنجر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے عبیداللہ بن عمر بن الخطاب نے اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر اس کو قتل کر ڈالا، انھیں (مجوسیوں) میں سے جو لوگ (حقیقۃً) اسلام سے جدا مگر (بظاہر) اسلام ہی کے تابع رہے ہیں اُن سب کے حالات ہرمزان سے لیکر آج تک کے (کتاب المقالات وسر الحیاۃ میں) ہم بیان کر چکے ہیں، اور اور باتیں بھی لکھی ہیں،

ان کے علاوہ دوسرے اصحاب الاثنین کے واقعات (جو دو خداؤں یا دیوتاؤں کو مانتے ہیں) نیز اُن تمام لوگوں کے حالات جو باوجود باہمی اختلافات کے قِدَم (یعنی عالم کے ازلی و ابدی و قدیم ہونے کے قائل ہیں،

اسی طرح باقی مخالفین توحید و مناقضین ملت اسلامیہ کے مفصل تذکرے بھی مکمل شرح وبسط کے ساتھ کتاب "الابانۃ فی اصول الدیانۃ" میں آ چکے ہیں؛ ہماری یہ کتاب (تنبیہ و اشراف) تو فقط ایک تاریخی کتاب ہے، مباحثہ و مناظرہ کی کتاب نہیں ہے۔

نصرانیت پر چڑھائی

معتصم نے جہاد کے لیئے ملک روم پر چڑھائی کی، غزوات کرتے ہوئے اَنْقَرَہ تک پہنچ گئے، اُس کو فتح کر لیا، اور ماہ رمضان ۲۲۳ھ میں شہر عَمُّوریہ کو فتح کیا۔

خیذر بن کاؤس آشروسنی یعنی افشین پر معتصم کی ناراضی کا واقعہ ۲۲۵ سنہ کا ہے۔

(اَنْقَرَہ وہی مقام ہے جسے فرنگی تلفظ کے اتباع میں آجکل انگورہ کہتے ہیں، عہد نصرانیت میں شہرۂ آفاق شاعر عرب اِمرؤُ القَیس کا مرقد یہی شہر تھا، اسلامی تمدن نے اس کے امتیازات بڑھا دیے، عہد معتصم سے آجتک دار الاسلام ہے (حماها الله وایدَ بها دینه فی مشارق الارض ومغاربها)۔

معتصم کی وفات: پنجشنبہ کے دن سُرّمن رآی میں جبکہ ماہ ربیع الاول ۲۲۸ سنہ کی گیارہ شبیں باقی رہی تھیں معتصم نے انتقال کیا۔

مدت عمر : چھیالیس برس دس مہینے۔

مدت خلافت: آٹھ برس آٹھ مہینے دو دن۔

شکل و شمائل: گورا رنگ، سرخی مائل، اچھا بھرا جسم، تنومند، خوشرو، میانہ قد، چوڑا سینہ سخت اور گٹھا ہوا بدن، دراز ریش مگر بال پکے نہ تھے۔

عادات و خصائل : جسمانی طاقت، شدت رعب و ہیبت، شجاعت قلب، اور مکارم اخلاق میں نہ کوئی اُن کا ہمسر تھا نہ ہو سکتا تھا، اپنے ترک غلاموں کو جنھیں خود ہی بنایا تھا، خود ہی تربیت کی تھی، پرانے وفاداروں اور اپنے والد کے خیر خواہوں پر ترجیح دی

خلیفۂ مُثمّن: معتصم کا نام الخلیفۃ المثمن پڑ گیا تھا، اس لیئے کہ خلفائے بنی عباس میں (با اعتبار شمار) وہ آٹھویں خلیفہ تھے (ب) ۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے (ج) آٹھ برس آٹھ مہینے آٹھ دن خلافت کی (دنوں کی تعداد بجائے آٹھ کے دو ہی صحیح ہے) - (ح) جب وہ مرے ہیں تو بقول بعض اُس وقت اُن کے آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں موجود تھیں (د) بیت المال میں آٹھ ہزار دینار اور آٹھ ہزار درم چھوڑے - (ھ) آٹھ عظیم الشان فتوحات اُن کو حاصل ہوئے -

فتوح عہد معتصم

(۱) بابک اور مازیار بن قارن جو طبرستان کے کوہستان کا مالک تھا ان دونوں کی گرفتاری (۲) عمرہ کے خرمی لوگوں کا مغلوب کرنا جن کی تعداد دو لاکھ تھی - یہ ایات اور جبل کے شہروں پر غالب آ چکے تھے اور انھوں نے پوری طاقت بڑھا کر اپنا زبردست اقتدار قائم کر لیا تھا -

ہندوستان کا بیڑا

(۳) ہندوستان کے جہازوں کی گرفتاری جن میں ہندوستان کی طاقتور فوج بھری ہوئی تھی اور اُن کے قدم فارس اور عمان کے ساحلی مقامات اور نواح بصرہ میں پورے طور سے جم گئے تھے (۴) بطائح سے جاٹوں کا اخراج -

عرب سے ہندوستانیوں کا اخراج

جاٹ بصرہ کے قریبی اور بصرہ اور واسط کے درمیانی مقامات پر غالب آ گئے تھے اور راستے لوٹتے خون ریزیاں کرتے پھرتے تھے، ان کا جتھا بڑا اور طاقتور تھا، چونکہ ہندوستان میں گرانی ہو گئی تھی اس لیئے یہ

ہندوستان کے ایک گوشے سے نکل کر حملے لگاتے ہوئے ممالک کرمان، فارس اور کور الاہواز سے ہوتے ہوئے ان مقامات میں آپہنچے تھے اور یہاں بود و باش اختیار کرلی تھی اور غلبہ حاصل کر کے اپنا پورا اقتدار قائم کرلیا تھا، اور ان کے خوف و دہشت سے ملک دہل گیا تھا۔ آخر کار معتصم نے ان کو خراسان کے راستے سے خانقین اور جلولا کے ملکوں میں اور شامی سرحد کی طرف سے عین زربہ کے ملک میں خارج کر دیا۔

ہند کی بھینس عرب میں

اسی زمانے میں شام میں بھینسیں پائی جاتی ہیں اس سے پہلے اُن کا وہاں وجود تک نہ تھا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شامی سرحد اور شام کے سواحل میں بھینسوں کی ابتدا آل مہلب کی بھینسوں سے ہوئی جو بصرہ، بطائح اور طفوف میں رہا کرتی تھیں، جب یزید بن مہلب مارا گیا تو یزید بن عبد اللہ بن مروان بہت سی بھینسوں کو ان علاقوں میں لے آیا۔

پانچویں مہم جعفر بن مہر جش کردی کا قتل ہے، اس کی بہت بڑی جمعیت موصل، آذربائیجان اور ارمینیہ کے مابین تھی اس نے کئی شہروں پر چیرہ دستی کر کے راستوں کو پرخطر بنا دیا تھا اور قتل و خوں ریزی میں دراز دستی شروع کر دی تھی۔

چھٹے افشین کا بادشاہ روم توفیل کو شکست دینا۔

ساتویں عموریہ کا فتح کرنا۔

اور آٹھویں عموریہ کے بطریق یاطس کا قید کرنا، عموریہ قسطنطنیہ کے بعد رومیوں کا سب سے بڑا شہر تھا۔

ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان ومن اباده الحدثان" میں جو گزشتہ قوموں، اگلے قبیلوں اور برباد رفتہ سلطنتوں کے حالات پر مشتمل ہے،

ان محاربات اور واقعات کا بیان شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔

وزارت: معتصم نے وزارت کے عہدے پر فضل بن مروان کو مامور کیا جو اس کی خلافت سے پہلے اس کا میر منشی رہ چکا تھا، پھر احمد بن عمار بن شاذی بصری کو اس عہدۂ وزارت پر فائز کیا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شخص وزیر نہیں بنایا گیا تھا بلکہ لوگوں کی عرضداشتیں معتصم کے حضور میں پیش کرنے کی مخصوص خدمت اس کو تفویض کی گئی تھی، نیز اس نے محمد بن عبد الملک زیات کو اسی عہدۂ وزارت پر مقرر کیا۔

نقش خاتم: اس کی انگوٹھی میں "الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شیئ وھو خالق کل شیئ" کا نقش درج تھا۔

قضاء: منصب قضا پر جعفر بن عیسیٰ الحسنی (جو حسن بن الحسن بصری کی اولاد سے تھے) شعیب بن سہل، اور محمد بن سماعۃ کا تقرر کیا۔ قاضی القضاۃ کے عہدے پر احمد بن ابی داؤد الایادی (یہ فقہی مسائل میں بصریوں کے مذہب کی جو حسن بصری کا طریقہ تھا پیروی کرتے تھے) عبید اللہ بن حسن العنبری عثمان البتی، اصم نیز اور لوگوں کو مقرر کیا۔ اصم کے جانشین ان کے بیٹے ابوالولید ہوئے۔ حجابت کے عہدے پر محمد بن حماد بن دلقش اور بغا الکبیر کو مامور کیا۔

بنیاد دارالخلافہ

خلفائے عباسیہ میں معتصم سب سے پہلا خلیفہ ہے جو مدینۃ السلام سے جس کی تعمیر منصور نے کی تھی منتقل ہو کر دوسری جگہ چلا آیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب اس کے ترک اور عجمی غلاموں کی کثرت ہو گئی تو مدینۃ السلام کے لوگوں کو معتصم سے نفرت ہونے لگی اور اس کے اہلی موالی اذیتیں دینے لگے، کیونکہ آئے دن ان غلاموں کی سختیوں سے لوگوں کو دوچار ہونا پڑتا تھا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ غلام بے تحاشا گھوڑے دوڑاتے جاتے تھے جس سے راستہ چلنے والوں کو دھکے لگتے تھے۔ لوگ برافروختہ ہو کر ان پر جھپٹ پڑتے

اور اُن کو جان سے مار ڈالتے تھے، اس بنا پر معتصم نے ان غلاموں کو وہاں سے ہٹا دینا اور خود بھی مدینۃ السلام سے علیحدہ ہو جانا پسند کیا، اور ۲۲۰ھ میں تمام عالم اسلام کے ایک حصے میں جا کر اس قصر میں فروکش ہوا جو ہارون الرشید کے لیے وہاں بنایا گیا تھا، یہاں اس نے ایک شہر بسانے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اس کا یہ خیال پختہ ہو گیا، وہ ہمیشہ اس نواح میں آمد و رفت کیا کرتا تھا آخر کار اس نے موضع سامرا ہے کو جو بلاد کورۃ الطیرہان میں واقع ہے پسند کیا، ۲۲۱ھ میں شہر کی تعمیر کی داغ بیل ڈالی اور اس کا نام سُرّ من رائ رکھا، تعمیر کا کام نہایت قلیل مدت میں اختتام کو پہنچا، مکانات اونچے اونچے اور تمام بازار قصر ایک دوسرے کے پاس پاس تھے، تمام دفاتر، عملہ اور خزانے یہاں منتقل ہو کر چلے آئے، شہر میں خلیفہ کی آمد، جگہ کی پاکیزگی، منظر کی دل فریبی، مکانوں کی خوبصورتی اور ذرائع معاش کی فراوانی کے سبب لوگوں نے بھی یہاں کا رخ کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شہر پرانے وقت سے اسی نام کے ساتھ چلا آتا ہے اور یہ نام سام بن نوح کی مناسبت سے رکھا گیا تھا، پہلے ایک بڑا آباد شہر تھا جس میں برابر چہل پہل رہا کرتی تھی لیکن زمانے کے امتداد سے اس میں تنزل آتا رہا یہاں تک کہ آخری ویرانی امین و مامون کے عہد فتنہ میں انجام کو پہنچی۔

وہ مقام جہاں اب معتصم کا قصر ہے وہاں عیسائیوں کی خانقاہ اور ان کی اراضی تھی جن کو ان سے اس نے خرید لیا تھا، وہ سات بڑے بڑے شہر جو مسلمانوں کے عہد حکومت میں بسائے گئے تھے ان میں سُرّ من رائ آخری شہر تھا۔

اسلام کے سات بڑے شہر

اس جگہ ہم ان تمام شہروں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ ان کے بیان، ان کی یکجائی ترتیب اور حسن موقع سے ان کے اجتماعی تذکرے کی حالت مقتضی ہے۔

بصرہ — پہلا شہر بصرہ ہے، ایک شخص عتبہ بن غزوان نے (جو قبیلۂ بنی مازن بن منصور سے تھا اور اس قبیلے کے لوگ سُلیم بن منصور بن عکرمہ

بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر کے بھائی تھے) محرم ۱۴ھ میں اس شہر کو بسایا اور بصرہ کی مسجد تعمیر کی، بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یہ شہر ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۶ھ میں آباد کیا گیا، اور عتبہ بن غزوان یہاں مدائن سے اُس وقت آیا جب حضرت سعد بن ابی وقاص کو فارس کی اہم جنگ سے جو جلولا میں چھڑی ہوئی تھی فرصت ملی، جب عتبہ بصرہ پہنچا اُس زمانے میں اسکا شمار ارض ہند میں تھا اور یہاں سفید پتھر ہوتے تھے۔ عتبہ نے مقام خریبہ میں آکر قیام کیا۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ غامدی، ابوالحسن علی بن محمد مداینی، ہیثم بن عدی اور دوسرے مورخین کا خیال ہے کہ عتبہ بن غزوان نے مقام بصرہ میں ۱۴ھ میں اقامت کی تھی اور حضرت عمرؓ نے عتبہ کو وہاں اس لیے بھیجا تھا تاکہ مدائن اور اُس کے اطراف وجوانب سے اہل فارس کی امداد کو وہ روک دے (مسعودی کہتے ہیں) کہ اسی وجہ سے بعض لوگوں کو دھوکا ہوگیا ہے کہ بصرہ اسی سال آباد کیا گیا ہے۔

کوفہ — دوسرا شہر کوفہ ہے، کوفہ جس کی تعمیر حضرت سعد بن ابی وقاص نے کی ہے اس میں بھی لوگوں کو اختلافات ہیں بعض کا قول ہے کہ یہ شہر ۱۵ھ میں آباد کیا گیا ہے واقدی کا خیال بھی دوسرے مورخین کیساتھ اسی طرف منتقل ہوا ہے اور بعض دوسرے مورخین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کوفہ ۱۸ھ میں بسایا گیا ہے، اور عبدالمسیح بن بقیلہ غسانی نے حضرت سعد کو اس مقام کی اطلاع دی تھی غسانی نے کہا کہ "میں آپ کو ایسے قطعۂ زمین کی خبر دیتا ہوں جو وادیوں سے اوپر اور کف دست میدان کے نشیب میں واقع ہے" مگر سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوفہ اور بصرہ اُس وقت آباد کئے گئے ہیں جب فارس کا دارالسلطنت مدائن زیرنگیں ہوچکا تھا اور شاہ فارس یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ پرویز نے مدائن سے بھاگ کر حلوان میں دم لیا تھا اور جلولا کی سخت مہم سر ہوچکی تھی۔

فسطاط — تیسرا شہر فسطاط مصر ہے، حضرت عمرو بن العاص نے ۲۰ھ میں اس شہر کو آباد کیا، حضرت عمرو بن العاص کا اس مقام پر آنا، یہاں کے

باشندوں سے جنگ کرنا ۲۰ھ کا واقعہ ہے، مگر اس واقعے میں بھی اختلاف ہے۔
احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں بیان کیا ہے کہ وہ قلعہ جس پر مسلمان حملہ آور ہوئے تھے، شہر فسطاط کے وسط میں واقع تھا، اس کا نام بابلون اور بقول بعض بونہ تھا مگر اس وقت قصر الشمع کہلاتا تھا، مسلمانوں نے اُس کا نام فسطاط رکھ دیا کیونکہ وہ اس جگہ کو فسطاط القوم کہنے لگے یعنے قوم کا اجتماعی مقام۔
عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحکم مصری نے اپنی کتاب "فتوح مصر والاسکندریہ والمغرب والاندلس واخبارہا" میں بیان کیا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے سات ماہ تک اس مقام کا محاصرہ جاری رکھ کر بالآخر اُس کو اپنی مفتوحات میں داخل کیا، یہاں سے اسکندریہ کی طرف کوچ کیا جب اُس کو بھی فتح کر لیا تو اُس کے مکانات اور عمارتوں کو خالی دیکھ کر اس شہر میں سکونت کا ارادہ کیا اور کہا "یہ مکانات ہمارے لیے کافی ہیں چنانچہ انھوں نے حضرت عمرؓ کو خط لکھ کر اجازت طلب کی، حضرت عمرؓ نے ہرکارے سے پوچھا "کیا ہمارے اور وہاں کے مسلمانوں کے درمیان کوئی دریا بھی حائل ہے؟" ہرکارے نے جواب دیا" ہاں امیر المومنین دریائے نیل واقع ہے" حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو ابن العاص کو لکھا "ہم پسند نہیں کرتے کہ مسلمان ایسے مقام میں مقیم ہوں کہ ہمارے اور اُن کے درمیان دریا حائل ہو جائے جو جاڑے اور گرمیوں میں یکساں نہ رہے" یہ حکم پاکر حضرت عمروؓ اسکندریہ سے چل کر فسطاط میں آ گئے۔

جانوروں کی راحت رسانی

عبدالرحمٰن اور دوسرے مورخین کا بیان ہے کہ "فسطاط کا یہ نام اس وجہ سے ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص نے جب اسکندریہ جاکر وہاں کے رومیوں سے جنگ کرنی چاہی تو اُنھوں نے اپنے خیمے کے اُکھاڑنے کا حکم دیا اس وقت

اُن کو معلوم ہوا کہ خیمے میں ایک کبوتر نے گھونسلا لگایا ہے، انھوں نے کہا اب اس کا احترام ضروری ہو گیا ہے، حکم دیا کہ خیمہ علیٰ حالہ قائم رہنے دیا جائے، اور قصر الشمع کے افسر کو اس کی ہدایت بھی کرتے گئے۔

جب مسلمان اسکندریہ سے واپس آئے تو انھوں نے قیام کے متعلق آپس میں مشورہ کیا، کسی نے کہا فسطاط میں ٹھہرنا چاہیئے، یہ نام عمرو کے فسطاط (خیمہ) کی وجہ سے ہو گیا تھا جس کو وہ اسکندریہ جاتے وقت چھوڑ گئے تھے یہیں مسلمان فروکش ہوئے اور نئی آبادی کی بنیاد ڈالی، اور جب تک مسلمانوں نے مسجد کے قبلہ کی سمت متعین نہ کی حضرت عمر برابر وہاں ٹھہرے رہے۔

رملہ | چوتھا شہر رملہ ہے، جب ولید بن عبد الملک نے اپنے بھائی سلیمان کو فلسطین کی سپاہ کا افسر مقرر کیا تو وہ مقام لُد میں اقامت پذیر ہوئے اور شہر رملہ کی بنیاد ڈالی اور اُس کو آباد کیا، سب سے پہلے اُنھوں نے قصر اور وہ مکان تعمیر کیا جو آج بھی دار الصباغین کے نام سے مشہور ہے، لوگوں نے بھی اجازت پا کر مکانات تعمیر کئے سلیمان نے عوام کیلئے ایک نہر جو بردہ کے نام سے نامزد ہے اور بہت سے کنویں کھدوائے اور ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جس کی تعمیر بھی شروع کر دی، ابھی مسجد مکمل نہیں ہوئی تھی کہ وہ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ اور اُس کی تعمیر اپنے دور حکومت میں بھی جاری رکھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد میں تعمیر کی تکمیل کرائی مگر انھوں نے اصلی خاکہ سے مسجد کو چھوٹی کرا دیا، اور کہا کہ "ہم نے جتنی بڑی مسجد تیار کرائی ہے اہل رملہ کیلئے کافی ہے" احمد بن یحییٰ بلاذری نے اس واقعہ کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

واسط | پانچواں شہر واسط عراق ہے، احمد بن یحییٰ بلاذری کا بیان ہے کہ ۸۳ یا ۸۴ھ میں حجاج نے شہر واسط عراق کی بنیاد ڈالی، اور یہاں مسجد، قصر، اور گنبد اخضر تعمیر کرائے، اس سرزمین میں قصب یعنی نرکل زیادہ ہوتے تھے، اس مناسبت سے شہر واسط القصب کہلانے لگا، شہر واسط سے بصرہ، کوفہ، اہواز، اور بغداد کی مسافت ایک دن یعنی پچاس فرسخ ہے۔

دار السلام | چھٹا شہر مدینۃ السلام ہے۔ سنہ ۱۴۵ھ میں بغداد کی غربی جانب ابو جعفر منصور نے ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنی طرف اُسکو منسوب کیا، اس مقام پر ایک باغ

اور ایک پرانی خانقاہ شہر صراۃ کے متصل واقع تھی، باغ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام بغداد ہوگیا، بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہاں ایک بت تھا جو باغ کہلاتا تھا یہ واقعہ مجوسیت کے ظہور اور اہل فارس کے اس نواح میں غلبے سے پہلے کا ہے جسکو ابن ابی طاہر نے اپنی کتاب اخبار بغداد میں اور دوسرے مصنفین نے بیان کیا ہے۔

اسی اثنا میں محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) نے مدینہ میں اور اُن کے بھائی ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا، اس خبر سے منصور کوفہ چلا آیا اور رصافہ وقت تک یہاں ٹھہرا رہا جب تک دونوں قتل نہ کر دئے گئے، ۱۴۶ھ میں وہ بغداد واپس آیا اور اُس کی تعمیر پوری کرائی، اس کا نام مدینۃ السلام رکھا، پھر تمام خزانے اور دفاتر یہاں منتقل کرائے۔

جب مہدی کے لیئے بغداد کی مشرقی جانب میں جس وقت وہ رے جانے لگا تھا، رصافہ کی آبادی قائم کی گئی تو لوگ اس حصے کو مہدی کے لشکر کے رہنے کے سبب عسکر المہدی کہنے لگے، ۱۵۱ھ میں مہدی جب رے سے واپس ہوا تو اسی رصافہ میں اُس نے قیام کیا۔

یہ آبادیاں جو بغداد کی شرقی و غربی دونوں جانب تھیں مسلسل ملتی ہوئی چلی گئیں، لوگ بغداد کی غربی جانب کو زورا (کج) کہنے لگے، کیونکہ قبلہ کی سمت قائم کرنے میں کج ہونا پڑتا تھا اور شرقی جانب روحاء کہلانے لگا اور یہ نام ابتک قائم ہیں۔ ساتواں شہر سُرمن رائی ہے، جس کا بیان اوپر گزر چکا۔

خلافت واثق باللہ

ابو جعفر کنیت، ہارون بن محمد معتصم نام، اور واثق باللہ لقب تھا۔ اس کی ماں ام ولد تھی، جس کا نام قراطیس تھا۔

بروز جمعہ ۱۹۔ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں معتصم کی وفات کے وقت اُس کی بیعت لی گئی، اور بروز چہار شنبہ ۲۴۔ ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں سرمن رائی میں اُس کا

انتقال ہوا، اس وقت اس کی عمر ۳۴ سال کی تھی، پانچ سال نو مہینے اور چھ روز تک اُس نے حکومت کی۔

حلیہ یہ تھا: گورا رنگ جس میں سرخی غالب تھی، بدن سڈول، سینہ چوڑا، گھن کی ڈاڑھی، اور آنکھوں میں سفید تپلیاں تھیں، اکثر باتوں میں مامون کی روش اختیار کی تھی، مذہبی معاملات میں لوگوں کو مصائب میں ڈال کر خوش ہوتا تھا جس کی وجہ سے اُن کے دل پھر گئے اور طعن و تشنیع کرنے لگے۔

وزارت کے عہدے پر محمد بن عبد الملک زیّات کو اسی طرح بحال رکھا جس طرح وہ معتصم کے زمانے میں تھا، اسکی انگشتری میں اللہ ثقۃ الواثق عبارت کندہ تھی، واثق نے منصب قضا پر احمد بن ابی داؤد کو مامور کیا اور حجابت کے عہدے پر محمد بن حماد بن دنقش، ایتاخ، اور وصیف کو مقرر کیا۔

خلافت متوکل علے اللہ

ابو جعفر کنیت، جعفر بن محمد معتصم نام، اور متوکل علی اللہ لقب تھا، اسکی ماں ام ولد تھی، شجاع نام تھا، اور طخارستانیہ کہلاتی تھی، واثق کی وفات کے روز اسکی بیعت لی گئی، اس نے اپنی خلافت کے بعد اپنے تین بیٹے منتصر، ابو عبد اللہ المعتز اور ابراہیم المؤید کی ولی عہدی کی بھی بیعت لی۔

اس نے ترکی غلاموں پر سختیاں کیں، کسی کو موقوف کیا، اور کسی کے درجے توڑے، اور اُن کی جگہ دوسروں کو مقرر کرنا شروع کیا، اُن کو مغلوب کرنے کی بہت کوششیں کیں، تقریباً بارہ ہزار بے نوایان عرب اور دوسرے لوگوں کو شہزادہ المعتز کی نظر عبد اللہ بن یحییٰ بن خاقان وزیر کے پاس جو شہزادہ کی اتالیقی بھی کرتا تھا رکھا۔

ان عربوں کے مامور ہونے کے بعد سے ترکی غلاموں کی مالی امداد بالکل کم کردی اور اُن کے استیصال کے منصوبے سوچا کرتا تھا۔

اُس نے اپنے بیٹے محمد کو بُری طرح ذلیل و رسوا کیا تھا اس وجہ سے وہ بھی متوکل کے قتل پر آمادہ و مستعد ہو گیا، مقصد براری کے لیئے اُس نے وصیف، بغاء

اور دوسرے غلاموں سے ساز باز کی، جنھوں نے اس مہم کو انجام دینے کے لیے کمسن غلاموں کی ایک جماعت تیار کی جس میں باغر بھی شریک کیا گیا، انجام کار بروز چہار شنبہ ۳۔ شوال ۲۴۷ھ اُسی کے آباد کردہ شہر "جعفریہ" متعلق سُرّمن رائی میں اُس کا سرتن سے جدا کیا گیا۔

متوکل نے ۴۱ سال کی عمر پائی، چودہ سال نو مہینے اور نو روز اُس نے حکومت کی۔

اُس کا حلیہ یہ تھا، گندمی رنگ، زردی مائل، منہ چھوٹا، خوبصورت چہرہ، چھوٹے چھوٹے رخسارے، اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں، وہ نہایت بردبار اور حاضر جواب تھا، دینی امور میں کشت و خون کو روک کر اُس نے لوگوں کو مصائب سے نجات دی، دنیا پر اُس کی پوری حکومت تھی، اُس نے اُس کی لذتوں سے حظِّ وافر حاصل کیا، مگر ایسی لایعنی اور مضحک اور مہمل باتوں کو اُس نے اختیار کیا تھا جو بادشاہوں کے لیئے باعث ننگ ہوا کرتی ہیں۔

محمد بن عبداللہ زیات کو اپنے عہد میں چالیس روز تک وزیر رکھ کر قتل کرا دیا، بعدہٗ محمد بن فضل جرجرائی اور اُس کے بعد عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان مروزی کو وزارت دی، جس وقت عبید اللہ کو قلمدان وزارت سپرد کیا گیا تھا اُسکا باپ یحییٰ بن خاقان زندہ تھا۔

اُس کی انگشتری میں "جعفر علی اللہ یتوکل" کا نقش کندہ تھا۔

منصب قضاء پر یحییٰ بن اکثم، جعفر بن محمد برجمی کو اور حجابت کے عہدے پر وصیف، بُغا، اور زرافہ کو مقرر کیا۔

خلافت منتصر باللہ

ابو جعفر کنیت، محمد بن جعفر متوکل نام اور منتصر باللہ لقب تھا، اس کی ماں ام ولد تھی، روم کی رہنے والی اور حبشیہ نام تھا، علی الصباح متوکل کے قتل ہوتے ہی اُس کی بیعت لی گئی اور چوتھی ربیع الاول ۲۴۸ھ میں بمقام سُرّمن رائی وہ

جاں بحق تسلیم ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اُس کی عمر اٹھائیس سال کی تھی تو لوگوں نے اُسے زہر دے کے مار ڈالا، وجہ یہ ہوئی کہ جب اُس کے غلاموں کو اس بات کا علم ہوا کہ اُس کی نیت اُن کی طرف سے خراب ہو گئی ہے، اور وہ اُن کے خلاف تدبیریں کیا کرتا ہے تو اُنھوں نے اُس کے قتل کرنے میں بڑی عجلت اور چابک دستی کا اظہار کیا، اُس نے کل چھ مہینے اور ایک روز حکومت کی۔

حلیہ یہ تھا، قد میانہ، حسین چہرہ، گندمی رنگ، نہایت جسیم حلیم اور رعب دار تھا، ہر وقت باخبر رہا کرتا تھا مگر نہایت ممسک واقع ہوا تھا، مال و زر کی اتنی حفاظت کرتا تھا کہ لوگ اُسے بخیل اور کنجوس کہا کرتے تھے۔

اُس نے احمد بن خصیب کو وزارت کا عہدہ دیا۔ اسی اثنا میں اس کا انتقال بھی ہو گیا، انگشتری میں "محمد باللہ ینتصر" کی عبارت کندہ تھی، منصب قضاء پر جعفر بن محمد اور بہ قول بعض جعفر بن عبد الواحد ہاشمی کو اور حجابت کے عہدے پر وصیف اور بغا کو مقرر کیا۔

خلافت مستعین باللہ

ابو عبد اللہ کنیت، احمد بن محمد بن محمد معتصم نام اور مستعین باللہ لقب تھا، اُس کی ماں ام ولد تھی اور مخارق کہلاتی تھی۔ منتصر کی وفات کے روز اس کی بیعت لی گئی، بغا الکبیر کا بھانجا اوتامش نامی، اور اُس کا میر منشی شجاع ابن القاسم سیاہ و سفید کے مالک ہو کر ہر قسم کے احکام نافذ کرنے لگے تھے جس سے غلاموں کی جماعت میں سخت

شورش برپا ہوگئی یہاں تک کہ اس جماعت نے اوتامش اور شجاع کو ۲۴۹ھ ربیع الاول کی وسطی تاریخوں میں تہ تیغ کر دیا۔

اب تک مستعین سرمن رأی میں مقیم تھا، مگر جس وقت وصیف اور بغا نے ترکی غلام باغر کو جو متوکل کے قتل کی سازش میں پیش پیش تھا مار ڈالا، تو غلاموں نے سخت ہنگامے برپا کیے اور وہ گروہ در گروہ اٹھ کھڑے ہوئے، اس وقت مستعین وصیف اور بغا کو ساتھ لے کر مدینۃ السلام آگیا، ادھر ترکوں نے مدینۃ السلام کے لوگوں سے جنگ کی ٹھان لی اور سرمن رای میں ابو عبد اللہ المعتز کی بیعت لے کر جنگ چھیڑ دی اور تقریباً ایک سال تک یہ جنگ جاری رہی۔

مستعین کے تمام معاملات کو محمد بن عبد اللہ بن طاہر انجام دیا کرتا تھا، مگر بعد کو مستعین نے تخت سے دست بردار ہو کر خلافت معتز کے حوالے کر دی، انجام کار بروز چہارشنبہ تیسری شوال سنہ مذکور میں سرمن رائی کے ایک مقام قادسیہ میں وہ قتل کیا گیا، اُس وقت اُس کی عمر ۳۵ سال کی تھی، اُس نے بیعت کے دن سے معزول ہونے تک تین سال آٹھ مہینے اور اٹھائیس روز حکومت کی اور اُس کے معزول ہونے سے مقتول ہونے تک صرف نو مہینے کا وقفہ تھا۔

مستعین نہایت لحیم جسیم اور خوبصورت تھا، ڈاڑھی سیاہ تھی، وہ نرم مزاج مگر لایعنی باتوں کی اتباع میں سخت مطلق العنان تھا، خوف سے اُس کو جان کے لالے پڑے رہتے تھے، اسی خوف اور بے اطمینانی کے باعث اپنے دار الحکومت اور مرکز عزت سے اُس نے راہ گریز اختیار کی اور امور سلطنت کے بار سے سبکدوش ہوگیا۔

اُس نے احمد بن خصیب کو وزیر مقرر کیا، مگر جب وہ معتوب ہوا تو قرعۂ وزارت ترکی النسل اوتامش

نامی ایک شخص کے نام نکلا اور شجاع بن القاسم کو میر منشی نامزد کیا، یہ لوگ جس طرح چاہتے تھے امور سلطنت کا انصرام کرتے تھے۔ اوتامش اور شجاع کے قتل کے بعد احمد بن صالح بن شیرزاد کو عہدۂ وزارت عطا کیا۔ اُس کی انگشتری کے نگینے پر جو جبل کے نام سے مشہور تھا "احمد بن محمد" کی عبارت کندہ تھی۔

منصب قضا پر حسن بن ابی الشوارب اموی کو اور حجابت کے عہدے پر وصیف اور بغا کو مقرر کیا۔

خلافت المعتز باللہ

ابوعبداللہ کنیت، زبیر بن جعفر متوکل نام، اور المعتز باللہ لقب تھا، اُس کی ماں رومی النسل ام ولد تھی، اور قبیحہ کے نام سے موسوم تھی،

مستعین کی خلافت سے دست برداری کے بعد بروز پنجشنبہ محرم ۲۵۲ھ میں المعتز کی عام بیعت لی گئی، اُس کی خدمت میں، وصیف اور بغا حاضر ہوئے اُس نے اُن کو سابق عہدے پر بحال کر دیا، مگر پھر بھی وہ ان دونوں کے خلاف برابر تدبیریں کیا کرتا تھا، چنانچہ آخر شوال ۲۵۳ھ میں غلاموں نے ہنگامہ برپا کرکے وصیف کو مار ڈالا، ایک شب معتز سوار ہو کر کہیں جارہا تھا کہ اُسے بغا کی سازش کی اطلاع ملی جس میں معتز کو وہ مبتلا کرنا چاہتا تھا، ناچار بغا فرار ہو کر نواح موصل کی طرف چلا گیا، مگر کچھ دنوں کے بعد ایک چھوٹی کشتی پر سوار ہو کر براہ دجلہ پوشیدہ طریقے سے پھر واپس آیا، اور معتز کے خلاف کارروائیاں کرنے لگا، لیکن یہ راز بھی ظاہر ہو گیا، اور سرمن رأی کے ایک پل پر وہ گرفتار کر لیا گیا اور جب معتز کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو

اس نے اس کے قتل کا حکم دیا، چنانچہ آخر ذی القعدہ ۲۵۴ھ میں قتل ہو کر اس کا سر معتز کے پاس لایا گیا۔

اب صالح بن وصیف نظام حکومت پر برسرکار آیا اور تمام معاملات کو خود ہی انجام دینے لگا، لیکن معتز کی طرف سے اس کا دل صاف نہ تھا۔ صالح کو اپنے خلاف کارروائیوں کی اطلاع پہنچا کرتی تھی، بالآخر اس نے معتز کو قابو میں لاکر، ۲ رجب ۲۵۵ھ میں معزول کر دیا، اور اسی سال ۳ شعبان کو بمقام سر من رائی وہ قتل کر دیا گیا، اس وقت اس کی عمر چوبیس سال کی تھی، مستعین کے عزل سے خود اپنے عزل تک اس نے تین سال چھ مہینے اور چوبیس روز حکومت کی۔

حلیہ یہ تھا، رنگ گورا، چہرہ حسین، کالے بال، خوبصورت آنکھیں، وہ اتنا حسین تھا کہ اس کے حسن و جمال کی نظیر تمام خلفا میں نہیں ملتی ہے، مگر وہ عیش و نشاط میں ہر وقت ڈوبا رہتا تھا، اور تدبیر و رائے میں نہایت بے بہرہ تھا، اس کی ماں قبیحہ اور دوسرے لوگ اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات انجام دیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے ہر ایک کو امور مملکت میں تغلب و تصرف کا موقع ہاتھ آگیا، اور وہ کارہائے سلطنت میں لوگوں کی نظروں سے بالکل اتر گیا۔ اس نے وزارت کے عہدے پر جعفر بن محمود الاسکافی بعدہ عیسیٰ بن فرخ بادشاہ اور پھر احمد بن اسرائیل کو مقرر کیا۔

تمام مراسلات صالح بن وصیف کے نام سے جاری ہوتے تھے یہ شخص حکومت میں اس قدر دخیل ہو گیا تھا گویا وزارت اسی کے لیے نامزد ہو چکی ہے۔

اس کی انگشتری میں "المعتز باللہ" کندہ تھا منصب قضا پر حسن بن ابی الشوارب کو اور حجابت کے عہدے پر صالح بن وصیف، اور بایکباک کو مقرر کیا۔

خلافت مہتدی باللہ

ابو عبد اللہ کنیت، محمد بن ہارون واثق نام، اور مہتدی باللہ لقب تھا، اس کی ماں رومی النسل ام ولد تھی، جس کا نام قرب تھا،

بروز چہار شنبہ ۲۷ رجب ۲۵۵ھ میں اس کی بیعت لی گئی، اس کی حکومت میں صالح بن وصیف دخیل کار اور معاملات سلطنت کا نگراں اور کفیل تھا۔

موسیٰ بن بغا الکبیر جو رے کا عامل تھا، جب یہاں آیا تو اس نے مہتدی کی تمام سرگذشت کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا، مہتدی نے اُسے رے واپس جانے کو لکھا اور چند پیامبر بھی اُس کے پاس بھیجے مگر اُس نے واپس جانے سے انکار کیا۔ اس کی آمد سرمن رائی میں محرم ۲۵۶ھ میں ہوئی تھی، جس وقت وہ اس شہر کے قریب پہنچا، تو صالح بن وصیف روپوش ہو گیا۔

چونکہ موسیٰ بن بغا الکبیر بغیر اجازت کے چلا آیا تھا، اس لئے مہتدی اُس سے سخت برہم تھا، اس نے اُس پر نافرمانی کا الزام عائد کیا، بالآخر دونوں نے ایکدوسرے کی وفاداری اور اخلاص مندی کا عہد وپیمان کیا، اسی وقت صالح کی جستجو کی گئی اور وہ گرفتار ہو کر ۲۲ صفر سنہ مذکور میں قتل کیا گیا۔

اسی زمانے میں مساور بن عبد الحمید شاری مولی کی وجہ سے جبیلہ جبال شہرزور، اور دوسرے شہروں میں حالت نہایت مخدوش ہو گئی تھی، موسیٰ ابن بغا نے اُس پر لشکر کشی کی بڑی تیاریاں کیں، اور بایکباک بھی فوج گراں لے کر اُس سے جا ملا، دونوں فوجیں آگے بڑھیں جس وقت مساور کی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی دونوں کی فوجوں نے اُسے سخت شکست دیکر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

اس مہم کے سر ہونے پر مہتدی نے بایکباک کو لکھا کہ وہ موسیٰ کو قتل کر کے اُسکی فوج کو اپنی قیادت میں لے لے، بایکباک نے اس کی اطلاع موسیٰ کو کردی، یہ خبر معلوم کر کے موسیٰ نے سرمن رائی کی طرف کوچ کیا تاکہ وہ مہتدی سے اسکا بدلہ لے، جب وہ دربار میں پہنچا تو وہ گرفتار کر لیا گیا جب اُس کے ساتھیوں نے سخت شورش اور ہنگامے برپا کئے، تو موسیٰ کا سر کاٹ کر اُس کی جماعت کے لوگوں میں ڈال دیا گیا، یہ واقعہ رجب سنہ مذکور کا ہے۔

موسیٰ کے قتل ہونے کے بعد اُس کا بھائی ابو نصر بن بغا بھی باغی ہو گیا، اور غلاموں کی جمعیت لے کر سرمن رائی کے باہر فوجی تیاریاں کرنے لگا، مہتدی نے اُس کو امان دے کر اپنے پاس بُلایا، مگر جوں ہی وہ حاضر ہوا اُسے بھی قتل کر ڈالا جسکی وجہ سے غلاموں نے آمادۂ فساد ہو کر مہتدی کے خلاف سخت شور وشر برپا کیا، ناچار مہتدی اُن سے مقابلے کے لیئے مغاربہ، فراغنہ اور اشروسنیہ کی فوجوں کو لیکر

شہر سے باہر نکلا، اور عوام سے کمک حاصل کی، مگر غلاموں نے اُسے شکست دیکر گرفتار کرلیا،
اس جنگ میں اُس نے کئی زخم کاری بھی کھائے، آخر ۱۶۔ رجب ۲۵۶ھ میں
بمقام سرمن رائی وہ قتل کیا گیا۔

اُس کا حلیہ یہ تھا، قدمیانہ، بدن حسین، پیشانی چوڑی، آنکھیں کنجی، پیشانی پہ داغ،
داڑھی لانبی، اور سر چندلا تھا، وہ نہایت متقی تھا، اور تہذیب و شائستگی، علم و فضل،
اعتدال و میانہ روی اور امانت و دینداری میں تمام خلفائے بنو عباس میں قریب قریب
ویسا ہی تھا، جس طرح خلفائے بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے، اس کو ایسی
جماعتوں سے سابقہ پڑا جن کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ دینی اخلاق کو محرمات سمجھ رکھا تھا، اور
اور دنیاوی باتوں کے سوا کچھ نہیں چاہتی تھیں۔ ان لوگوں نے اُس کا ناحق خون کرکے
اپنی حالت کو خراب اور پراگندہ کردیا۔

اس نے باوجود قلیل المدت حکومت کے اپنے زمانے میں ایک جماعت کو
وزارت کا عہدہ دیا، اور ہر ایک شخص پر اس کی ذمہ داری عائد کی، چند وزرا کے نام یہ ہیں،
جعفر بن محمود اسکافی، محمد بن احمد بن عمار، سلیمان بن وہب، اس کی انگشتری میں
"محمد بن امیر المومنین" کندہ تھا۔

اُس نے منصب قضا پر حسن بن محمد ابی الشوارب کو اور حجابت کے عہدے پر
صالح بن وصیف، بعدہ موسیٰ بن بغا، اور عبداللہ بن دکین کو مقرر کیا۔

خلافت معتمد علی اللہ

ابو العباس کینت، احمد بن جعفر متوکل نام، اور معتمد علی اللہ لقب تھا، اس کی
ماں ام ولد تھی، جس کا نام فتیان تھا، بروز سہ شنبہ ۱۶۔ رجب ۲۵۶ھ میں اسکی بیعت
لی گئی، جب یہ تخت نشین ہوا تو امور سلطنت کو پس پشت ڈال دیا اور عیش و طرب
اور دنیاوی لذتوں میں مبتلا ہوگیا، جس کی وجہ سے اس کی حکومت کا خاتمہ ہوا چاہتا تھا،
دفعتہً اُس کا بھائی ابو احمد موفق طلحہ بن جعفر متوکل جس کا لقب ناصر لدین اللہ تھا تدابیر ملکی
سیاست سلطانی اور نظام حکومت پر بروئے کار آیا، اور معتمد کو ایسا بے دست و پا کردیا
کہ وہ کسی قسم کا فرمان نہیں جاری کرسکتا تھا، اُس نے نہایت خوش اسلوبی سے سلطنت کو

سنبھال لیا، دشمن جو سر پر کھڑے تھے اُن کا قلع قمع کیا، غلاموں کی شوریدہ سری، نافرمانی، اور کاوشوں کو جو وہ اکثر کیا کرتے تھے، اور جو لوگ کہ اختیار سے باہر ہو چکے تھے اُن کی اصلاح کی۔ ایک زمانے تک موفق نے امورِ سلطنت کو انجام دیا، صفر ۲۷۸ھ میں مدینۃ السلام میں اُس کا انتقال ہوا

(مسعودی کہتا ہے) معتمد نے صفار کے مقابلے میں اپنی افواج لے کر بروز شنبہ ۳ جمادی الاخری ۲۶۲ھ میں سرمن رائی سے مدینۃ السلام کی طرف کوچ کیا، اور ایک مقام پر پہنچا جو نہر دجلہ کے کنارے سیب اور دیر العاقول کے درمیان باضطرابد کے نام سے مشہور تھا، یہیں یعقوب بن لیث صفار کیساتھ بروز یکشنبہ ۷ رجب سنہ مذکور پیش آئی، اُس نے صفار کو سخت ہزیمت دی اور اس کا تمام لشکر لوٹ لیا۔

معتمد شعبان سنہ مذکور میں سرمن رائی واپس آیا، اور صفار نے جندیسابور کی راہ لی جو کور الاہواز کے قریب تھا، یہاں وہ شوال ۲۶۵ھ میں جاں بحق تسلیم ہوا۔

علی بن محمد زنگیوں کا سرغنہ آل ابی طالب کی طرف آپ کو منسوب کرتا تھا اُس کے قتل کا واقعہ صفر ۲۷۰ھ میں پیش آیا وہ خلیفہ مہتدی کے عہد خلافت میں بروز شنبہ ۲۶ شوال ۲۵۵ھ میں ایک مقام جو برنجل کے نام سے موسوم تھا اور عمال بصرہ کے زیر اثر اور نفیح سے ایک گوشے میں واقع تھا علم بغاوت بلند کر کے بصرہ اور کور الاہواز کے اکثر حصص، ارجان کے قریبی مقامات جو سرزمین فارس اور واسط میں تھے، نعمانیہ اور جرجرایا کے مشہور مقامات، جو نہر دجلہ کے کنارے واقع تھے، طفوف اور کوفہ کے مضافات اور دیگر مقامات کو اپنے تصرف میں لے آیا تھا، جس وقت اُس نے علم بغاوت بلند کیا تھا اُس وقت سے لے کر اُس کے مارے جانے تک کل مدت چودہ سال چار مہینے ہوتی ہے، اس معرکے میں جتنے سرکاری آدمی اور غیر سرکاری لوگوں میں جس قدر مرد، عورتیں، اور بچے، تلواروں سے مارے گئے، آگ میں جلائے گئے، پانی میں ڈبوئے گئے اور بھوکوں ہلاک ہوئے انکی تعداد میں اختلاف ہے بعض لوگ دس الاکھ کا تخمینہ کرتے ہیں، لیکن لوگوں کی غالب رائیں یہ ہیں کہ اُن کا شمار نہیں ہو سکتا، انکی کثرت اور دشواریوں کے سبب تعداد معلوم ہونی ناممکن تھی۔

بروز دوشنبہ ۲۶ جمادی الآخری ۲۵۶ھ میں جس وقت اُس کا سر معتمد کے سامنے بغداد لایا گیا، تمام سڑکیں آراستہ تھیں اور جا بجا قبے بنائے گئے تھے۔

۱۹۔ رجب ۲۷۹ھ میں معتمد کی وفات بغداد میں ہوئی، اُس وقت اُس کی عمر پچاس سال اور چند ماہ کی تھی، اور بقول بعض اڑتالیس سال کی تھی، اُس نے ۲۳ سال اور ۳ روز حکومت کی،

اُس کا حلیہ یہ تھا، بدن خوبصورت، آنکھیں بڑی، قد اونچا، نہایت لحیم شحیم داڑھی لانبی، اور سر بڑا تھا، جب وہ تخت نشین ہوا تو اُس کو اپنوں سے خوف اور غلاموں سے ڈر لگا رہتا تھا، اس وجہ سے اُس نے امور سلطنت کو انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں ڈال دیا تھا، یہاں تک کہ اُسکا بھائی ابو احمد موفق کار ہائے سلطنت انجام دینے کے لیئے آمادہ ہوا جس کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے۔

وزارت کے عہدے پر حسب ذیل لوگوں کو بہ ترتیب مقرر کیا۔

عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان، حسن بن مخلد بن جراح، سلیمان بن وہب، حسن بن مخلد، (دوبارہ وزیر بنایا گیا) ابو الصقرہ اسماعیل بن بلبل، حسن بن مخلد (اسے سہ بارہ وزارت کا عہدہ ملا) ابو بکر بن صالح بن شیرزاد، اسماعیل بن بلبل، (اسے دوبارہ یہ عہدہ ملا)۔

اُس کی انگشتری میں یہ "المعتمد علی اللہ یعتمد" کندہ تھا، منصب قضا پر حسن بن محمد بن ابی الشوارب اور اُس کے بھائی علی بن محمد کو اور حجابت کے عہدے پر یارجوخ ترکی، کیغلغ، حسنج جس کا نام حسن بن ترتنک تھا، خطارمش اور تکتمر کو مقرر کیا،

خلافت معتضد

ابو العباس کنیت، احمد بن طلحہ موفق نام اور معتضد لقب تھا، اس کی ماں ام ولد تھی، اور حقیر نام تھا، بروز سہ شنبہ ۱۸۔ رجب ۲۷۹ھ میں اس کی بیعت لیگئی اور بروز یکشنبہ یا سہ شنبہ ۲۲ یا ۲۴۔ ربیع الاول ۲۸۹ھ میں بغداد میں اسکا انتقال ہوا، اُس وقت اُس کی عمر ۴۷ سال کی تھی، اس نے نو سال اور نو مہینے اور بائیس روز حکومت کی۔

اس کا حلیہ یہ تھا نحیف الجسم، لوگوں میں میانہ قد نظر آتا تھا، داڑھی خوبصورت، رخسار سے چھوٹے اور خضاب سے بالوں کو سیاہ کرتا تھا، کسی واقعے کے ہوتے ہی کھلا بیٹھا نہ رہتا۔ کاموں میں ابتری پیدا نہ کرتا، تن تنہا امور سلطنت کو انجام دیتا، اور بغیر کسی تامل کے اپنی تدابیر عمل میں لاتا تھا، اُس نے نہایت ضابطہ و آئین، پختہ کاری و تجربہ اور پوری قوت کے ساتھ حکمرانی کی، غلام جو برابر شور و غوغا اور ہنگامے برپا کیا کرتے تھے اُن کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک دیا۔

اسماعیل بن بلبل کو قابو میں کر کے وزارت کا عہدہ عبید اللہ بن سلیمان بن وہب کو دیا، پھر قاسم بن عبید اللہ کو وزیر بنایا۔ اس کی انگشتری میں "الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شیئ وھو خالق کل شیئ" کندہ تھا۔

منصب قضایہ ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید مولیٰ بنا جہضم ازدی کو مقرر کیا یہ مالکی المذہب تھے، پھر یوسف بن یعقوب جو قاضی اسماعیل کے چچازاد بھائی تھے، اور ابو خازم عبد الحمید بن عبد العزیز حنفی بصری کو مشرقی ممالک کے عہدۂ قضایہ مامور کیا، اور حجابت کے عہدے پر صالح الامین اور اُس کے بعد خفیف سمرقندی کو مقرر کیا۔

بنو العباس میں سفاح اور منصور کے بعد اس وقت تک جتنے خلیفہ ہوتے آئے ہیں اُن میں بجز مستعین اور معتضد کے سب کے باپ خلیفہ تھے۔

خلافت مکتفی باللہ

ابو محمد کنیت، علی بن احمد معتضد نام اور مکتفی باللہ لقب تھا، ماں ام ولد تھی جیجق لقب تھا اور اُس کو لوگ خاضع کہتے تھے، معتضد کی وفات ہوتے ہی اس کی بیعت کر لی گئی اور روز یکشنبہ ۱۳۔ ذی القعدہ ۲۹۵ھ میں مدینۃ السلام میں اس کا انتقال ہوا، ۳۲ سال اور ۶ ماہ کی عمر پائی تھی، بعض روایتوں میں ہے کہ اس کی عمر اس سے زیادہ تھی ۶ سال اور ۱۹ روز اُس نے حکومت کی۔

حلیہ یہ تھا، خفیف الجثہ، گندمی رنگ، چھوٹی آنکھیں، داڑھی اور سر کے بال دراز اور خوبصورت تھے، چہرہ حسین اور بانداز مناسب تھا۔

جب وہ مسند آرائے حکومت ہوا تو اُس نے امور سلطنت کو باپ کی بدولت بکھرا ہوا پایا، جس کی وجہ سے وہ بکثرت ریشہ دوانیوں اور اطراف ملک کی ہنگامہ آرائیوں میں مبتلا ہوا مگر اُس کے پاس مال وزر وافر تھا اور فوج بہت کافی تھی اس لئے ان حالات کے مقابلے کے لئے سینہ سپر ہوگیا، باپ کے نقش قدم پر چلا اور اُسی کی روش پر گامزن ہوا، اس کو نہ بہادر کہا جاسکتا تھا اور نہ بزدلی کا الزام اُس پر رکھا جاسکتا تھا، وزارت کے عہدے پر قاسم بن عبیداللہ کو جس طرح معتضد کے زمانے میں تھا قائم رکھا، پھر عباس بن حسن کو وزارت دی اُس وقت اس کا باپ حسن بن ایوب بن سلیمان زندہ تھا۔

اُس نے اپنی انگشتری میں اپنے باپ معتضد کی انگشتری کی طرح "الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شیئ وھو خالق کل شیئ" نقش کندہ کرایا۔

منصب قضا پر یوسف بن یعقوب اور اُس کے بیٹے محمد بن یوسف اور ابو خازم کو مقرر کیا، پھر آخر الذکر کی جگہ عبداللہ بن علی بن ابی الشوارب اموی کو مامور کیا، اور حجابت کے عہدے پر خفیف سمرقندی اور اپنے مولی سوسن کو رکھا۔

مکتفی کے عہد میں قابل ذکر اہم واقعات میں قرمطی کی بغاوت ہے۔ یہ شام کا منفرد شخص تھا ابو القاسم اُس کی کنیت تھی اور آل ابی طالب کی طرف اپنے تئیں منسوب کرتا تھا، حالانکہ قبائل بنو کلب میں کوئی شخص آل ابی طالب میں داخل نہیں ہے۔

قرمطی ۲۸۹ھ میں سماوہ کو اپنے تصرف میں لایا، اور یہاں سے رقہ کیجانب جو بلاد مصر میں داخل تھا بڑھا، سبک دیلمی سے جو اس علاقے کا عامل تھا اس کی مڈبھیر ہوئی، اُس نے دیلمی اور اُس کی افواج کے پرخچے اُڑاتے ہوئے نواح دمشق کا رخ کیا، اُس وقت طولون کے خاندان میں مصر اور شام کی حکومت تھی، اور ہارون بن خمارویہ ابن احمد بن طولون کی طرف سے طغج بن جف فرغانی دمشق، حمص اور اُردن کا حاکم تھا اُس نے وادی قروان، اور افاعی کے مقامات میں جو دمشق کے ماتحت تھے اختتام رجب ۲۸۹ھ میں قرمطی سے مقابلہ کیا، مگر اُس نے طغج کو بھی شکست دی اُس کی جماعت کی بڑی تعداد کو تہ تیغ کیا، اور تین ماہ بیس روز تک دمشق کو محاصرے میں رکھا، اس درمیان میں اکثر خوں ریز لڑائیاں ہوجاتی تھیں مگر فتح و ظفر کا نتیجہ

کسی طرف ظاہر نہیں ہوتا تھا، اسی دوران میں لوگ دمشق کے اطراف وجوانب غوطہ اور دوسرے مقامات سے آآ کر قرمطی جماعت میں شریک ہوتے رہے اور اُسکے قوت بازو بن گئے تھے، مصری فوج نے بھی اُس سے ساز و باز کرلیا، جب طغج کی فوج مقابلے کے لیۓ حریف کے سامنے آئی تو کوکنار دکوکیات مشہور مقامات میں جو دمشق سے ایک دن کے فاصلے پر تھے غرہ رجب سال رواں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، قرمطی مارا گیا، اور مصریوں کو بھی شکست ہوئی، جماعت قرامطہ نے قرمطی کے بھائی ابو الحسن کے ہاتھ پر بیعت کرکے ازسر نو دمشق کا محاصرہ کیا، اور شب و روز اہل دمشق کے ساتھ سرگرم پیکار رہنے لگے۔ دمشق کے حاکم نے شہر کو قرامطہ کے حوالے کیا، اور رعایا کو اُن کے حال پر چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا، قرمطی نے بھی اسی سال روز یکشنبہ ۱۲ رجب کو وہاں سے کوچ کیا، اور حمص پہنچ کر خیمہ زن ہوا، یہاں سے اپنی جمعیتوں کو شہر بعلبک کی طرف جو دمشق کے ماتحت تھا روانہ کیا، ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

یہ خبر سن کر مکتفی اپنی افواج کو لیۓ مدینۃ السلام سے نکلا اور ابو الاعز خلیفہ بن مبارک بن خلیفہ سلمی کو مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کیا، وہ یہاں سے چل کر شہر حلب کے سواد میں پہنچا، قرمطی نے ایکدستہ فوج کا اُسکے مقابلے پر بھیجا، ابو الاعز کی فوج قرمطی سے زیادہ تھی، یہ واقعہ ۲۰ رمضان سنہ رواں میں پیش آیا۔

جب جنگ چھڑی تو مکتفی کی افواج نے کشتوں کے پشتے لگائے اور بے شمار قرامطہ کو گرفتار کیا، اور جو بچ رہے تھے اُن میں باہم پھوٹ پڑ چکی تھی، قرمطی نے اپنے رفقا کو چھوڑ دیا اور روپوش ہو کر کوفہ کی راہ لی۔ دالیہ جو ولایات رحبہ اور شقی الفرات کے ماتحت تھا اُس کے والی نے قرمطی کو گرفتار کرلیا، اُسوقت قرمطی کے رفقا میں صرف چار یا پانچ آدمی ساتھ رہ گئے تھے، وہ مکتفی کے پاس رقہ بھیجا گیا، اور روز دوشنبہ ۲۶ محرم سنہ مذکور میں اُسکے سامنے پیش کیا گیا۔

اسی سال روز دوشنبہ یکم ربیع الاول کو مکتفی لباس فاخرہ میں آراستہ ہو کر باجاہ وجلال قرمطی اور اُس کے اسیر رفقا کو ساتھ لیۓ ہوئے مدینۃ السلام میں داخل ہوا کچھ روز کے بعد محمد بن سلیمان بھی بقیہ افواج اور قرامطہ اسیروں کیساتھ

جو شام میں ایک ایک کر کے گرفتار کئے گئے تھے آپہنچا،

پرانی عید گاہ کے متصل اور مدینۃ السلام سے شرقی جانب ایک پر فضا ریتیلا اور ہموار میدان خاصکر تیار کیا گیا تھا، ۲۳۔ ربیع الاول سنہ جاری میں قرمطی اور اُس کے ساتھیوں کے خون سے میدان لالہ زار بنا یا گیا، قرامطہ نے عام خلقت کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا، اس لیئے فتح و شادمانی کا یہ اہم واقعہ تھا عام و خاص سب لوگوں نے بیحد خوشیاں منائیں۔

قرامطہ نے شام میں طولونی افواج کے پرخچے اڑا دیئے تھے، اس وجہ سے محمد بن سلیمان کو مصر کی طرف بڑھنے اور فتح کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا، روز پنجشنبہ یکم ربیع الاول سنہ ۲۹۲ھ میں وہاں پہنچ کر اُس نے آل طولون کی رہی سہی قوتوں کو مٹا دیا اور ان کے شیرازے کو منتشر کر کے اس حکومت کا خاتمہ کر دیا، آل طولون کی کل ۳۷ سال پانچ ماہ اور سات روز تک حکومت رہی۔

سنہ ۲۹۳ھ میں بنو کلب میں، ایک اور قرمطی جس کی کنیت ابو غانم تھی شام کے نواح میں نمودار ہوا، اُس کی تحریک نے زور پکڑا اور روز بروز اُس کے پیرو بڑھتے گئے اور اذرعات، بصریٰ، حوران، اور بثنیہ کے اطراف میں جو دمشق کے ماتحت علاقے تھے پھیل گئے، یہ لوگ یہاں کے باشندوں کو لوٹتے، خوں ریزی اور قید کرتے ہوئے طبریہ کی طرف جو بلاد اردن میں واقع تھا چلے گئے، اور اس شہر میں بزور داخل ہو کر بکثرت افواج، رعایا اور یہاں کے سردار جعفر بن ناعم کو تہ تیغ کیا۔

یہ سن کر خلیفہ نے حسین بن ہمدان تغلبی کو اُس کے مقابلے پر بھیجا، ایک مشہور مقام خندف پر جو دمشق کے ماتحت تھا اُس کا قرامطہ سے مقابلہ ہوا، دونوں میں خوب معرکہ آرائیاں ہوئیں، ایک دوسرے پر فتح پانے کی کوشش کرتا رہا، آخر حسین اپنے حریفوں پر غالب آیا، اور اُن کو کھلے میدان میں شکست دی، یہ واقعہ اُسی سال شعبان کا ہے جس کی طرف بنو کلاب کے ایک شاعر نے اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لولا حسین یوم وادی خندف، وخیلہ ورجلہ لم تشتف

نفس امیر المومنین المکتفی

اگر خندف کے معرکے میں سوار اور پیدل فوجوں کو لے کر حسین مقابلہ نہ کرتا تو امیر المومنین مکتفی

کی روح کو تسکین نہ ہوتی)

یہ نظم طویل ہے، کہنے والے نے اس واقعے کے پیرو، معرکے کے تمام حالات اور شام میں قرامطہ کے کارناموں کو مفصل بیان کیا ہے۔

قرمطی ہزیمت اُٹھا کر ہیت چلا گیا، اور وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے شہر میں آگ لگا دی، پھر وہاں سے ناحیۃ البحر کی طرف روانہ ہوا۔ مکتفی نے چند سپہ سالاروں کو اُس کے تعاقب میں بھیجا، جن میں محمد بن اسحاق بن کنداجیق اور مونس خازن ملقب بہ فحل بھی تھے، شاہی افواج نے باغیوں کا محاصرہ کر لیا، یہ حالت دیکھ کر بنو کلب میں تشویش پیدا ہو گئی اور اُن کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے، آخر اُن میں ایک آدمی اُٹھا اور دھوکا دے کر قرمطی کو جان سے مار ڈالا، اور اسی رات کو نعش مٹی کے نیچے دبا کر سب کے سب غائب ہو گئے۔

بنو کلب کا ایک سردار جس کی کنیت ابو ذئب تھی قرمطی کے سر اور دونوں ہتھیلیوں کو کاٹ کر محمد بن اسحاق بن کنداجیق کے پاس لایا، جس نے ابو ذئب کو ان تحائف کے ساتھ دربار شاہی میں بھیج دیا، اور ۵ شوال سنہ جاری میں دربار خلافت میں سر پیش ہوا۔

زکرویہ بن مہرویہ کی بغاوت بنو کلب اور دوسرے قبائل میں ۲۸۹ھ میں شروع ہوئی تھی، ایک مشہور مقام صوار کا یہ رہنے والا تھا جو قادسیہ سے براہ خشکی عرضاً چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شخص جس قرمطی کا ہم نے اوپر بیان کیا ہے اُس کا باپ تھا۔ اُس کی تحریک شام میں ظاہر ہوئی تھی، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مضافات کوفہ میں تحریک قرامطہ کا بانی اور رعیدان کی بغاوت سے پہلے تھا، بہر حال وہ اس سال ۱۰۔ ذی الحجہ کو مصلی کوفہ میں آیا، اُس وقت کوفہ میں اسحاق بن ابراہیم، اور اسحاق بن عمران حاکم تھے، رعایا اور شاہی ملازمین نے اس کا مقابلہ کیا مگر اس نے انھیں شکست دے کر بہتوں کو قتل کر ڈالا۔

اسحاق بن عمران نے دربار خلافت سے کمک مانگی، خلیفہ نے ابو معتضدی نیز بشر افشینی، اور جنی صفوانی دو خادموں کی سرکردگی میں کوفہ فوج روانہ کی ۔ صوار

کے قریب پہنچ کر غنیم سے مقابلہ ہوا مگر نتیجہ برعکس نکلا۔ دشمن نے فوج کے بڑے حصے کو تباہ کر دیا، یہ واقعہ آخر ذی الحجہ میں رونما ہوا۔

اسکے بعد قرمطی مکہ سے واپس آنیوالے حاجیوں کے قافلوں کی گھات میں جا بیٹھا سب سے پہلے خراسانی قافلہ کو واقصہ کی منزل پر جا گھیرا، یہ قافلہ بہت بڑا تھا اس کو لوٹ کر قافلہ کی دوسری منزل کی طرف بڑھا اُس کا نام عقبہ تھا، اُس نے یہاں شاہی قافلہ پر چھاپا مارا، مبارک قمی، اور ابو العشائر احمد بن نصر عقیلی قافلہ سالار تھے، آخر الذکر شامی سرحد کا حاکم تھا، قرمطی نے ان دونوں سردار، تمام امراء اور عوام کو قتل کر کے یہاں سے تیسرے شاہی قافلہ کی طرف جو ہبیر کے مشہور مقام طلیح میں پڑا ہوا تھا گیا اور اُس کو بھی تاخت و تاراج کیا، یہ علاقہ ریگستان میں ثعلبیہ اور شقوق کے درمیان واقع ہے، قافلہ میں نفیس مولدی، احمد بن سیاہ نیز امراء و سالار قافلہ اور ہر ملک اور ہر طبقے کے لوگ تھے، قافلہ کے پچاس ہزار سے زیادہ آدمیوں کو اُس نے قتل کیا اور اس سے پہلے دوسرے قافلوں میں جس قدر خونریزیاں کی تھیں اُن کے مقتولین کی تعداد علاوہ ہے۔

یہ خبر سن کر قادسیہ سے وصیف بن صوارتکین خزری اور قاسم بن سیما [illegible] سرکوبی کے لیئے قرمطی شیبانی کی ٹڈی دل فوج لے کر روانہ ہوئے، اس مہم میں امراء بھی شریک ہو گئے تھے، کوفہ اور بصرہ کے درمیان ذو قار ایک مشہور جگہ ہے جہاں قافلے پانی لینے کے لیئے ٹھہرا کرتے تھے روز یکشنبہ ۲۴۔ ربیع الاول ۲۹۴ھ میں فریقین کا مقابلہ ہوا، اور گھمسان کی لڑائی ہوئی، انجام کار کرویہ کی جماعت نے ہزیمت اٹھائی، اور تمام باغی بزور گرفتار کئے گئے، قرمطی بھی اسیر ہوا مگر اسے کئی زخم کاری لگے تھے وہ جانبر نہ ہو سکا دوسرے روز اُس نے دم توڑ دیا۔ اس کی نعش اونٹ پر باندھ کر مدینۃ السلام بھیج دی گئی، اور تمام قیدی اور مقتولین کے سر بھی روز دوشنبہ ۲۵۔ ربیع الاول سنہ مذکور میں وہاں روانہ کئے گئے۔

خلافت مقتدر

ابو الفضل کنیت، جعفر بن احمد معتضد نام اور مقتدر لقب تھا، بعض لوگوں کا

خیال ہے کہ اُس کا نام اسحاق ہے، وہ متوکل کے ہم شکل تھا اس لیئے اُس کا نام بھی جعفر ہو گیا، اُس کی ماں ام ولد تھی، روم کی باشندہ اور شغب نام تھا، روز یکشنبہ ۱۳۔ ذی القعدہ ۲۹۵ھ میں اُس کی بعیت لی گئی۔

اس کی خلافت کو چار مہینے گزرے تھے کہ اہل دفتر اور سپہ سالاروں کی ایک جماعت نے جس میں حسین بن حمدان بن حمدون تغلبی، وصیف بن صوارتگین خزری، محمد بن داؤد بن جرّاح، اور علی بن عیسیٰ سرداران لشکر اور ممتاز اہل دفتر تھے، اُسے معزول کر کے عبداللہ بن المعتز کی بیعت لی۔ اس سلسلہ میں حسین بن حمدان، عباس بن حسن کے ہاتھ سے مارا گیا، اور فاتک معتضدی بھی جو ابن حمدان کی مدد کو آیا تھا مقتول ہوا۔

عام لوگ مقتدر کو معزول سمجھ کر ۱۵۔ ربیع الاول روز شنبہ ۲۹۶ھ کو ابن المعتز کی بیعت کرنے لگے، ایک رات دن اسی طرح حالت گزری تاہم مقتدر دار الخلافہ سے نہ جدا کیا گیا اور نہ تخت خلافت سے اُتارا گیا، چند خاص شاہی غلاموں نے ابن المعتز کی جماعت سے مقابلہ کیا اور لڑکر انھیں اُلٹے پاؤں پراگندہ بھاگنے پر مجبور کیا، اس ہنگامہ میں بہت سے لوگ کام آئے اور ابن المعتز گرفتار ہو کر قتل کیا گیا جس سے مقتدر کے لیئے مطلع صاف ہو گیا، مگر کچھ روز کے بعد مقتدر پھر معزول کیا گیا اور تخت خلافت سے اُتار کر نصف محرم ۳۱۷ھ میں دار الخلافہ سے جلاوطن کیا گیا، اور اس کے بھائی قاہر کی بیعت لی گئی، وہ تخت پر جلوہ افروز ہوا اور خلافت کی امانت اُس کے سپرد کی گئی۔

مقتدر کے معزول کرنے میں جو لوگ ساعی تھے اُن میں ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون ان نازوک معتضدی، سرآوردہ سپہ سالار اور فوج کے ممتاز آدمی تھے، مونس خادم بھی بادل ناخواستہ شریک ہو گیا تھا، مگر پیدل فوج کے چند آدمیوں نے مزاحمت کی اور گھر میں گھس کر نازوک کو جان سے مار ڈالا، اور زور زور سے مقتدر کا نام پکارا، اسی ہنگامہ میں ابو الہیجا بھی مارا گیا۔

مقتدر کے متبعین اور خاص لوگوں نے پھر اُس کی بعیت کی، دوبارہ اُس کو تخت پر بٹھایا اور از سر نو لوگوں سے بیعت لی گئی، اور بظاہر تمام رکاوٹیں دور کر دی گئیں یہ واقعہ اس سال کی ۱۷ محرم روز دوشنبہ کا ہے۔

مگر کچھ روز کے بعد مقتدر اور مونس خادم کے تعلقات سخت کشیدہ ہوگئے، مونس موصل چلا آیا اور فوج کے بڑے حصہ کو ملاکر مدینۃ السلام پر حملہ کرنے کو بڑھا، مقتدر بھی اپنی وفادار فوجوں کو لیئے ہوئے مقابلہ کے لیئے نکلا مگر مدینۃ السلام سے باہر شماسیہ کے قریب مقتدر مارا گیا، یہ واقعہ ۲۷ شوال روز چہار شنبہ سنہ ۳۲۰ھ کا ہے اُس وقت اُس کی عمر ۳۸ سال ایک ماہ اور سترہ روز کی تھی۔

اُس کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ ذرا جھکا ہوا، آنکھیں چھوٹی، گندم گوں رنگ، خوبصورت چہرہ، داڑھی خوشنما اور سرخی مائل تھی، بچپن میں اُسے حکومت ملی تھی، اسلیئے نہایت سادہ لوح، عیش پسند اور ناآزمودہ کار تھا، سلطنت کے حالات سے بے خبر رہتا تھا، امرا، وزرا اور اہل دفتر امور سلطنت انجام دیتے تھے، وہ خود کسی معاملہ میں گرہ کشائی نہیں کرسکتا تھا، تدبر اور سیاست کے اوصاف سے بالکل بے بہرہ تھا، عورتیں، خدام اور دوسرے لوگ سلطنت کے معاملات میں بہت زیادہ دخیل ہوگئے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں بدنظمی پھیل گئی تھی، حکومت کے خزانوں میں جس قدر دولت اور ساز و سامان تھا سب صاف ہوگیا تھا جس کی وجہ سے خونریزیاں ہونے لگیں، حالات بالکل بگڑ گئے، اور خلافت کے بہت سے رسوم مٹ گئے۔

(مسعودی کہتے ہیں) ہمارے زمانہ ۳۳۲ھ تک جو مطیع کی خلافت کا عہد ہے بجز جعفر متوکل اور جعفر مقتدر کے اس نام کا کوئی خلیفہ بنوامیہ اور بنوعباس میں نہیں گزرا ہے، اور ان دونوں کا قتل بھی ماہ شوال ہی میں واقع ہوا۔

اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں ہم نے بیان کیا ہے، کہ متوکل ۳ شوال روز چہار شنبہ ۲۴۷ھ میں مقتول ہوا تھا، اُس وقت کسی قسم کا فتنہ برپا نہیں ہوا، اور نہ تلواریں نیام سے برہنہ کی گئیں، مگر مقتدر ۲۷ شوال روز چہار شنبہ کو اپنی ہی طرفدار جماعت کے خاص غلاموں کے ہاتھوں سے مارا گیا، یہ بھی ہم بیان کرچکے ہیں کہ اُسے خود اُس کے باپ معتضد کے غلاموں نے قتل کیا۔

مقتدر کی ذات اور اُس کے دور حکومت میں وہ باتیں پیدا ہوگئی تھیں جن کی مثال تاریخ اسلام میں نہیں ملتی ہے۔

اول یہ کہ وہ اتنی عمر میں خلیفہ بنایا گیا، کہ تمام خلفاء اور سلاطین اسلام میں جلوس

کے وقت اتنی عمر کسی کی نہ تھی جس وقت اُسے حکومت ملی ہے اُس کی عمر تیرہ سال دو ماہ اور تین روز کی تھی۔

دوم اُس نے پندرہ روز کم پچیس برس تک حکومت کی، اس سے پہلے کسی بادشاہ اور خلیفۂ اسلام نے اتنی مدت تک حکومت نہیں کی ہے۔

سوم اُس نے اپنے دورِ حکومت میں بارہ وزرا مقرر کیے، جن میں بعض نے دوبارہ اور بعض نے سہ بارہ وزارت کی خدمات انجام دیں، اس سے پہلے کسی عہد میں وزرا کی تعداد اس حد تک نہیں پہنچی ہے۔

چہارم اس کے عہد میں معاملات اور نظم ونسق میں عورتیں بہت زیادہ دخیل ہو گئی تھیں، اس کی ماں کی خادمہ ثمل قہرمانہ مشہور تھی، اور ہر خاص وعام کے مظالم کی تحقیقات کے لیئے اجلاس کرتی تھی، اس کے دربار میں وزیر، میر منشی، قاضی اور اہلِ علم حاضر رہتے تھے۔

پنجم اُس کے زمانہ ۳۱۷ھ میں حج بیت اللہ ملتوی ہو گیا تھا، اور کسی کو حج کرنے کا موقع نہیں ملا، کیونکہ ابو طاہر سلیمان بن بہرام جنابی قرمطی جو بحرین کا حاکم تھا ۸ ذی الحجہ روز دوشنبہ کو مکہ معظمہ پہنچ چکا تھا، اسلام کی تاریخ میں بجز اس سال کے اور کبھی حج ملتوی نہیں کیا گیا تھا، ان باتوں کے علاوہ اس کے عہد میں اور بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

مقتدر نے عباس بن حسین کو جس طرح مکتفی کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر تھا قائم رکھا، مگر جب عباس مارا گیا تو حسب ذیل لوگوں کی طرف بہ ترتیب ذیل وزارت منتقل ہوئی۔

علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات، محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان الملقب بہ دق صدرہ، علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح، علی بن محمد بن فرات (دوبارہ وزیر بنایا گیا) حامد بن عباس، علی بن محمد بن فرات (سہ بارہ وزیر بنایا گیا) عبداللہ بن محمد بن عبید اللہ خاقانی

عبد اللہ کو وزارت اُس وقت ملی تھی جب اُس کا باپ محمد بن عبید اللہ زندہ تھا مگر بیٹے کو عہدۂ وزارت پر فائز ہوئے بارہ روز گزرے کہ باپ کا انتقال ہوا، اُس کی وفات روز دوشنبہ وقت عصر ۲۲۔ ربیع الاول کو اور بقول بعض ۳۱۲ھ کے

اوائل میں ہوئی، اس وقت تک عبداللہ آخری شخص تھا کہ باپ کی زندگی میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔

اس کتاب کے گزشتہ واقعات کے ضمن میں اُن لوگوں کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں جنھیں باپ کی زندگی میں وزارت ملی تھی اُن کے نام یہ ہیں۔

ابوسلمہ حفص بن سلیمان خلال، عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان، عباس بن حسن بن ایوب، بقیہ اشخاص جو مقتدر کے عہد میں وزیر بنائے گئے تھے اُنکے نام حسب ذیل ہیں۔

احمد بن عبیداللہ خصیبی، علی بن عیسیٰ (دوبارہ وزیر بنایا گیا) ابوعلی بن محمد بن علی بن مقلہ، سلیمان بن حسن بن مخلد بن جراح (علی بن عیسیٰ کا ابن عم تھا) عبیداللہ بن محمد کلواذانی، حسین بن قاسم بن عبیداللہ بن سلیمان بن وہب، فضل بن جعفر بن موسیٰ بن فرات،

مقتدر کی انگشتری میں "المقتدر باللہ" کندہ تھا۔

منصب قضا پر جن لوگوں کا تقرر عمل میں آیا اُن کے نام یہ ہیں،

محمد بن یوسف بن یعقوب، مشرقی سمت اور کرخ کے لئے مقرر کئے گئے تھے، ترقی کرکے قضاء القضاۃ کا درجہ حاصل کیا، جب اُن کی وفات ہوئی تو اُن کے صاحبزادہ عمر بن محمد بن یوسف کو یہ عہدہ عطا کیا گیا، اور تقرر بھی سمت شرقی اور کرخ کے لیے عمل میں آیا، مدینۃ المنصور اور ماتحت علاقہ جات کے لیے یہ لوگ بہ ترتیب ذیل مقرر کئے گئے۔

عبداللہ بن علی بن ابی الشوارب، اُن کے صاحبزادہ محمد بن عبداللہ، عمر بن حسن (اشنانی کے نام سے مشہور تھے بعد کو اُن کا عہدہ توڑ دیا گیا) حسن بن عبداللہ بن ابی الشوارب، عمر بن محمد بن یوسف۔

حجابت کے عہدے پر بہ ترتیب سوسن مولیٰ، نصر قشوری، یاقوت اور رائق کے دو بیٹے ابراہیم اور محمد مقرر کئے گئے۔

(مسعودی کہتے ہیں) اہم حوادث اور غیر معمولی واقعات جو مقتدر کے عہد میں رونما ہوئے اُن کی کوئی مثال پیشتر اسلام میں نہیں ملتی ہے ... اہم

واقعہ یہ ہے کہ ابوطاہر سلیمان بن حسن بن بہرام جنابی حاکم بحرین چار سو سوار جن کی سواری میں چار سو گھوڑیاں تھیں، اور پانچ سو آدمیوں کی پیدل پلٹن کے ساتھ احساء (بحرین میں واقع ہے) سے بصرہ پہنچا، اور شب کے وقت شہر میں گھس کر سبک مفلحی، اُس کے رفقاء اور رعایا میں جس جس سے اس کا سامنا ہوا قتل کرتا گیا، یہ واقعہ شب پنجشنبہ ۲۷ یا ۲۵ ربیع الاول ۳۱۱ھ اور بقول بعض شب دوشنبہ ۲۴ ربیع الاول کا ہے، ابوطاہر کی جماعت چھ راتوں میں احساء سے بصرہ پہنچی تھی، لوگ خوف سے بھاگ کر ایلۃ، مفتح، شطوط، انہار، جزائر، اور دوسرے مقامات میں چلے گئے تھے، شہر میں سترہ روز ٹھہر کر جو کچھ مال سمیٹ سکی اُس کو لے کر اپنے گھروں کو واپس آگئی، پھر حجاج کے قافلوں کو جو مکہ معظمہ سے واپس آ رہے تھے ثعلبیہ کے قریب ہبیر کے نواح میں جا کر روکا، اُس وقت یہ جماعت پانچ سو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی، اُس کے قافلہ کے سردار، خواص اور عوام لوگوں کے خون سے زمین کو رنگین کر کے ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون امیر قافلہ، احمد بن محمد بن کشمرد نیز ممتاز حضرات اور ہر طبقہ کے بہت سے مرد اور عورتوں کو گرفتار کر لیا، شمسیہ اور تمام مال و اسباب جس کا شمار و اندازہ کسی طرح نہیں کیا جا سکتا تھا لوٹ لیا، یہ واقعہ یکشنبہ ۱۹ محرم ۳۱۲ھ کا ہے۔

۳۱۳ھ میں ابوطاہر نے حجاج کے قافلوں کی جو حج کے لیے گھروں سے نکلے تھے ناکہ بندی کی، اس وقت بھی اُس کی جماعت کی تعداد پانچ سو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی، قافلہ کے بعض آدمیوں پر اُس کا داؤں چل گیا، مگر باقی لوگ کوفہ اور مدینۃ السلام سے واپس چلے گئے، ابوطاہر نے بھی کوفہ کا رخ کیا، یہاں اس کا اُن بڑے لوگوں سے مقابلہ ہوا جو دربار خلافت سے جنگ کے لیے بھیجے گئے تھے، جن میں یہ لوگ تھے، جعفر بن ورقاء شیبانی، جنی صفوانی، خادم مولی ابن صفوان عقیلی، شامی سرحد اور انطاکیہ کا حاکم ثمل خادم دلفی، طریف سبکری خادم، اسحاق بن شیروین سبکری، ان کے علاوہ فوج کے سرداران تھے، اُس نے ان لوگوں کو بھی شکست دی، بے شمار آدمیوں کو قتل کیا، اور جنی صفوانی کو لوگوں کے ساتھ گرفتار کر لیا، یہ واقعہ اسی سال یکشنبہ ۱۰ ذی القعدہ کا ہے۔

کوفہ سے مال و اسباب اور اپنے اہل خانہ ان کو لے کر احساء واپس چلا گیا، اور کوفہ ایک شخص کے حوالہ کر گیا، جس کا نام اسمٰعیل بن یوسف بن محمد بن یوسف المعروف بہ اخیضر صاحب یمامہ بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھا۔

ابوطاہر کے مقابلہ کے لیئے ابوالقاسم یوسف بن ابی الساج اپنی افواج لیکر واسط سے روانہ ہوا یہ آذربائجان، ارمینیہ، اتران، بیلقان وغیرہ ممالک کا حاکم تھا بارگاہ خلافت سے یہ واسط بھیجا گیا تھا تاکہ فوجی تیاریاں کر کے بحرین کی طرف فوج روانہ کرے، ابھی یہ واسط میں تیاریاں کر رہا تھا دفعتہً کوفہ پر حاکم بحرین کی چڑھائی کی خبر ملی، وہ فی الفور اُس کے مقابلہ کے لیئے نکل کھڑا ہوا، ابوطاہر آگے بڑھ کر ایک مقام پر جو خورنق کے نام سے مشہور تھا اُترا، اور اس پر اپنا قبضہ کیا، ابن ابی ساج بھی دوسرے روز ابوطاہر کے پاس ہی پاس ایک مقام پر آ ٹھہرا، جو بین النہرین کے نام سے مشہور تھا، اور قریہ حرورا کے متصل واقع تھا، اسی حرورا کی طرف خوارج کے فرقہ حروریہ کی نسبت کی جاتی ہے، الغرض ابوطاہر اس قریہ اور کوفہ کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔

۹۔ شوال روز شنبہ ۳۱۵ھ کو دو جماعتوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ ابن ابی ساج گرفتار ہو گیا، اس کی فوج کے پرخچے اڑا دیئے گئے اور تیس ہزار سے زیادہ سوار اور پیدل آدمی کام آئے، اس کے علاوہ اُس کی فوج کا معتد بہ حصہ راستہ ہی سے جدا ہو گیا تھا اور ایک حصہ ابھی پیچھے رہ گیا تھا، حاکم بحرین کے تقریباً دو ہزار آدمی مارے گئے جن میں زیادہ تر پیدل تھے۔

ابوطاہر کوفہ سے انبار آیا، اور اُس کو اپنے قبضۂ تصرف میں لایا، ساتھ کے کچھ لوگ دریائے فرات کو پھاند کر مشرقی سمت میں جا پہنچے، اور انبار کے سپہ سالار اور اکابر لوگ مثلاً حارثی، ابرغوث، ابن ہلال، محمد بن یوسف خوزی کو قتل کر دیا، یہ واقعہ اس سال سہ شنبہ ۳۔ ذی قعدہ کا ہے۔

ابوطاہر نے دریائے فرات پر ایک پل بنایا، اور اپنی جمعیت نیز اہل خاندان کو یہیں چھوڑ کر خود سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ انبار سے گزرتا ہوا شاہی دربار تک

جاناچاہا اور زبارا تک جو ایک چھوٹی نہر ہے بڑھتا چلا گیا، یہ نہر عقرقوف مشہ
پہاڑی سے ایک فرسخ کی بلندی پر ہے، اور مدینۃ السلام سے اسکی مسا
ایک دن سے بھی کم ہے۔

مونس خادم، نصر حاجب المعروف قشوری، اور ابوالہیجاء عبد
بن حمدان (جو ابن ابی الساج کے مقابلے سے پہلے چھوٹ چکا تھا اور اس کے سا
قیدی بھی رہا ہو چکے تھے جن کے نام ہم نے اوپر لیئے ہیں اور دربار خلافت
تمام شاہی لشکر اسی نہر پر پڑا ہوا تھا، جب انھیں ابوطاہر کے نزدیک آنے کی اط
ہوئی تو نہر کا پل کاٹ دیا گیا، نہر دونوں فریقوں کے درمیان حد فاصل
گئی، ابوطاہر کی پیدل فوج کے چھ آدمی پانی میں اتر آئے تھے، مگر ان پر دوسر
سمت سے پتھروں کی بوچھاڑ پڑنے لگی، یہ واقعہ اسی سال ۱۲۔ اور ۱۳ ذیقع
کا ہے، چار و ناچار اس نے انبار واپس جانے کی ٹھہرائی۔

مونس نے اپنے غلام یلبق کو تقریباً تین ہزار اور بقول بعض سات ہز
فوج کے ساتھ قصر ابن ہبیرہ کے راستہ پر متعین کیا، جو کوفہ جاتے ہوئے را
میں ملتا ہے، یہ لوگ فرات کے جسر سورا کو عبور کرکے براہ خشکی روانہ ہوئے
اور راستہ کترا کے ابوطاہر کی جمعیت تک پہنچنے کی کوشش کی، بعض ممتاز آدمیو
نے پانی میں اتر کر ابوطاہر کے بنائے ہوئے پل کو جلا ڈالا جس کے جل جا
سے وہ نہر کی مشرقی سمت میں رہ گیا، اور اس کی جماعت نہر کی غربی جانب میں
تھی، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خود اسی نے نہر کو عبور کرکے پل کاٹ
دیا تھا، جب اس نے یلبق کی آمد کی خبر سنی تو ایک چھوٹی کشتی میں دس آدمیو
کے ساتھ دریائے فرات کو طے کیا جس میں اس کے تین بھائی بھی تھے بق
لوگ تیر کر فرات کے پار ہوئے، اور بھاگ کر اپنی جماعت سے جا ملے، ابوطا
کے دو بھائی ابوالعباس فضل اور ابو یعقوب یوسف اپنی جماعت ہی میں تھے
جب انھیں یلبق کے نزدیک آنے کی خبر ملی اسی وقت انھوں نے ابن ابی
کو قتل کر دیا۔

یلبق آپہنچا اور ان لوگوں سے سرگرم پیکار رہا، مگر اس کے بہت سے آدم

مارے گئے، خود اُس کی جان بچ گئی، مگر وہ بحد شکستہ خاطر ہوگیا، یہ واقعہ اسی سال روز چہارشنبہ ۱۹۔ ذیقعدہ کا ہے۔

ابوطاہر تمام سامان اور اسباب لے کر شہر ہیت آیا، اور اُس کا محاصرہ کیا، میں اُس وقت وہاں موجود تھا، بلاد شام سے آکر ٹھہرا تھا اور مدینۃ السلام جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔

اُس نے انبار کی جانب ہیت سے کچھ فاصلہ پر مقام فم بقہ میں تمام رفقا کے کئی جتھے کر دیئے تھے، یہ سب کے سب مسافت طے کر کے یہاں آکر اس سے مل گئے، روز یکشنبہ ۸۔ ذی الحجہ سنہ مذکور میں ہیت کے لوگوں نے اُس کا مقابلہ کیا، شام کو ہارون بن غریب الخال، ابوالعلاء سعید بن حمدان، یونس غلام مونسی اور دوسرے اکابر بھی وہاں پہنچ گئے تھے، جن کے آنے سے جنگ کے شعلے اور بھڑک اُٹھے، شہر پناہ کی دیواروں سے جنگ ہونے لگی، دفعۃً غنیم کے کئی قلعہ شکن آلات میں آگ لگی، جس کی وجہ سے وہ لشکر گاہ کو واپس گیا، دوسرے روز دوشنبہ کی صبح کو وہ رحبہ مالک بن طوق کے ایک گوشہ کی طرف روانہ ہوا، کوچ سے پہلے علی الصباح اُس کی لشکر گاہ سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے، ہم لوگوں کو گمان ہوا کہ اُس نے دوبارہ جنگ کا ارادہ کیا ہے مگر وہ دراصل اسباب وسامان کو آگ کی نذر کر رہا تھا کیونکہ اُس کے پاس باربرداری کے وسائل کی کمی تھی، اور سامان اور کنبہ کے لوگ بہت تھے۔

جب وہ رحبہ پہنچا، اُس وقت یہاں کا حاکم ابوجعفر محمد بن عمرو بن تغلبی تھا، اُس نے شہر کو بزور شمشیر فتح کیا اور وہیں مقیم ہوگیا، یہ جگہ شام کی طرف ہے اور پھر قرقیسیا کو جو جزیرہ کی سمت میں واقع ہے فتح کیا، یہاں سے اُس نے جماعت کی ٹولیاں بنا کر اطراف واکناف میں روانہ کیں، اور فوج کا ایک ایک دستہ حسین بن علی بن سنبر ثقفی اور معاذ اعرابی کلابی کی سرکردگی میں کفرتوثا، راس العین، اور نصیبین کی طرف روانہ کیا، جس نے قبائل تغلب اور نمر کے بدوؤں اور شہریوں سے مقابلہ کیا۔

اس سے پہلے سلیمان حلّی کو لشکر کی رسد کے لیے کفرتوثا بھیجا تھا، یہ شخص اس جماعت میں نہایت متقشف اور اُن کے مذہب سے پورا واقف تھا، یہاں نے

اس جماعت کے ایک سے زیادہ مبلغین اور واقف کار لوگوں سے گفتگو کی ہے مگر علم و تجربہ، علمی تدین اور پختگی سیاست میں جو مبلغین کا عام وصف ہے کسی کو اس سے بڑھ کر فائق نہیں پایا، پہلے یہ ابو ذکریا بحرانی کی جماعت میں شریک تھا مگر بعد کو ابوسعید جنابی اور ان کی اولاد سے جا ملا۔

فوج کا ایک اور دستہ جس میں کم و بیش دو ہزار آدمی تھے رقہ بھیجا جو رحبہ سے تیس فرسخ کے فاصلہ پر تھا، یہ دستہ بھی حسین بن علی بن سنبرہ اور معاذ کلابی کی سرکردگی میں روانہ ہوا، روز یکشنبہ ۲۲ جمادی الاول ۳۱۶ھ کو دونوں رقہ پہنچے، اس وقت یہاں کا امیر محمد غلام جنی صفوانی تھا، سہ شنبہ اور چہارشنبہ ۲۵ جمادی الاولی کو طرفین میں لڑائیاں ہوئیں، چہارشنبہ کو کچھ دن باقی تھا کہ اس کی فوج رحبہ سے واپس چلی گئی، جانبین کے کچھ آدمی مارے گئے، جس میں رقہ کے آدمی زیادہ تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم بحرین نے جب وہ رحبہ میں تھا اس امر پر غور کیا، کہ شہر رملہ جو فلسطین میں ہے اور دمشق ان دو مقامات میں سے اسے کہاں جانا مناسب ہے، مگر اس نے اپنے ملک واپس جانے کو ترجیح دی، جس کے کئی اسباب تھے، جن کو ہم نے اس گروہ کے واقعات کے سلسلہ میں دوسری جگہ بیان کر دیا ہے۔

یکم شعبان ۳۱۶ھ کو وہ رحبہ سے روانہ ہوا اور براہ خشکی اور براہ دریائے فرات اس نے مسافت طے کی، رحبہ میں تقریباً سات ماہ تک اس نے اقامت کی، یہاں سے چل کر دوبارہ ہیت آیا اور اب کی اس نے خشکی اور دریائی راستوں سے اس پر حملے کئے، طرفین میں زور و شور کی معرکہ آرائیاں ہوئیں، جب اس نے اس شہر پر پہلی بار حملہ کیا تھا تو اس کے پاس کشتیاں نہیں تھیں، الغرض وہ یہاں سے بھی روانہ ہوا، اور کوفہ اور قادسیہ کے نواح میں آیا، یہاں رسد فراہم کر کے بصرہ کے بیرونی حصوں کو طے کرتا ہوا بحرین واپس چلا گیا، یہ واقعہ آخر محرم اور اوائل صفر ۳۱۷ھ کا ہے۔

اسی سال چھ سو سوار اور نو سو پیدل فوج لے کر مکہ معظمہ کی طرف بڑھا اور ... ذی الحجہ دوشنبہ کو یہاں پہنچا، یہاں کا حاکم محمد بن اسمٰعیل معروف بہ ابن مخلب تھا، عمائد شہر، عوام حجاج اور وہاں کے باشندے اس کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے،

مگر جب لطیف غلام ابن حاج مقتول ہوا تو اس کے لیے میدان خالی کر دیا گیا لطیف مکہ کے با اثر لوگوں میں تھا اور اس پر کافی اعتماد کیا جاتا تھا، لوگوں نے تلواریں لے کر خانۂ کعبہ میں پناہ لی تاہم وہ خوں ریزی اور قتل عام سے باز نہیں آیا۔

جو لوگ اس گروہ کے ہاتھوں بلد الحرام اور تمام شہروں میں مارے گئے تھے، اُن کی تعداد میں اختلاف ہے، اور اس میں افراط و تفریط کی گئی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام مقتولین کی تعداد تیس ہزار تھی، بعض لوگ اس سے کم اور بعض اس سے زیادہ بتاتے ہیں، در اصل یہ تمام تعداد ظن اور تخمینہ پر مبنی ہے، اس وقت شمار کا کوئی قاعدہ نہ تھا، بہت سے لوگ وادیوں میں، کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور کچھ جنگلوں میں پیاس اور سخت تکالیف اٹھا اٹھا کر ہلاک ہو گئے تھے، جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکا۔

اُس نے بیت الحرام کے دروازے جن پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے توڑ ڈالے، خانۂ کعبہ میں چاندی کی جتنی محرابیں، جتنے یمنی پھرے، جتنے جھاڑ اور سونے چاندی کے جتنے منطقے، اور تازیرات تھے، جن سے بیت الحرام ہر وقت آراستہ رہتا تھا ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا، حجر اسود کو اکھاڑ کر اس کی جگہ اتنا گہرا کر دیا کہ تقریباً کہنی تک ہاتھ چلا جاتا تھا، اور پھر کعبہ کا غلاف اتار اور ان تمام سامانوں کو پچاس اونٹوں پر بار کیا، اس دار و گیر اور قتل عام کے وقت جن لوگوں نے بیت الحرام میں پناہ لی تھی اُن کی وجہ سے بعض چیزیں لوٹ سے بچ گئیں، یہ واقعہ روز شنبہ ۱۳۔ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کا ہے، اس کی فوج مکۂ معظمہ میں آٹھ روز تک مقیم رہی، روزانہ صبح کو شہر میں داخل ہوتی تھی اور شام کو واپس باہر آتی تھی، بالآخر قتل و غارت کرتی ہوئی ہفتہ کے روز مکہ سے روانہ ہوئی، مگر راستے میں قبیلہ ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن مزاحم ہوا، قبیلہ کے لوگ تنگنایوں، گھاٹیوں، اور پہاڑیوں میں پھیلے پڑے تھے پتھروں اور خنجروں سے وہ حملہ آور ہوئے، اور اس کو آگے بڑھنے سے روک دیا، فوج راستہ بھول گئی، تین دن تک پہاڑوں، اور وادیوں میں بھٹکتی پھری، اس بادیہ نوردی میں بہت سے مرد و زن نے جو گرفتار تھے اُس کی قید سے نجات پائی۔

اس وقت اس جماعت کے انواع واقسام کے مال و اسباب سے تقریباً ایک لاکھ اونٹ لدے تھے، قبیلہ ہذیل نے بہت اسباب وسامان اور ہزار دس اونٹ اُن سے چھین لیئے، غنیم نے ہذیل کے ایک سیاہ فام غلام کو جس کا نام زیاد تھا امان دی تھی جس کی مکافات میں اُس نے ان لوگوں کو راستہ بتایا تو وہ تنگنایوں سے نکل کر اپنے ملک واپس گئے۔

(مسعودی کہتا ہے) ہم خلیفہ راضی باللہ کے تذکرے کے ضمن میں آیندہ اس گروہ کے فوجی دستوں کی پیش قدمیاں، اور دیگر واقعات جو اس کے عہد میں رونما ہوئے ہیں اس کتاب میں بیان کریں گے۔

مضافات ملک فارس میں شہر بیضا کا باشندہ حسین بن منصور معروف بہ حلاج کے قتل کا واقعہ ۲۴۔ ذی قعدہ ۳۰۹ھ کو ظہور پذیر ہوا، اس کے سو کوڑے لگائے گئے، دونوں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، سر تن سے جدا کیا گیا، اور لاش جلا دی گئی، یہ تمام واقعات پولیس کی جماعت کے روبرو قید خانہ کی فصیل پر انجام پائے، (یہاں قید خانے کو عرف میں مترف کہتے ہیں) اس کی نسبت جو جو مذہبی باتیں ہر جگہ بیان کی جا رہی تھیں اُن کی وجہ سے وہ نہایت خطرناک تھا اُس کے متبعین اور پیرووں کی تعداد بہت تھی۔ حلاج تصوف اور الوہیت کی باتیں کرتا تھا، حلاج کے مسلک و مذہب کے متعلق جو روایتیں ہمارے نزدیک صحت کی حد تک پہنچی ہیں یا جو کچھ خود اُس نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے، ان باتوں کو ہم نے "ارباب النحل و رؤساء الملل" کے تذکرہ کے ذیل میں دوسری کتابوں میں بیان کیا ہے۔

خلافت قاہر باللہ

ابو المنصور کنیت، قاہر باللہ لقب، اور محمد بن احمد معتضد نام تھا، اسکی ماں ام ولد تھی اور قبول نام تھا، روز پنجشنبہ ۲۸۔ شوال ۳۲۰ھ میں اس کی بیعت لگی، روز چہار شنبہ ۵۔ جمادی الاول ۳۲۲ھ میں وہ معزول ہوا، اُس کی آنکھیں نکالی گئیں اُس وقت اس کی عمر ۳۶ سال اور چند ماہ کی تھی، اس سے پہلے کسی خلیفہ اور بادشاہ اسلام کی آنکھیں نکالی نہیں گئی ہیں، ایک سال چھ ماہ اور ۶ روز اس نے حکومت کی۔

اُس کا حلیہ یہ تھا، رنگ گورا جس پر سرخی چھائی ہوئی تھی، قد میانہ، خوش اندام آنکھیں خوبصورت، گھنی کی داڑھی اور زبان میں لکنت تھی، وہ قتل وخوں ریزی میں جلد باز اور نہایت تند مزاج، اس کے عہد میں آمدنی کم تھی تاہم مال اندوختہ کرنے میں حریص تھا، اس کی توجہ لوگوں کی تادیب و تربیت میں بہت کم صرف ہوتی تھی، معاملات کے انجام سے بے فکر اور نہایت متلون مزاج اور مخبوط الحواس تھا، آباو اجداد کے نقش قدم پر چلنا چاہتا تھا مگر سوء تدبیر اور ناقص سیاست کے سبب عاجز رہتا تھا۔

اس نے وزارت کے عہدے پر حسب ذیل لوگوں کو یہ ترتیب مقرر کیا، ابوعلی محمد بن مقلہ، ابوجعفر محمد بن قاسم بن عبداللہ، ابوالعباس احمد بن عبیداللہ خصیبی اس کی انگشتری میں عبارت "القاہر باللہ" کندہ تھی۔

منصب قضا پر عمر بن محمد بن یوسف بن یعقوب اور حجابت کے عہدے پر علی بن بلیق، بدر خرشنی، فارس بن زنداق، محمد بن یاقوت اور سلامہ موتمن معروف اخی نجح کو مقرر کیا۔

خلافت راضی باللہ

ابوالعباس کنیت، راضی باللہ لقب اور محمد بن جعفر مقتدر نام تھا اس کی ماں ام ولد تھی اور ظلوم کے نام سے یاد کی جاتی تھی، روز پنجشنبہ ۶ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ میں اس کی بیعت لی گئی، روز شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۳۲۹ھ میں مدینۃ السلام میں وفات پائی، اس وقت اس کی عمر ۳۲ سال اور چند ماہ کی تھی، ۶ سال دس ماہ اور دس روز تک اس نے حکومت کی۔

اس کا حلیہ یہ تھا، گندم گوں رنگ، خوبصورت آنکھیں، مخروطی شکل، پتلے رخسار سے، قصیر القامہ، اور نحیف الجثہ تھا، مزاج میں سخاوت تھی، ادبیات اور اچھے اشعار سے بہت شغف تھا، امرا و اعیان سلطنت میں پھوٹ ڈالا کرتا تھا، امور سلطنت میں اس کا استبداد حد سے بڑھ گیا تھا جس کی اصلاح و تغیر بجز اس کے کوئی نہیں کرسکتا تھا۔

وزارت کے عہدہ پر محمد بن علی بن مقلہ اور اس کے بیٹے ابوالحسین علی بن محمد کو مقرر کیا، دونوں اس عہدے سے مخاطب کئے جاتے تھے اور مراسلات میں بھی دونوں کے نام جاری ہوتے تھے، ان کے بعد حسب ذیل لوگ بہ ترتیب اس عہدہ پر مامور کئے گئے۔

ابوعلی عبدالرحمن بن علیسیٰ بن داؤد بن جراح، ابوجعفر محمد بن قاسم کرخی، ابوالقاسم سلیمان بن حسن بن مخلد بن جراح، ابوالفضل فضل بن جعفر بن فرات، ابوعبداللہ احمد بن محمد بریدی، سلیمان بن حسن بن مخلد، اور اس کی انگشتری میں عبارت "راضی باللہ" کندہ تھی۔

منصب قضا پر عمر بن محمد بن یوسف پھر ان کے دو بیٹے یوسف اور حسن کو اور حجابت پر محمد بن یاقوت اور پھر اپنے مولیٰ ذکی کو مقرر کیا۔

منجملہ اہم حوادث کے جو اس کے عہد میں رونما ہوئے ایک یہ ہے ۳۲۳ھ میں بزمانہ حج حجاج اپنے گھروں سے کوچ کر چکے تھے، ان کی مزاحمت میں ۲۴۔شوال کو سلیمان بن حسن قرمطی حاکم بحرین نو سو سوار اور نو سو آدمیوں کی پیدل فوج لے کر احسار سے روانہ ہوا، جابیہ میں جو احسار سے تین دن کے فاصلے پر ہے فوج کے دو حصے کئے، ایک حصہ پر ابوعبداللہ حسین بن علی بن سنبر اور معاذ کلابی کو متعین کر کے حجاج کے پہلے قافلہ کی تلاش و جستجو میں مکہ کی طرف روانہ کیا، اور دوسرے حصہ کو خود لے کر قادسیہ کی جانب بڑھا تاکہ قافلہ شمسیہ کا جو نہشم کے غلام لولو کی سیادت میں تھا مقابلہ کر سکے۔

ابن سنبر زبالہ اور عقبہ کے نواح میں خوارزمی قافلہ اور دیگر کئی قافلوں سے نبرد آزما ہوا، شاذان اور ابن حاتم وغیرہ قافلوں کے سردار تھے، انھیں اور قافلوں کے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کیا، اور کچھ لوگ اس کے ہاتھ سے قتل ہوئے، یہ واقعہ اس سال کی ۱۷۔ذی قعدہ کا ہے۔

بقیۃ السیف شکست خوردہ لوگوں نے عذیب کی راہ لی، مگر انھیں معلوم نہ تھا کہ ادھر قرمطی ان کے مقابل ہے، لولو نہشم کا غلام لوگوں کو لے کر قادسیہ پہنچا، چہارشنبہ ۱۹۔ذی قعدہ سنہ مذکور میں یہاں قرمطی سے مڈبھیڑ ہوئی، لولو دل کھول کر

ں سے لڑا مگر اس کے ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، وہ سخت زخم خوردہ تھا، اُسنے
مقتولین میں اپنے آپ کو چھپا لیا، جب رات ہوئی تو چھپتا ہوا کوفہ چلا آیا، اور ابو طاہر
پورے قافلہ پر مسلط ہو گیا۔

چہارشنبہ کی رات جس کی صبح کو یہ معرکہ پیش آیا، اتنے تارے آسمان پر
ٹوٹے تھے، جس کی مثال اسلام کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے، اُس وقت قرمطی خفان
سے قادسیہ آرہا تھا، جس کی مسافت ۶ میل تھی۔

جو لوگ ابن شہر سے ہزیمت اٹھا کر کوفہ واپس آرہے تھے، اُن کے مقابلہ
کے لیئے قرمطی آگے بڑھا، عذیب میں اُن سے سامنا ہوا، قرہ نے اپنے قافلہ کیلیئے
امان طلب کی، اور زر فدیہ ادا کیا، قرمطی نے اس قافلہ کو چھوڑ دیا اور پھر اس سے
تعرض نہ کیا، مگر بقیہ قافلوں پر وہ حملہ آور ہوا، کچھ لوگوں کو قتل اور بعض آدمیوں کو گرفتار
کیا، اس معرکہ میں اُسے اس قدر سامان و اسباب انواع و اقسام کے ہاتھ آئے جن کا
شمار و اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے راضی باللہ کے عہد میں بھی فوج کے دو دستے کوفہ اور واسط کے
نواح میں روانہ کیئے تھے، مگر ایسی نتیجہ خیز جنگ نہیں ہوئی جو قابل تذکرہ ہو، قرمطی
اس کے بعد سے برابر احسا بلاد بحرین میں رہنے لگا یہاں تک کہ ۳۳۲ھ روز دوشنبہ
۱۷ رمضان کو اُس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا، اس وقت اُس کی عمر
۳۸ سال کی تھی، اس کی پیدائش ۲۹۴ھ میں ہوئی تھی، اور جب اسکا باپ ابو سعید جنابی
سنہ ۳۰۱ھ میں مار اگیا ہے اُس وقت قرمطی کی عمر ۶ سال کی تھی۔

باپ کے مرنے کے بعد اس کی فوج ۹ سال تک بیکار پڑی رہی، رمضان ۳۱۰ھ
میں ابو طاہر نے اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔

(مسعودی کہتے ہیں) ہم نے یہ تمام محاربات، وقائع، قرمطی کے تمام واقعات،
مضافات کوفہ میں قرامطہ بغلیہ کے حالات، ۳۱۶ھ میں اُن کا کوفہ پر غلبہ، بغلیہ
کی وجہ تسمیہ۔ اور اُن کے نزدیک اس نام کی مذہبی اہمیت، ان تمام باتوں کو شرح و بسط
کے ساتھ اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، قرامطہ بغلیہ کے سرداروں کے نام یہ تھے،
مسعود بن حریث، عیسیٰ بن موسیٰ بن اخت عبدان بن ربیط ملقب بہ قرمیط معروف بہ

ابن ابی السید، ابن الاعمی، ابو ذر، جوہری وغیرہم، قبائل بنو ذہل اور بنو رفاعہ کے عوام اسی جماعت کے پیرو تھے۔

اس جماعت کا طفوف، جنبلا، اور تل فخار کے نواح میں قبیلۂ بنو ابن نفیس پر حملہ آور ہونا، اور شکست دے کر اس کے تمام افراد کو اپنے تصرف میں لانا، ہارون بن غریب الخال اور صافی غلام نصر قشوری کا اس جماعت سے مقابلہ کرنا، اور اس جماعت کے کچھ لوگوں کا مقتول ہونا، کچھ لوگوں کا قید کیا جانا اور کچھ لوگوں کا سلیمان بن حسن سے جب وہ ہیت سے بلد البحرین واپس جا رہا تھا مل جانا وغیرہ کو ہم نے اپنی دوسری کتابوں میں بیان کیا ہے۔

اس جماعت کے لوگوں کو سلیمان کے لشکر میں آجمین کہتے تھے کیونکہ انمیں اکثر لوگ آجام یعنی جنگلوں اور کوفہ کے علاقہ طفوف میں رہا کرتے تھے۔

غلام معروف بہ زکری جو بلاد اصفہان کے شاہان عجم کی اولاد سے تھا اسکے حالات، اس کا سنہ ۳۱۶ھ میں قرامطہ کے پاس آنا، ابو طاہر کا ۳۱۹ھ میں حکومت اس کے حوالہ کرنا، تمام قرامطہ کا اس پر اتفاق کرنا، اس کا عجیب وغریب مراسم اور طریقوں سے لوگوں کو پھانسنا، ابو طاہر کے بہنوئی ابو حفص ابن زرقان کو قتل کرنا جو عقل، علم وادب میں سب سے زیادہ لائق اور کامل تھا، بنو سلیمان اور سرداران لشکر کو قتل کرنا، جن کی تعداد سات سو تک بیان کی جاتی ہے، لشکر میں بری عادتوں اور قبیح خصلتوں کا سرزد ہونا، جن کی مثال جب سے ابو سعید اور اس کی اولاد ان ممالک پر مسلط ہوئی اس قوم کے لشکر میں کبھی دیکھی اور سنی نہیں گئی، آخر یہ باتیں اس شخص پر زوال آنے سے معدوم ہوئیں، لوگوں نے ان خرافات کو ترک کیا، اور اپنی مذموم خصلتوں سے توبہ کی۔ اس شخص کا مخالف کے حیل وتدابیر سے مقتول ہونا، پھر حکومت کا ابو طاہر کے پاس آنا، اصحاب مغرب کے اخبار، ان کے محاربات، ان میں سے بعض لوگوں کا یمن میں آنا، تمام لوگوں کا جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں ایک بات پر متفق ہو کر اسکی اطاعت کرنا، ایک کلمہ ہونا، اور اسی پر سب کا اڑے رہنا، ابو سعید حسن بن بہرام جنابی کے حالات، شاہان فارس سے اس کی نسبت واتصال، اس کا اس تحریک میں مرتبہ، بحرین میں اسکے آنے کی کیفیت، رمنہ مسمار کے ساتھ قطیف میں اس کی سرگزشت، بادیہ بنو کلاب میں

اس کی آمد، ابوزکریا بحرانی کا بنو کلاب کو ابھارنا، ابوسعید اور ابوزکریا کا باہمی قضیہ، ابوسعید کا ابوزکریا کو گرفتار کرنا، ابوزکریا کا ابوسعید کے ہاتھ سے مارا جانا، ابوسعید کا بحرین کے تمام شہروں پر فتح پانا، جن کے باشندے پوری قوت اور ساز و سامان سے آراستہ تھے۔

ان شہروں میں ایک قطیف ہے، یہاں علی بن مسمار اور اس کے بھائی آباد تھے، ان کا تعلق خاندان عبدالقیس سے تھا، ابوسعید نے علی کو مار ڈالا۔

دوسرا شہر زارہ ہے، یہاں خاندان حسن بن عوام آباد تھا اسکا تعلق قبیلہ ازد سے تھا

تیسرا شہر صفوان ہے، یہاں بنو حفص آباد تھے، یہ خاندان عبدالقیس سے تعلق رکھتا تھا،

چوتھا شہر ظہران اور پانچواں احساء ہے، یہاں بنوسعد آباد تھے جن کا تعلق قبیلہ تمیم سے تھا،

چھٹا شہر جواثا ہے، یہاں خاندان عریان بن ہیثم ربعی آباد تھا، عریان کا ذکر علی بن محمد نے اپنے اشعار میں بھی کیا ہے، علی بن محمد اپنا انتساب ابوطالب کی طرف کرتا ہے، یہ زنج کا حاکم تھا، بصرہ میں اس کی تحریک کا آغاز ہوا، وہاں جانے سے پہلے جب یہ بحرین کے تمیم، کلاب، نمیر، اور دوسرے قبائل میں اپنی تحریک کی اشاعت کررہا تھا تو عریان نے قبائل عبدالقیس، بنی عامر بن صعصعہ، محارب بن خصفہ بن قیس بن عیلان وغیرہم کے ساتھ پے در پے حملے کرکے بحرین اور اس کے نواح سے اس کو نکال دیا، اور اس کے ساتھ کے بہت سے آدمیوں کو قتل کردیا۔

جس وقت علی بن محمد کی نظر صمان میں ایک مشہور پرند پر پڑی اس نے چند اشعار پڑھے، جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

ایا طائر الصمان مالك مفردًا	تاسّیتَ لی ام عاق الفك عائق
اے طائر صمان تو اکیلا کیوں ہے؟	میری تو نے اقتدا کی ہے یا تیرے محبوب کی راہ میں کوئی مانع حائل ہے؟

اس نظم کے اور چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

عدِمتُ عتاق الخیل ان لم ازُرہا	علیہا الکماۃ الدارعون البطارقُ
مجھے عمدہ گھوڑے سوار ہونے کو نہ ملیں اگر میں اُن کے ذریعہ	ایسے بہادر و مسلح و زرہ پوش سرداروں سے نہ ملوں جو خود بھی شہسوار ہوں۔

علیہا رجالٌ من تمیم و قضرھا — کُلَیبَ بن یربوعَ الکرام المصادقُ

اوران گھوڑوں پر تمیم کے جوانمردوں اور آنکے عالی مرتبہ — کلیب بن یربوع کے محترم اور راستباز لوگ۔

و جنوبھا سعد و فی جنباتھا — نُمیرُ و بعضٌ من کلابٍ عواتقُ

اور ان سخت تر قبیلہ سعد کے لوگ، اور اسکے پہلوؤں میں — قبائل نمیر کے شہزادے جنکا سلسلہ نسب کلاب سے ملتا ہے

وان لم اصبّح عامرًا و محاربًا — بخُطّةِ خسفٍ او یُعقنی العوائقُ

اگر میں قبائل عامر اور محارب پر علی الصباح حملہ کرکے — انکو ذلیل کرسکوں تاآں کہ موانع پیش آئیں تب بھی مجھے سواری نصیب ہو

ایحسبنی العُریانُ انسی فوارسی — غداۃ النزال الرُّوم والموت عائقُ

کیا عریان کا میری بابت خیال ہے کہ میں اپنے شہسواروں کو بھول جاؤں گا۔ — جس روز کہ روم کی لڑائی جاری تھی اور موت سامنے حائل تھی۔

ایک اور شعر پڑھا جس میں قبیلہ عبد القیس کا ذکر کرتا ہے

اتحسبُ عبد القیس انی نسیتُھا — ولستُ بناسیہا و لا تارکًا نسلی

کیا قبیلۂ عبد القیس سمجھتا ہے کہ میں اسے بھول گیا ہوں — میں اسکو بھول سکتا ہوں اور نہ اسکی عداوت چھوڑ سکتا ہوں

ساتواں شہر ہجر ہے، بحرین کا یہ سب سے بڑا شہر ہے یہاں عیاش محاربی کا قبیلہ آباد تھا، جو اپنی شوکت اور ساز و سامان کی فراوانی میں مشہور تھا، معتضد نے ابو سعید عباس بن عمر غنوی کو ابو سعید کے مقابلہ پر بصرہ سے سنجہ بھیجا، لوگ اس مقام کو افان کہتے تھے، یہ پانی لینے کی منزل تھی، اور یہاں بکثرت کھجوروں کے درخت تھے،

عباس کا ارادہ تھا کہ مقام اعیا رسے جو پانی لینے کی ایک منزل تھی کوچ کرکے وہاں جلد پہنچے، مگر ابو سعید بڑھتا ہوا پیشتر وہاں جا پہنچا۔

سنجہ کا طول ۹ میل ہے، وہ بصرہ سے ۷ روز کی مسافت پر ہے اور ساحل دریا پر ایک شہر قطیف ہے اس سے وہ دو روز کے راستہ پر ہے، قطیف سے دریا ایک میل پر واقع ہے، سنجہ کا ایک ساحلی شہر ہے جو عُنک کہلاتا ہے، عنک کے متعلق راجز کا ایک شعر ہے۔

طعن غلام لم یجئک بالسّمٰک — ولم یعلّل بحیا شیم عُنکْ

جب عباس سنجہ کی نصف مسافت طے کرچکا، ابو سعید نے آدمیوں کو بھیج کر جس قدر پانی کے خزانے عباس کے پیچھے گزر چکے تھے اُن کو مٹی ڈال کر بھروا دیا، پانی کے

یہ مقامات سبخہ کے بلند حصہ میں تھے اور راستہ نہایت تنگ تھا۔

ابو سعید کے پاس قبائل کلاب، عقیل، اور بحرین کے سات سو سوار اور پیدل جمعیت تھی، اور عباس کی فوج میں سات ہزار آدمی تھے جس میں بصرہ، ضبہ، اور بحرین کے مہاجرین رضاکارانہ داخل ہو گئے تھے، ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے تاہم عباس گرفتار ہو گیا، اور اُس کے ساتھ کے بہت سے آدمی کام آئے، اور بجز شرید کے کوئی اپنی جان نہ بچا سکا، یہ واقعہ رجب ۲۸۷ھ کا ہے۔

ابو سعید نے پے در پے فوج کے دستے صُحار روانہ کئے، یہ عمّان کا ایک قصبہ ہے اس قصبہ میں وہ فاتحانہ داخل ہوا، بحرین اور عمان کے درمیان ریگستانی علاقہ ہے جو دس دنوں میں طے ہوتا ہے اس کے بعض مقامات میں پانی کھاری ملتا ہے۔

اس نے فوج کا دوسرا دستہ بلاد فلج کی طرف بھیجا، اس کی مسافت یمامہ سے تین دن کی ہے، تیسرا دستہ یبرین روانہ کیا، اس کی مسافت بھی یمامہ سے اسی قدر ہے، یہ شہر سب سے زیادہ خوشگوار اور بہت آباد تھا، یہاں عمارتیں بکثرت تھیں، نخلستان اور اشجار کی بہتات تھی، فوجی دستہ نے اس شہر کے باشندوں کو بے نام ونشان کر کے چھوڑا، اب اس شہر میں ایک بھی باقی نہیں رہا، یبرین کے متعلق جریر کا ایک شعر ہے۔

فقلت للرکب اذ جدّ المسیر بنا ۔۔۔ یا بعد یبرین من باب الفرادیس

سوار جب ہمیں تیز لے چلے تو اُن سے کہا ۔۔۔ افسوس کہاں یبرین ۔۔۔ و رکھاں باب الفرادیس

ابو سعید کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ جب وہ عمّان سے دریائی راستہ سے ہو کر بدر محلی کے مقابلہ کے لیے آیا، تو اُس نے دو صقلبی خادموں کو گرفتار کر کے اپنی خدمت خاص میں رکھا، ان خادموں نے ذی قعدہ سنہ ۳۰۱ھ میں جب وہ حمام میں تھا اُس کو قتل کر ڈالا، اور اُس کے چند خاص قطیفی رفقاء کو بھی ہلاک کر دیا، جن کے نام یہ ہیں سنبر کے بیٹے حمدان اور علی، نصیر کے بیٹے بشر اور ابو جعفر (یہ دونوں ابو سعید معروف بہ ابن جنان کے بیٹوں کے ماموں تھے) اور محمد بن اسحاق۔

قطیف میں ابو سعید کے آغاز دعوت سے لے کر بحرین کے تمام شہر اور آخر میں ہجر کے فتح ہو جانے اور اس کے مقتول ہونے تک کل مدت ۲۰ سال ہوتی ہے۔

ہم نے کتاب ”خزائن الدین وسر العالمین“ میں ارباب مذہب ورؤسا ملت کا

تذکرہ کیا ہے اور اُن کے خیالات اور مذاہب ظاہر کئے ہیں، اس ضمن میں اُن لوگوں کے خیالات بھی لکھ دیئے ہیں جنھوں نے اس گروہ کی مخالفت اور تردید کی تھی، یا اُنھوں نے اُس کے اقوال نقل کئے تھے۔

۲۹۰ھ میں جب اصبہان میں اُس کی دعوت کا آغاز ہوا اور اس دعوت کی جو غرض و غایت تھی، اُس کو ظاہر کرتے ہوئے ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ شریعت کے ظاہر حصہ کو تسلیم کرتے ہیں مگر معانی میں تاویل کے قائل ہیں، جب وہ کسی کو دعوت دیتے ہیں تو بوقت عہد سخت ہدایتیں کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کی جو تاویلیں بیان کی جائیں اُنکو پوشیدہ رکھنا ہوگا، اور بعض لوگ بوقت عہد اپنے پیروؤں سے کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کتاب اللہ کی تاویل، اور تاویل کی تاویلیں بیان کرتے ہیں اُن کو چھپانا ہوگا۔

وہ جن حدود اور مراتب تک ان چیزوں کی تبلیغ کرتے ہیں اپنی اصطلاح میں اس کو "بلاغ" کہتے ہیں، علاوہ اس کے دعوت میں اسرار و رموز اور سیاسی اغراض اور تحریکات مضمر ہیں۔

اسلامی فرقوں میں معتزلہ، شیعہ، مرجیہ، خوارج اور ثابتہ کے حالات اوپر گزر چکے ہیں، ان فرقوں کے متکلمین نے مسائل مذکورہ اور مخالفین کی تردید میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، اُن مصنفین کے نام یہ ہیں۔

یمان بن رباب خارجی، زرقان غلام ابراہیم بن سیار النظام، محمد بن شبیب صاحب النظام، عبّاد بن سلمان صیمری صاحب ہشام بن عمرو فوطی صاحب ابی الہذیل محمد بن الہذیل عبدی علاف بصری، محمد بن عیسیٰ بن غوث صاحب حسین بن محمد نجّار، ابو عیسیٰ محمد بن ہارون وراق، احمد بن حسن بن سہل صصمی معروف بہ ابن اخی زرقان۔

جن لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے اُن کے نام یہ ہیں، ابو علی محمد بن عبد الوہاب جبائی، (ان کی ایک کتاب ہے جس میں مختلف مسائل بیان کئے ہیں، قائلین تناسخ، فرقہ خرمیہ اور دوسرے باطنی فرقوں کی تردید کی ہے) ابو القاسم بلخی، ابو العباس عبد اللہ بن محمد ناشی حسن بن موسیٰ نوبختی، (کتاب الآراء والدیانات، اور دوسری کتابوں میں غلاۃ اور باطنیہ کی تردید کی ہے، اور مختلف مسائل بیان کئے ہیں) ابو محمد عبد اللہ بن محمد خالدی، ابو الحسن بن ابی بشر اشعری بصری کلابی، ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان میں سے کسی نے اس

گروہ کے مذاہب کو بیان نہیں کیا ہے۔

جن لوگوں نے اُس کے مذہب کی تمام باتیں بیان کی ہیں اور اُن کی تردید کی ہے اُن کے نام یہ ہیں، قدامہ بن یزید النعمانی، ابن عبدک جرجانی۔ ابن الحسن بن زکریا جرجانی، ابوعبد اللہ محمد بن علی بن زرام طائی کوفی، ابی جعفر کلابی۔

بخلاف اس کے دوسرے لوگ اس قسم کی باتیں بیان کرنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ جو واقعات ہم بیان کر چکے ہیں اسکے منکر ہیں اور اعتراف سے گریز کرتے ہیں۔

محمد بن علی شلمغانی کاتب معروف بہ ابن ابی عزاقر کے قتل کا واقعہ روز سہ شنبہ یکم ذی قعدہ ۳۲۲ھ کو پیش آیا، اُس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے سر تن سے جدا کیا گیا، اور مجلس شرطی کے روبرو غربی جانب اس کی لاش جلائی گئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس شخص نے نئی نئی باتیں ایجاد کی تھیں، اور ایسے اقوال بیان کئے تھے جن کے ماننے والے بکثرت ہو گئے تھے، اُس کے پیروؤں میں ایک شخص ابن ابی عون جو ابن نجم کاتب کے نام سے مشہور تھا وہ بھی اسی طرح اُسکے ساتھ قتل کیا گیا۔

شلمغانی نے رسالۂ مذہبہ، کتاب الوصیہ، کتاب الغیبہ، کتاب التسلیم اور دوسری کتابوں میں اپنے اقوال اور اپنی بابت جو کچھ لکھا ہے اُن کو ہم نے "کتاب المقالات فی اصول الدیانات" میں مذاہب شیعہ اور غلاۃ شیعہ کے ذکر کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔

خلافت متقی باللہ

ابو اسحاق کنیت، متقی باللہ لقب، اور ابراہیم بن مقتدر نام تھا۔ اس کی ماں ام ولد تھی اور خلوب نام تھا، روز پنجشنبہ ۲۱۔ ربیع الاول ۳۲۹ھ میں اس کی بیعت لی گئی، اور روز شنبہ ۲ صفر ۳۳۳ھ میں وہ معزول ہوا، اور اُس کی آنکھیں نکالی گئیں، اُس وقت اُس کی عمر تیس سال اور چند ماہ کی تھی، تین سال دس ماہ اور بیس روز تک تخت خلافت پر متمکن رہا، حلیہ یہ تھا، رنگ گورا اور نکھرا ہوا، آنکھیں کنجی، اور بال بھورے تھے، وہ اس وقت تک (۳۴۵ھ) زندہ ہے، اور لوگوں کی خبر رساں

معلوم ہوتا ہے کہ وہ باعزت زندگی بسر کر رہا ہے۔

اس نے وزارت کے منصب پر حسب ذیل لوگوں کو بہ ترتیب مقرر کیا، سلیمان بن حسن بن مخلد، ابو الحسن احمد بن محمد بن میمون، ابو جعفر محمد بن قاسم کرخی، پھر ابو الحسن علی بن عیسیٰ بن داؤد بن الجراح نے امور سلطنت انجام دیئے اور اس کے بھائی عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کی طرف سے ہیثم نے وزارت کی خدمات انجام دیں، بقیہ وزراء کے نام یہ ہیں، ابو اسحاق محمد بن احمد قراریطی، ابو العباس احمد بن عبداللہ اصبہانی، ابو الحسین علی بن محمد بن علی بن مقلہ۔ اس کی انگشتری میں المتقی باللہ کندہ تھا۔

منصب قضا پر خرقی کو اور حجابت کے عہدہ پر سلامہ، موتمن مولیٰ معروف بہ اخی نجح، بدر خرشنی اور احمد بن خاقان کو بہ ترتیب مقرر کیا۔

اس کے عہد میں سب سے اہم حادثہ جس کی کوئی مثال بنو عباس کے کسی خلیفہ کے عہد میں نہیں ملتی ہے، یہ تھا کہ ابو الحسن بریدی افواج لیکر براہ خشکی و دریا ۲۱ جمادی الآخری روز سہ شنبہ ۳۳۰ھ میں مدینۃ السلام میں داخل ہوا، متقی اور اس کے ہمراہ محمد بن رائق نے پایۂ تخت سے بھاگ کر موصل کی راہ لی، خاص دار الخلافہ اور امراء کے مکانات تاخت و تاراج کیے گئے اور حرم شاہی کی ناموس ریزی کی گئی، ان سخت ہنگامہ آرائیوں میں تقریباً دس ہزار یا اس سے زیادہ آدمی قتل ہوئے، اور دریا میں ڈبوئے گئے۔

خلافت مستکفی باللہ

ابو القاسم کنیت، مستکفی باللہ لقب، اور عبداللہ بن علی مکتفی نام تھا، اس کی ماں ام ولد رومیہ تھی اور غصن نام تھا۔

قریہ سندیہ کے مقابل ایک مقام شوق نہر عیسیٰ کے کنارے پر واقع ہے، یہاں جس وقت متقی کی آنکھیں نکالی جا رہی تھیں اس کی بیعت لی گئی اور روز پنجشنبہ ۲۲ جمادی الآخری ۳۳۳ھ میں وہ معزول ہوا اور اس کی بھی آنکھیں نکالی گئیں، اس وقت اس کی عمر ۴۸ یا ۴۳ سال اور چند ماہ کی تھی، اس نے ایک سال دو ماہ اور ۲۸ روز تک حکومت کی، اس کا رنگ گورا تھا، چہرہ خوبصورت اور تنگ دہن تھا، اس پر بڑھاپے کے آثار ہویدا تھے، اس کے عہد میں امور سلطنت کا نظم و نسق ابو جعفر محمد بن شیرزاد کاتب توزون ترکی

ہاتھ میں تھا، ابوالفرج احمد بن محمد سامری نے ۴۷ روز تک وزارت کی خدمت انجام دی، پھر وہ معزول کیا گیا، یہ آخری شخص ہے جسے ہمارے وقت تک بنوعباس کے دور میں وزارت کا منصب عطا کیا گیا تھا، بعد کو شیرازی ابواحمد فضل بن عبدالرحمن کے نام سے مراسلات جاری ہونے لگے اور سب سے آخر میں ابن شیرزاد ملکی معاملات میں دخیل ہو کر نظم و نسق کرنے لگا اس کی انگشتری میں مستکفی باللہ کندہ تھا۔

قضا کے عہدے پر ابن ابی شوارب اور ابن ابی موسیٰ ہاشمی مقرر کیے گئے اور حجابت کے عہدے پر احمد بن خاقان مفلحی متعین کیا گیا۔

خلافت مطیع

ابوالقاسم کنیت، مطیع لقب، فضل بن جعفر مقتدر باللہ نام تھا، اسکی ماں ام ولد تھی، صقلب کی باشندہ اور مشعلہ نام تھا، روز پنجشنبہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۳۳۴ھ میں اسکی بیعت لی گئی۔

اسکی خلافت کو پانچ سال گزرے تھے کہ ذی الحجہ ۳۳۹ھ میں حجر اسود واپس لا کر بیت الحرام میں اصلی جگہ پر نصب کیا گیا، اس کتاب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ مقتدر کے عہد خلافت ۳۱۷ھ میں حجر اسود کھود کر نکال لیا گیا تھا، اور کتاب مروج الذہب و معادن الجواہر میں حجر اسود کی تاریخ ایام جاہلیت لکھی ہے کیونکہ قبائل جرہم، ایاد، عمالق اور خزاعہ میں اسکی گردش ہوا کی، اور کتنی دفعہ اپنی جگہ سے ہٹایا گیا اور پھر واپس لا کر رکھا گیا، نیز کعبہ اور بیت الحرام کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔

مطیع کے معاملات اور دربار کے نظم و نسق کی نگرانی ابتک احمد بن بویہ دیلمی معروف بہ معزالدولہ اور اس کے کاتب کے ہاتھ میں ہے۔

ہمارے زمانہ ۳۳۲ھ میں خلافت اور وزارت کے اثر دستور مٹ چکے ہیں، مدت سے ہم عراق سے باہر اور سرحدی مصر و شام میں رہا کرتے ہیں اسلئے ان لوگوں کی خبریں اور انکے حالات اس طرح ہم تک پہنچتے ہیں اسی طرح لکھے جاتے ہیں۔

(ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی) کہتے ہیں ہم نے متقی، مستکفی اور مطیع کے اخلاق و سیاست کی طرف توجہ نہیں کی ہے کیونکہ یہ لوگ دوسروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں بنے ہوئے تھے، اور ان کا کوئی حکم مانا نہیں جاتا تھا۔

ان خلفا کے زمانہ حکومت میں سلطنت کے متعدد شہر نکل کر جبرہ دستوں کے قبضے میں آگئے ہیں، اور ان لوگوں کو مال اور اسباب کی فراوانی سے فتحمندی کے اظہار کا موقع مل گیا ہے خلفا کیلیے اب صرف دعا اور مراسلات میں امیرالمومنین کا لقب رہ گیا ہے، خاص دربار کی حالت

یہ ہے کہ لوگ امور سلطنت کے انتظام سے بے تعلق ہو گئے ہیں خلفاء کو مغلوب و مجبور کر رکھا ہے بلکہ وہ صرف اپنی جانوں کی سلامتی پر خوش اور فلاں کے لقب پر قانع رہے اور عام لوگوں کی حالت بعینہ ایسی ہے جیسی سکندر بن فیلیب نے شاہ دارا یعنی دارا بن دارا شاہ بابل کو قتل کر کے طوائف الملوکی کے زمانے میں لوگوں کی حالت کر دی تھی اور یہ حالت اردشیر بن بابک شاہ کے ظہور تک قائم تھی جس علاقہ پر جو غالب آیا اس کی حفاظت اور حمایت خود کرنے لگا اور اس میں مزید کی طلب پر ہمیشہ مصر رہا۔ غرض آبادیاں کم ہو گئیں راستے منقطع ہو گئے شہر کے شہر اجڑ گئے اکثر حصے حکومت سے جدا ہو گئے اور اسلامی سرحدوں اور شہروں پر رومی اور دوسرے ملک کے لوگ غالب آ گئے ہیں۔

اس کتاب میں جس قدر واقعات اور حالات لکھے گئے ہیں اور دنیا ماضی کے نقشے حادثے شرق و غرب شمال و جنوب کی حدود اور [illegible] جن کا شرح و بسط اور وضوح کیا تھا کتاب اخبار الزمان من اباده الحدثان میں تفصیل بیان کیا ہے اس کتاب میں گزشتہ اقوام قدیم نسلیں، اور پرانے ممالک کا تذکرہ ہے اور بعد کی جن تصانیف میں مذکورہ بالا باتیں بیان کی گئی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

کتاب الاوسط، مروج الذہب و معادن الجواہر، فنون المعارف و ما جری فی الدہور السوالف، ذخائر العلوم و ما جری فی سالف الدہور، نظم الجواہر فی تدبیر الممالک و العساکر، کتاب الاستذکار لما جری فی سالف الاعصار۔

یہ کتاب ان تصانیف کے بعد لکھی گئی ہے اور مذکورہ بالا تصانیف سے افضل ہے، انکے علاوہ ہماری اور کتابیں ہیں اس کتاب میں ہم نے اپنی تصانیف کا خلاصہ لکھا ہے تاکہ ان تصانیف کی یادگار ثابت ہو، اور اس کتاب کے ذریعہ لوگ ہماری دوسری تصانیف پر مطلع ہوں۔

۳۴۴ھ میں اس کتاب کی تکمیل سے پہلے اس کا ایک حصہ ہمارے قلم سے نکل چکا تھا، مگر بعد کو اس میں بہت نہایت مفید باتوں کا اضافہ کر دیا ہے، اس لیے بجائے پہلے نسخہ کے یہی نسخہ اب قابل اعتماد ہے۔

علی بن حسین مسعودی نے فسطاط مصر میں بزمانہ خلافت مطیع و بزمانہ قسطنطین بن الیون بن بسیل بادشاہ روم مطابق سنہ [illegible] بعثت نصر و مطابق [illegible] سکندر بن فیلیپ رومی و مطابق [illegible] اردشیر بن بابک مطابق ۳۲۴ یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ ابرویز آخری شاہ فارس اس کتاب کی تالیف سے فراغت پائی۔

بحمد اللہ خداوند کارساز کے لطف و احسان سے یہ کتاب التنبیہ والاشراف تمام ہوئی۔

ستائش و نیایش اسی ایک ذات کے لیے ہے۔

تمت

خطاے طباعۃ

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۳۹	۶	صبیعہ	ضُبَیْعَہ
؍؍	۱۶	ثعلبی	تغلبی
؍؍	۲۱	ادس	اوس
۶۳	۱۶	بماذ	بماہ
۶۵	۱۷	عربیون	عربیّوں
۱۰۷	۲۲	سامان	×
؍؍	۲۴	بازی) کی	بازی کی)
۱۱۳	۱۷	ہی ہیں	ہی
۱۲۳	۱	تشم	تثم
۱۲۴	۱۸	ملجزونۃ	لمجزونۃ
۱۴۱	۱۹	مَلگا	ملگا
۱۴۲	۲۴	باشمط	باشمط
؍؍	؍؍	بید	بد
۱۴۹	۹	تحکم	تحکیم
۱۵۸	۲۲	اقیر	اقبر
۱۸۱	۱۱	انہوں نے	مصعب نے
۲۰۳	۱۰	جو بھاگ گئے وہ تو بچ رہے۔	جو بھاگ گیا وہ تو بچ رہا۔
۲۱۱	۱۲	شاداب	شاداب قطعہ
۲۲۲	۶	کا خطاب	خطاب
۲۳۰	۱۰	بھروسہ	بھروسا
؍؍	؍؍	بھروسہ	بھروسے

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۲۴۵	۲۵	زرِ معقل زز آبی دلف	زرِ معقل و زز آبی دلف
۲۴۶	۶	ماہانیہ	ماہانیہ
۲۴۹	۱۱	زمانے میں	زمانے سے
۲۵۰	۱۵	دلقش	دنقش
۲۵۱	۶	سامزائے	سامرائے
۲۵۳	۸	عمر	عمرو
۲۵۶	۲۰	بے نوا باں	بے نوا یان
۲۶۷	۲۲	فروان	قروان
؍؍	؍؍	ارون	اُردُن
؍؍	؍؍	ماتحت	متعلق
۲۶۸	۳ و ۴	نے بھی اس سے ساز دباز کرلیا جب طبغ کی فوج مقابلے کے لئے حریف کے سامنے آئی تو کوکنا۔	معرکہ آرائی کے لئے پہونچی اور خود طبغ بھی آکے شامل ہو گیا، قرمطیوں نے اسپر حملہ کیا، کناکر۔
۲۶۸	۱۳	ابوالاعز	ابوالاغرّ
؍؍	۱۵	؍؍	؍؍
؍؍	۱۹	رحیہ	رحبہ
؍؍	۲۰	کے ماتحت	سے متعلق
؍؍	۲۲	رفہ	رقہ
؍؍	۲۳	لباس فاخرہ میں وراستہ ہوکر	اچھے سامان اور پورے حشم کے ساتھ

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۲۷۰	۲	ہیرو	بہادر
″	۵	ناحیۃ البحر	ناحیۃ البحر
″	۷	ملقب	مشہور
۲۷۶	۱۳	کشمر و نبیر	کشمر وغیرہ
″	۱۸	داؤں	داؤ
″	۲۳	سرداراں	سردار
۲۷۷	۱۰	ایک مقام	اُس مقام
۲۸۲	۹	کا باشندہ	کے باشندے
″	۱۰	ذی قعدہ	ذی القعدہ
″	۱۲	یہاں قید خانے کو	اس قید خانے کو
″	″	سنرف کہتے ہیں	سترف کہتے تھے
″	۱۴	وہ نہایت خطرناک تھا۔	یہ بڑے معرکے کا دن تھا۔
۲۸۲	۱۸	کے تذکرہ کے ذیل میں دوسری کتابوں میں بیان کیا ہے	کے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔
۲۸۴	۱۷	متہشم	مُتَہَشِّم
″	۲۲	قعدہ	القعدہ
۲۸۶	۹	اَجمین	اَجمعین
۲۸۷	۱۸	حبس کا	جن کا
″	۱۹	انفلك	الفلك
۲۹۱	۱۶	فلاہ	غُلاۃ
″	۲۴	سنجی	کرخی
۲۹۳	۵	مستکفی	المستکفی
۲۹۴	۲۰	ستنائش	ستنالشیں
۰	۰	۰	۰

کتب خانہ
جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقا، مجلس انتظامی
عمالی تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے
۲۔ اساتذہ جامعۂ عثمانیہ و کلیات ملحقہ و رجسٹرڈ گریجویٹ و عہدہ داران جامعہ
اور اراکین دارالترجمہ دس کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ اور انڈر گریجویٹ
طلبا میں جو رجسٹر شدہ ہوں دو کتابیں بی۔ اے، ایل ایل بی و تحقیقاتی جماعتوں سے
۳۔ طلبا ایم۔ اے کے طلبہ ایک ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے
کے طلبہ تین کتابیں اور دو ہفتہ تک کتابیں اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ بعد ازاں طلب کی جائیں گی اور حساب
طلبہ پانچ کتابیں مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلب کی جائیں گی
۴۔ مدت مقررہ پر کتاب واپس نہ کی جائے تو جرمانہ لیا جائے گا۔
ایک آنہ یومیہ فی کتاب ہر روز کے حساب سے وصول کیا جائے گا اور فی روز
۵۔ بیش قیمت و نادر کتابیں گھر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔
یہ کتب خانہ ہی میں دیکھی جا سکیں گی۔ کتاب کا لوٹانا لازم ہے۔
۶۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان لگانا یا ان کو خراب کرنا منع ہے اور ایسی صورت میں نقصان ادا کرنا
ہوگا۔
۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان لگایا جائے تو
۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط